مرغوب المسائل، ج:۲

تحفۂ حرم

حرمین شریفین سے متعلق مفید اور کارآمد درج ذیل :۱۳/رسائل کا عمدہ مجموعہ:

ماءزمزم	حجراسود	مقام ابراہیم	ملتزم	رکن یمانی
حج اکبر کی حیثیت	سفر حج میں نماز	عجوہ کے فضائل	بقیع و جنت المعلی	
مسجد قباء	جبل احد کے فضائل	حج وعمرہ کی دعائیں	احرام میں کعب سے مراد	

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

اجمالی فہرست رسائل

۱	ماءزمزم	۲۳
۲	حجراسود	۱۳۲
۳	مقام ابراہیم	۱۹۸
۴	ملتزم	۲۲۶
۵	رکن یمانی	۲۴۴
۶	حج اکبر کی حیثیت	۲۶۶
۷	سفر حج میں نماز کی اہمیت	۲۷۵
۸	عجوہ کے خصائص وفضائل	۲۸۴
۹	بقیع غرقد و جنت المعلی	۲۹۵
۱۰	مسجد قباء	۳۰۶
۱۱	جبل احد کے فضائل	۳۰۲
۱۲	حج وعمرہ کی منقول دعائیں	۳۳۵
۱۳	احرام میں کعب سے مراد	۳۵۲

فہرست رسالہ ’’آب زم زم‘‘

پیش لفظ..	۲۴
تقریظ از: حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ........................	۲۶
تأثرات از: حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی مدظلہ........................	۲۷
ماءِ زمزم کے ظہور کا واقعہ..	۲۸
چاہِ زمزم کی کھدائی اور عبد المطلب کا خواب........................	۳۴
عبد المطلب کا اصلی نام اور وجہ تسمیہ (حاشیہ)........................	۳۶
چاہِ زمزم کی گہرائی و چوڑائی..	۳۸
بئر زمزم کا ظہور کتنے سال قبل ہوا..	۴۲
دنیا کی مجمل تاریخ..	۴۳
ماءِ زمزم کے اسماء (۴۰/ ناموں کا ترجمہ، وجہ تسمیہ اور اس کی تفصیل)........	۴۵
غراب اعصم کی تحقیق..	۵۱
۵۴/ اسماء زمزم کی مجمل فہرست..	۵۳
ماءِ زمزم کے اسماء اشعار میں..	۵۴
فضائل ماءِ زمزم..	۵۶
زمین کا بہترین پانی ماءِ زمزم ہے..	۵۶
زمزم میں غذا ہے..	۵۶
زمزم میں شفا ہے...... زمزم مؤمن کا پیٹ بھرتا ہے........................	۵۸
آب زمزم معدہ وغیرہ کے لئے مفید ہے..	۵۹
ماءِ زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہو........................	۶۱

زمزم پلاؤ اور نیک کام میں لگے رہو........................	۶۳
زمزم کا پینا کفارۂ ذنوب کا سبب ہے........................	۶۶
زمزم بخار کو ٹھنڈا کرتا ہے........................	۶۶
چاہِ زمزم بہترین کنواں ہے........................	۶۷
زمزم اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہوسکتی........................	۶۷
قیامت کے قریب بھی زمزم کا پانی باقی رہے گا........................	۶۷
ماءزمزم کے خصائص........................	۶۸
ماءزمزم جنت کے چشموں میں سے ہے........................	۶۸
ماءزمزم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے........................	۶۹
ماءزمزم آیات بینات میں سے ہے........................	۷۰
زمین کے پانیوں میں زمزم بہترین پانی ہے........................	۷۱
حضور ﷺ کی انگلی سے جاری پانی کے علاوہ تمام پانی سے زمزم افضل ہے...	۷۱
ماءزمزم کا ظہور جبریل امین علیہ السلام کے واسطے سے ہوا........................	۷۴
ماءزمزم کا ظہور زمین کے بہترین حصہ میں ہوا........................	۷۴
ماءزمزم سے نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک دھویا گیا........................	۷۵
شق صدر کا پہلا واقعہ......شق صدر کا دوسرا واقعہ........................	۷۵
شق صدر کا تیسرا واقعہ......شق صدر کا چوتھا واقعہ........................	۷۷
ماءزمزم میں آپ ﷺ کے لعاب کی برکت........................	۷۷
آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے وسوسہ کا ختم ہونا........................	۷۹
آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے گونگے کا بولنا........................	۸۰

آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے آنکھ کے درد کا شفا پانا....................	۸۰
آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے پانی میں برکت....................	۸۱
ماءزمزم کو دیکھنا عبادت ہے....................	۸۳
ماءزمزم تحفہ کے لئے بہترین چیز ہے....................	۸۴
چاہِ زمزم قبولیت دعا کی جگہ ہے....................	۸۵
چاہ زمزم اجابتِ دعا کی خاص جگہ ہے....................	۸۵
مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات....................	۸۶
آپ زمزم ذلت سے بچاؤ کا ذریعہ ہے....................	۸۷
زمزم پینے کے آداب....................	۸۹
ماءزمزم کھڑے ہو کر پینا....................	۹۰
ماءزمزم کھڑے ہو کر پینے میں علماء کا اختلاف....................	۹۱
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی....................	۹۴
امر مندوب پر اصرار منع ہے....................	۹۶
قبلہ کی طرف منھ کرنا......بسم اللہ پڑھنا......تین سانس میں پینا......خوب سیر ہو کر پینا......آخر میں الحمدللہ پڑھنا....................	۹۷
دائیں ہاتھ سے پینا....................	۹۹
لبوں اور ہونٹوں سے پینا...... برتن میں سانس نہ لینا....................	۱۰۰
پھونک نہ مارنا....................	۱۰۱
آب زمزم پیتے وقت اسلاف کی دعا....................	۱۰۲
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دعا......سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دعا....................	۱۰۲

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۲
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۲
تلمیذ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۳
حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۳
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۳
علامہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۴
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی دعا	۱۰۴
ماءِ زمزم سے شفا پانے والوں کے چند واقعات	۱۰۵
مرض استسقاء سے شفا	۱۰۵
نابینائی سے شفا...... فالج سے شفا...... زبان کی لکنت سے شفا	۱۰۶
زمزم شریف اپنے ساتھ لانا	۱۰۷
آب زمزم سے کفن کے کپڑے کو تر کرنا	۱۱۰
مسائل آب زمزم	۱۱۸
کیمیائی تجزیہ	۱۲۰
آب زمزم نعمت غیر مترقبہ	۱۲۲
کچھ چاہ زمزم کے متعلق	۱۲۷
مختلف ادوار میں مسلم خلفاء کی زمزم کے کنویں میں ترمیم واصلاح	۱۲۸
سعودی عہد حکومت میں زمزم کی تعمیر وتحسین	۱۲۹
چاہ زمزم کے متعلق چند اہم معلومات...... کنویں پر عمارت	۱۳۰
آب زمزم کی ٹنکی	۱۳۱

فہرست مضامین ''حجر اسود''

پیش لفظ..........................	۱۳۳
سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کہاں سے حاصل کیا..........................	۱۳۵
حجر اسود کہنے کی وجہ..........................	۱۳۷
آپ ﷺ کے دست مبارک سے حجر اسود کی تنصیب..........................	۱۳۸
حجر اسود آیات بینات میں سے ہے..........................	۱۴۰
حضور ﷺ نے حجر اسود کا بوسہ دیا..........................	۱۴۱
حجر اسود نہ جلتا ہے نہ ڈوبتا ہے..........................	۱۴۱
حجر اسود جنت کا یاقوت ہے..........................	۱۴۲
حجر اسود زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے..........................	۱۴۳
حجر اسود سے اللہ پاک اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں..........................	۱۴۴
حجر اسود کو چھونا اللہ کے ہاتھ کو چھونا ہے..........................	۱۴۴
حجر اسود کا مس اللہ تعالیٰ سے ترک معصیت کا عہد ہے..........................	۱۴۴
یمین اللہ کا مطلب..........................	۱۴۴
حجر اسود کو چھونا کفارۂ ذنوب کا ذریعہ ہے..........................	۱۴۵
حجر اسود سفید تھا لوگوں کے گناہوں نے سیاہ کردیا..........................	۱۴۵
اسلاف کا حجر اسود کو سفید دیکھنا..........................	۱۴۷
'' فسوّدته خطايا نبی آدم'' کا مطلب..........................	۱۴۸
دل پر گناہ کا اثر..........................	۱۴۸

قیامت کے دن حجر اسود اٹھالیا جائے گا............	۱۴۹
حجر اسود کی قیامت کے دن گواہی............	۱۵۰
قیامت کے دن حجر اسود جبل ابی قبیس کی طرح بڑا ہوگا.....جبل ابی قبیس.......	۱۵۱
قیامت کے دن حجر اسود کوہ احد کے مانند بڑا ہوگا.....کوہ احد............	۱۵۳
حجر اسود مشرق ومغرب کو روشن کرتا ہے............	۱۵۵
حجر اسود کا چھونا اندھا اور کوڑھی کو شفا دیتا ہے............	۱۵۵
حجر اسود کا چھونا بیماری کو شفا کرتا ہے............	۱۵۵
زمین پر حجر اسود جنت کی چیز ہے............	۱۵۶
زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں............	۱۵۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے خطاب............	۱۵۷
حجر اسود سے آنحضرت ﷺ کا ''لا تنفع ولا تضر'' کا خطاب............	۱۵۹
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے خطاب............	۱۵۹
حضور ﷺ کا پہاڑ سے خطاب............	۱۶۰
حجر اسود کے پاس آنسو جاری ہوجاتے ہیں............	۱۶۱
حجر اسود کا بوسہ لینا............	۱۶۲
طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کا استلام............	۱۶۳
حجر اسود کا استلام طواف کا شعار ہے............	۱۶۳
سعی سے پہلے حجر اسود کا استلام۔بغیر طواف کے بھی حجر اسود کا استلام مستحب ہے	۱۶۴
عصا یا ہاتھ کے اشارے سے استلام کرنا اوران کو چومنا............	۱۶۴

حجر اسود کی تقبیل کے وقت آواز کو پست رکھنا	۱۶۵
استلام کے بعد ہاتھ کو چہرہ پر پھیرنا	۱۶۶
استلام کے اشارہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا	۱۶۶
عورتوں کے لئے حجر اسود کا استلام	۱۶۷
استلام کے وقت ایذاء مسلم سے بچنا	۱۶۸
حجر اسود کے پاس دعا کا قبول ہونا	۱۷۰
حجر اسود پر فرشتوں کا آمین کہنا	۱۷۱
استلام کے بعد دعا قبول ہوتی ہے	۱۷۱
مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات	۱۷۱
حجر اسود کے پاس ملائکہ کا ازدحام	۱۷۳
استلام حجر اسود کے اذکار و دعائیں	۱۷۴
مسائل استلام	۱۷۶
حجر اسود کی توہین	۱۸۰
حجر اسود اور اس کی اہمیت	۱۸۱
حجر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ	۱۸۲
حجر اسود کو ہاتھ لگانے اور چومنے پر اعتراض کا جواب	۱۸۳
حجر اسود تصویری زبان کا نمونہ ہے	۱۸۳
کیا مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں؟	۱۸۶
حجر اسود اور حوادثات	۱۸۹

فہرست رسالہ ’’مقام ابراہیم‘‘

عرض مرتب	۱۹۹
مقام کے لغوی معنی	۲۰۱
مقام ابراہیم کی وجہ تسمیہ	۲۰۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پتھر پر قیام کرنا اور بہو کا سر دھونا	۲۰۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان حجر اور مقام ابراہیم پر سے تھا	۲۰۲
سب سے پہلے ’’لبیک‘‘ کہنے والے اہل یمن تھے	۲۰۳
مقام ابراہیم کس جگہ نصب ہے؟	۲۰۴
مقام ابراہیم پر قبہ	۲۰۶
مقام ابراہیم ’’آیات بینات‘‘ میں سے ہے	۲۰۷
مقام ابراہیم میں چند نشانیاں	۲۰۹
مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ	۲۱۱
آیت کا شان نزول	۲۱۱
مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ واجب الطّواف پڑھنا مستحب ہے	۲۱۲
دوگانہ مقام ابراہیم سے کتنے فاصلہ پر پڑھی جائے؟	۲۱۳
ہجوم کے وقت واجب الطّواف کہیں بھی پڑھ سکتا ہے	۲۱۳
مقام ابراہیم کے پیچھے مطلق اور نماز بھی مستحب ہے	۲۱۴
مقام ابراہیم کا مسح (چھونا) اور بوسہ ثابت نہیں	۲۱۶
مقام ابراہیم جنت کا یاقوت ہے	۲۱۷

مقام ابراہیم آسمان سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارا گیا.............	۲۱۹
مقام ابراہیم کا مشرق ومغرب کو روشن کرنا...	۲۱۹
مقام ابراہیم اجابت دعا کی جگہ ہے..	۲۱۹
مکہ مکرمہ کے انتیس مقاماتِ اجابتِ دعا...	۲۲۰
مقام ابراہیم کے پیچھے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا..............................	۲۲۱
مقام ابراہیم کے پیچھے حضور ﷺ کی دعا..	۲۲۳
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دعا...	۲۲۴

فہرست مضامین ''ملتزم''

عرض مرتب	۲۲۷
ملتزم کے معنی اور وجہ تسمیہ	۲۲۹
ملتزم کہاں ہے؟	۲۲۹
ملتزم کا حصہ کتنا ہے؟	۲۳۰
طواف کے بعد ملتزم سے چمٹنا	۲۳۰
آپ ﷺ کا ملتزم سے چمٹنا	۲۳۱
ملتزم سے چمٹنے کا طریقہ	۲۳۳
ملتزم پر کب آنا چاہئے	۲۳۵
ملتزم کے پاس نماز پڑھنا	۲۳۶
ملتزم قبولیت دعا کی جگہ ہے	۲۳۷
ملتزم اجابت دعا کی خاص جگہ ہے	۲۳۸
مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات	۲۳۹
خدا کی قسم ملتزم کے پاس میں نے جو دعا کی ضرور قبول ہوئی	۲۴۱
ملتزم کے پاس دعا سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں	۲۴۱
ملتزم کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کی دعا	۲۴۱

فہرست مضامین ''رکن یمانی''

پیش لفظ	۲۴۵
بیت اللہ کے چار گوشے اوران کے اسماء	۲۴۵
بعض کو بعض پر فضیلت	۲۴۵
استلام دو رکن ہی کا ہے	۲۴۶
دو رکن کے استلام کی حکمت	۲۴۶
مرتب کا ایک رسالہ ''حجر اسود''	۲۴۶
ناظرین سے مرتب کی درخواست	۲۴۷
رکن یمانی کا استلام گناہوں کو مٹاتا ہے	۲۴۸
رکن یمانی کے استلام کے لئے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کوشش	۲۴۸
رکن یمانی کے استلام کے لئے ایذا رسانی جائز نہیں	۲۴۹
آپ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مزاحمت سے منع فرمانا	۲۵۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس حکم پر عمل	۲۵۱
لَایُؤْذِی وَلَا یُؤْذٰی	۲۵۱
ایاکم واذی المسلمین	۲۵۱
من طاف اسبوعا کا صحیح مفہوم	۲۵۲
استلام کن کن رکن کا ہوگا؟	۲۵۲
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دو معمول	۲۵۲
احناف کا مسلک	۲۵۳

صرف بائیں ہاتھ سے رکن یمانی کا استلام نہیں ہوگا..............................	۲۵۳
رکن یمانی کی تقبیل نہیں ہے..	۲۵۳
رکنین شامیین کی طرف اشارہ بدعت ہے...................................	۲۵۴
آپ ﷺ صرف دو رکن کا استلام فرماتے تھے................................	۲۵۴
حجراسود اور رکن یمانی کے حکم میں فرق....................................	۲۵۵
کیا حجراسود کی طرح رکن یمانی کی تقبیل ثابت ہے؟............................	۲۵۵
استلام حجراسود اور رکن یمانی کی اہمیت....................................	۲۵۶
رکن یمانی پر دعا اور وہاں متعین فرشتوں کی آمین..............................	۲۵۶
رکن یمانی کے پاس دعا پر دو فرشتوں کا آمین کہنا.............................	۲۵۷
رکن یمانی کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کی دعا.............................	۲۵۸
آسمان وزمین کی پیدائش سے رکن یمانی پر فرشتہ مقرر ہے.........................	۲۶۰
رکن یمانی کے پاس دعا قبول ہوتی ہے.....................................	۲۶۰
رکن یمانی دعا کی خاص جگہ ہے..	۲۶۱
مکہ مکرمہ کے انتیس مقامات قبولیت دعا....................................	۲۶۲
رکن یمانی کے استلام کرنے والوں کے لئے جبرئیل علیہ السلام کی دعا............	۲۶۳
رکن یمانی جنت کا دروازہ ہے..	۲۶۴
استلام رکن یمانی کے مسائل..	۲۶۴

فہرست رسالہ ’’حج اکبر کی حیثیت‘‘

حج اکبر کی حیثیت	۲۶۶
فضیلت حج یوم جمعہ	۲۷۰

....

فہرست رسالہ ’’سفر حج میں نماز کی اہمیت‘‘

نماز کی اہمیت پر عجیب واقعہ	۲۷۶
حاملہ عورت کے لئے بوقت حمل بھی ترک نماز کی گنجائش نہیں	۲۷۷
دریا میں تختہ پر پڑے ہوئے آدمی کے لئے نماز کا حکم	۲۷۸
ہاتھ شل ہوئے آدمی کے لئے نماز کا حکم	۲۷۸
رات کو سفر میں تاخیر پر سونے کی ممانعت	۲۷۸
جہاد میں ایک نماز فوت ہو جائے تو اس کے کفارہ میں سو جہاد کرے	۲۷۹
میں نے سات سو کبیرہ گناہ کر ڈالے کہ ایک نماز کی جماعت فوت ہوئی	۲۷۹
سب سے بڑا فتنہ ترک نماز ہے	۲۸۰
سفر حج میں ایک نماز فوت ہونے کے یقین پر سفر حج حرام ہے اور ایک نماز کے ترک کا کفارہ ستر حج سے کم نہیں	۲۸۰
نماز کے قضا ہونے پر حج، حج مبرور نہیں رہتا	۲۸۰
بلاشبہ یہ ایک عظیم غلطی ہے	۲۸۲

فہرست ''عجوہ کے خصائص وفضائل''

عرض مرتب	۲۸۵
عجوہ کھجور کی تاثیر سحر و زہر سے حفاظت	۲۸۶
عجوہ کا درخت آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگایا	۲۸۷
سات عدد میں حکمت	۲۸۷
سات عدد میں عجیب نکتہ	۲۸۸
سات عدد کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر	۲۸۸
عجوہ میں شفا ہے	۲۹۰
عجوہ میں دورانِ سر سے شفا	۲۹۱
عجوہ کی یہ خصوصیت دائمی ہے	۲۹۱
قلب کے مرض کی شفا عجوہ کے ذریعہ	۲۹۱
عجوہ میں جنون سے شفا ہے	۲۹۲
عجوہ جنت کی کھجور ہے	۲۹۲
عجوہ جنت کا میوہ ہے	۲۹۳
زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں	۲۹۳
عجوہ آپ ﷺ کو محبوب تھی	۲۹۴

فہرست رسالہ ’’بقیع غرقد و جنت المعلی‘‘

پیش لفظ......مدینہ منورہ میں مدفون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اسماء......	۲۹۶
آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی موت محبوب تھی....................	۲۹۸
آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کی وفات کی دعا فرمانا....................	۲۹۸
قیامت کے دن مجھے بقیع والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا....................	۲۹۹
جو مدینہ منورہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہوں اسے چاہئے کہ وہاں مرے......	۲۹۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں موت کی دعا مانگنا....................	۲۹۹
آپ ﷺ کی دعا: اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما....................	۳۰۰
قیامت کے دن آپ ﷺ کا بقیع والوں کو ساتھ لینا....................	۳۰۰
اہل بقیع کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے....................	۳۰۱
اہل بقیع بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے....................	۳۰۱
اہل بقیع قیامت کی ہولنا کیوں سے محفوظ ہوں گے....................	۳۰۱
آسمان والوں کے لئے بقیع کی روشنی کی مثال....................	۳۰۲
توریت میں بقیع کے فضائل: فرشتے اہل بقیع کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں......	۳۰۲
بقیع سے ستر ہزار افراد چودہویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے اٹھیں گے....	۳۰۳
جنت المعلی....................	۳۰۴
قبرستان معلی کیا ہی اچھا ہے....................	۳۰۴
حرمین شریفین میں مدفون قیامت کے دن امن کی حالت میں اٹھے گا..........	۳۰۵

فہرست رسالہ ''مسجد قباء''

مسجد تقوی سے مراد مسجد قباء بھی ہے..	۳۰۷
مسجد تقوی سے مراد مسجد نبوی ﷺ بھی ہے..	۳۰۸
آپ ﷺ ہر سنیچر کو مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے..............................	۳۰۹
سنیچر کو مسجد قباء تشریف لانے کی حکمتیں..	۳۰۹
مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے..	۳۱۱
مسجد قباء میں چار رکعات کا اجر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے..................	۳۱۳
چار مساجد میں نماز پڑھنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے..........................	۳۱۴
مسجد قباء کی نماز بیت المقدس کی نماز سے زیادہ محبوب........................	۳۱۴
مسجد قباء میں خیر کثیر ہے..	۳۱۵
مسجد قباء دور ہوتی تب بھی اونٹوں کے جگر فنا کر کے وہاں تک پہنچتے............	۳۱۶
اونٹنی کے گھومنے کے گرد مسجد قباء بناؤ، کیونکہ یہ اونٹنی مأمورہ ہے............	۳۱۷
مسجد قباء کی تعمیر میں آپ ﷺ کا پتھر اٹھانا..	۳۱۸

فہرست رسالہ ''جبل احد کے فضائل''

آپ ﷺ کا احد پہاڑ پر تشریف لے جانا..................................	۳۲۱
احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں....................	۳۲۱
احد جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے..................................	۳۲۲
احد جنت کا ایک رکن ہے..	۳۲۲
احد کے پاس سے گذرو تو اس کے درختوں میں سے کچھ کھاؤ....................	۳۲۲
احد جاؤ تو میرے لئے وہاں سے نباتات اور گھاس تحفۃً لے آنا..................	۳۲۳
چار پہاڑ، چار لڑائیاں اور چار نہریں جنت میں سے ہیں.........................	۳۲۳
تجلی رب کے وقت طور کے ٹکڑوں کا ایک حصہ احد ہے.........................	۳۲۴
کعبۃ اللہ کی بنیاد احد پہاڑ کے پتھروں سے رکھی گئی............................	۳۲۴
حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا مدفن احد ہے.............................	۳۲۵
احد پر آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور آپ نے آرام فرمایا.....	۳۲۶
شہدائے احد کی زیارت..	۳۲۷
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرنا.	۳۳۱
شہدائے احد قیامت تک زائرین کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے...........	۳۳۲
حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا سلام کا جواب سننا.........................	۳۳۲
شہدائے احد کا ایک زائرہ کے لئے جواب کہ: ہم تجھے پہنچانے ہیں............	۳۳۳
۴۶ رسال کے بعد بھی شہدائے احد تر و تازہ تھے..............................	۳۳۳
جبل احد کے حدود کی تفصیل...	۳۳۴

فہرست رسالہ ’’حج وعمرہ کی منقول دعائیں‘‘

عرض مرتب	۳۳۶
مکہ مکرمہ میں داخلہ کی دعا...... بیت اللہ شریف کو دیکھ کر پڑھے......تلبیہ.......	۳۳۷
حجر اسود کے استلام کی دعا	۳۳۸
طواف کی دعا	۳۳۹
طواف کی دو رکعت کے بعد کی دعا	۳۴۰
رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان پڑھنے کی دعا	۳۴۱
زمزم پینے کی دعا...... حطیم اور میزاب رحمت کے نیچے پڑھنے کی دعا............	۳۴۲
صفا اور مروہ کی دعا	۳۴۲
میلین اخضرین کے درمیان پڑھے......عرفات کی دعا	۳۴۴
مزدلفہ کی دعا...... یوم نحر کی دعا......رمی جمار کی دعا	۳۴۸
بیت اللہ سے رخصتی کے وقت کی دعا	۳۴۸
حج میں جانے والے کو یہ دعا دے	۳۴۹
حج سے واپس آنے والے کو یہ دعا دے	۳۴۹
عمرہ سے واپس آنے والے کو یہ دعا دے	۳۴۹
حج اور عمرہ کے سفر سے واپسی کی دعا	۳۴۹
صفا مروہ، عرفات و مزدلفہ، اور منی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک جامع دعا	۳۵۰
آپ ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام	۳۵۰

فہرست رسالہ ’’احرام میں کعب سے مراد‘‘

پیش لفظ........................	۳۵۳
محرم کو خفین پہننے اور کاٹنے کے بارے میں چند روایات........................	۳۵۴
حالت احرام میں دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے........................	۳۵۵
کعب سے مراد اور چند مسائل........................	۳۵۶
حالت احرام میں موزے پہننا منع ہے........................	۳۵۷
’’فتاوی قاسمیہ‘‘ کا فتوی........................	۳۵۷
’’فتاوی دار العلوم زکریا‘‘ کا فتوی........................	۳۵۷
حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق........................	۳۶۰
خاتمہ......’’الکعبین‘‘ کی تفسیر علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ سے........................	۳۶۲
علامہ عینی رحمہ اللہ کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ........................	۳۶۲
ابن حجر کا ’’کعب‘‘ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت سے رد کرنا........................	۳۶۳
علامہ عینی کا ’’کعب‘‘ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا........................	۳۶۴
علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ........................	۳۶۸
علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ’’کعب‘‘ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا........................	۳۶۹
’’کعب‘‘ کی تفسیر میں ’’صحیح البخاری‘‘ کے دیوبندی شارحین کی لغزش........................	۳۷۱
’’کعب‘‘ سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال........................	۳۷۱
امام محمد کی ’’المبسوط‘‘ میں ہشام کی عبارت کی تحقیق........................	۳۷۲

محرم کے لئے چمڑے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز..............................	۳۷۳
صاحب نعمۃ الباری کی تحریر پر راقم کا مختصر تبصرہ..................................	۳۷۴

....

تبصرے اور تأثرات

تبصرہ: از: ماہنامہ ''بینات'' کراچی..	۳۷۶
تبصرہ: از: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی...	۳۷۷
تأثراز: حضرت مولانا محمد حنیف عبدالمجید صاحب مدظلہ..........................	۳۷۸

" خیر ماء علی وجه الارض ' ماء زمزم "

آب زم زم

اس کتاب میں ماءِ زمزم کے فضائل وخصائص، ماءِ زمزم کے ظہور کا واقعہ، اس کے اسماء، اس کے پینے کے آداب، زمزم پیتے وقت اسلاف کی دعا، اس سے شفا پانے والوں کے واقعات، اس کے فقہی احکام وغیرہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ، الذی نبع ماء المبارک للمؤمنین ، ماء افضل المیاہ فی الارضین ، وانفع ماء للشاربین ، والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین ، وعلی اٰلہ واصحبہ وازواجہ واهل بیتہ اجمعین ، اما بعد۔

ماءِ زمزم تمام پانیوں کا سردار، سب سے افضل واشرف، لطیف وشرین، خوش ذائقہ، زود ہضم، بے حد برکت وفضیلت وعظمت والا، اہل ایمان کے نزدیک قابل احترام۔

یہ مبارک پانی جبرئیل علیہ السلام جیسے معظم ومعزز فرشتے کے واسطے سے حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے بطور نعمت، بابرکت شہر، بابرکت جگہ میں وجود میں آیا۔

روایات کے مطابق یہ زمین کے تمام پانیوں میں بہتر، بھوکوں کے لئے اس میں غذا، مریضوں کے لئے اس میں شفاء، اس کی بقا قیامت تک، اس سے محبت اور اس کا پینا ایمان کی علامت، نفاق سے برأت، اس کی طرف دیکھنا عبادت، اس کے پینے والے کے لئے کفارۂ ذنوب کی بشارت، جہنم سے بچنے کی ضمانت وغیرہ بے شمار فضائل کا حامل۔ حتی کہ جن مقاصد کے لئے پیا جائے اس میں کامیابی۔

اس مبارک پانی کے خصائص دیکھئے تو اس کا شمار جنت کے چشموں میں، یہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ، آیات بینات کا اس میں مشاہدہ، قلب اطہر ﷺ کے دھونے کا شرف اس پانی کو حاصل، اس میں آپ ﷺ کے لعاب مبارک کی برکت وغیرہ ان گنت خصائص اپنے اندر لئے ہوئے۔

پچاس سے زائد اس کے نام، پینے کے مستقل آداب، مکہ سے باہر لے جاؤ تو مستحب اور استنجاء وغیر مناسب کام میں استعمال کرو تو مکروہ۔اس کے فقہی احکام وغیرہ مزید براں۔

اس رسالہ میں ماء زمزم کے مذکورہ اجمال کو قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے۔رسالہ کی ترتیب کا سبب یہ بنا کہ برادر محترم مفتی رشید احمد صاحب (استاذ وناظم تعلیمات، جامعۃ القرءات کفلیتہ) نے مکہ مکرمہ سے ''فضل ماء زمزم'' نامی کتاب ارسال فرمائی،اس کے مطالعہ سے چند مضامین لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا تو موضوع سے متعلق اور کتابوں کو سامنے رکھ کر سات مضامین:

(۱):...... ماء زمزم کے خروج کا واقعہ۔

(۲):...... چاہِ زمزم کی کھدائی کی تجدید اور عبدالمطلب کا خواب۔

(۳):...... ماء زمزم کے اسماء۔

(۴):......فضائل ماء زمزم۔

(۵):...... ماء زمزم کے خصائص۔

(۶):......زمزم پینے کے آداب۔

(۷):......آبِ زمزم سے کفن کے کپڑے کو تر کرنا۔

ترتیب دیئے،ارادہ تھا کہ کسی ماہنامہ رسالہ میں شائع کرادوں گا،مگر معاً خیال آیا کہ رسالہ میں ایک مرتبہ چھپ کر خدانخواستہ ضائع نہ ہوجائے مناسب ہے کہ مستقل رسالہ شکل میں مرتب کردوں،تو اس پر نظر ثانی کی اور چند چیزیں اضافہ کرکے اس کی تکمیل کرلی،الحمدللہ۔

حق تعالی اس مبارک پانی کی برکت سے اس رسالہ کو بھی بابرکت بنادے،شرفِ قبولیت سے نوازے، ذریعۂ مغفرت ونجات وترقیٔ درجات بناوے آمین۔ مرغوب احمد

۷/صفر ۱۴۱۹ھ،مطابق ۲/جون ۱۹۹۸ء، بروز منگل

تقریظ

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موسم مختلف، آب و ہوا کا اختلاف مشاہد ہے، اور خود ہماری اس دنیا میں کشمیر کا پانی صحت بخش، چشمۂ شاہی کے چند گھونٹ جانفزاں، جب یہ سب کچھ ہے تو ''زمزم'' کی برکات وثمرات کا انکار کہاں کی عقلمندی ہوگی؟

صدیوں سے لاکھوں اور کروڑوں نے یہ مشروب روحِ افزا استعمال کیا، اس کے فوائد اس کے منافع محسوس کئے، موجود پائے، پھر اہل ایمان کے لئے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات متعلقہ ''زمزم'' برہانِ قاطع ہیں۔

اور یہ عجوبہ تو دنیا دیکھ رہی ہے اور دیکھتی رہے گی کہ کنوئیں خشک ہوجاتے ہیں، تالاب سوکھ جاتے ہیں، دریا اتر جاتے ہیں، چشموں کے سوتے سوکھ جاتے ہیں، مگر صدیوں کے الٹ پھیر اور کروڑوں انسانوں کے استعمال کے باوجود منبع زمزم بدستور جاندار وتوانا، نہ اس کی حیات بخش تاثیر میں کوئی کمی، اور نہ صحت افزا اثرات میں کوئی خلل۔

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری - جن کے جد امجد کی زیارت کا شرف اس ذرۂ بے مقدار کو حاصل، اور جن کے والد محترم ''بھائی میاں'' کی طفولیت میرے دل کی یاد، اور آنکھوں کے لئے گھومتے پھرتے مناظر - نے ''زمزم'' سے متعلق تفصیلات کا مرقع تیار کیا۔ گفتگو کے گوشے دور تک پھیلے ہوئے، ذہن میں ابھرنے والے ہر سوال کے جواب کے لئے قرآن وحدیث، تاریخ وواقعات، شواہد ومشاہدات، ہر چیز مہیا۔

خدا تعالی اس تالیف کو ''زمزم'' کی طرح بابرکت ومثمر بنائے، دماغوں کے لئے یہ ھنیاً

مریّاً غذا اور قلوب کے لئے حیات بخش ثابت ہو، **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

انظر شاہ

۲۹/صفر ۲۰ھ

....

تأثرات

استاذ محترم: حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی مدظلہ

باسمہ تعالی

عزیز محترم مولوی مرغوب احمد سلمہ کا رسالہ ''آب زم زم'' جستہ جستہ اور جا بجا سے پڑھا، اللہ تعالی کی مدد اور توفیق سے انہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے تحقیقی اور مفید مضامین جمع کر دیئے ہیں، جو نہایت سہل ہونے کے ساتھ وجد آفرین بھی ہیں، بلکہ ایمان وعقیدت کی چاشنی کے ساتھ پڑھنے والے کو تو خوب سیری کے باوجود بھی آب زم زم کی طلب وتشنگی اور بڑھا دیتے ہیں۔

اللہ تعالی شانہ ان کی محنت اور جانفشانی کو قبول فرما کر مزید توفیق وہمت سے نوازے، آمین۔

محمد ابراہیم پٹنی غفرلہ

مقیم حال: ڈیوزبری...... یو: کے

۷/شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ، یکم جنوری ۲۰۰۱ء

ماءِ زم زم کے خروج کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن شہر بابلؔ تھا۔ حاکم وقت نمرود بن کوش یا (اس کا پوتا) نمرود بن کنعان تھا، اسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دعویٔ ربوبیت کا مخالف پا کر آگ میں ڈلوایا جس کا قصہ مشہور ہے۔

جب نمرود سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا مطیع بنانے سے مایوس ہو گیا اور اندیشہ ہوا کہ حضرت علیہ السلام کا عام طور پر توحید کا اعلان دوسری رعایا کے خیالات پر بھی اثر ڈالے گا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معہ اہل خانہ کے جلاوطن ہو جانے کا حکم دیا۔

ادھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو نہایت نرم ومہذب الفاظ میں توحید کی طرف بلایا، اور جب اس کا سخت جواب بایں الفاظ سنا کہ ’’اے ابراہیم ! کیا تجھ کو میرے معبودوں سے پرہیز ونفرت ہے؟ سو یاد رکھ اگر باز نہ آیا تو تجھ کو سنگسار کر ڈالوں گا اور جا یہاں سے چلا جا‘‘۔ [۱]

چنانچہ آپ علیہ السلام مع اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا [۲] اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے خوشی کے ساتھ دار الکفر سے ہجرت کر کے، اول مقام ’’حران‘‘ میں کچھ قیام فرمایا پھر مصرؔ پہنچے۔

حاکم وقت فرعون مصر یعنی سنان بن علوان خوبصورت عورتوں کا گرویدہ اور نہایت فاسق‘

۱..... ﴿ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ الِهَتِیْ یٰٓاِبْرَاھِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴾۔
(پ:۱۶/سورۂ مریم، آیت نمبر:۴۶)

۲..... حضرت سارہ بنت ہاران رشتہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد اور حضرت لوط علیہ السلام کی حقیقی بہن تھیں۔ نہایت ہی حسین اور خوبصورت ہونے کے علاوہ خاوند کی بے حد مطیع وفرماں بردار تھیں۔

فاجر، زانی وشہوت پرست شخص تھا۔ جب اس نے بی بی سارہ کے حسن کا شہرہ سنا تو طبیعت میں ولولہ پیدا ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہلا بھیجا کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو سارہ کو بنا سنوار کر فوراً ہمارے پاس روانہ کردو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گو تشویش زیادہ ہوئی، مگر مجبوراً حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو فرعون مصر کی جانب روانہ کردیا، اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہوئے کہ: بارالہا! غریب بندوں کی عزت وآبرو تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔

بی بی سارہ رضی اللہ عنہا فرعون کے پاس پہنچیں تو بدکار ظالم بادشاہ نے پاکدامن خاتون کی جانب ہاتھ بڑھانا چاہا کہ یک لخت اس کا ہاتھ شل ہوگیا، اور تمام بدن بے حس ہوگیا، فرعون اپنی حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور بی بی سارہ رضی اللہ عنہا سے التجا کی کہ: اللہ کے واسطے مجھ پر رحم کرو، اور دعا کرو کہ میں اس پنجۂ غضب سے نجات پاؤں۔

بی بی سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی اور فرعون کے ہاتھ کھل گئے، مگر شیطانی جوش نے اس کے ہوش پر پردہ ڈالدیا اور پھر دست درازی شروع کی، ہاتھ کا بڑھانا تھا کہ پھر وہی حالت طاری ہوئی، الغرض تین مرتبہ یہی واقعہ پیش آیا تو فرعون مصر نے بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کی یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر اپنی ایک خاص اور خوبصورت باندی ہاجر[۱] نامی ان کو دے کر رخصت کیا۔

بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ اولاد ہونے کی توقع نہ رہی تھی، اس لئے انہوں نے واپس آکر اپنی مملوکہ اپنے پیارے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردی جو دراصل قبطی

---

[۱]……حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام احادیث میں ہاجر وارد ہوا ہے، اس لئے یہاں مشہور ہاجرہ کے بجائے ہاجر لکھا گیا ہے۔

النسل تھیں اور تھوڑے عرصہ بعد حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نہ صرف اس وجہ سے زیادہ محبت تھی کہ یہ لخت جگر بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے مایوس ہونے کے بعد پیدا ہوا تھا، بلکہ خداداد حسن اور قدرتی نور پیشانی سے جلوہ گر ہو رہا تھا کہ خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ پیارا بیٹا بھی اپنے زمانہ میں خلعتِ پیغمبری سے نوازا جائے گا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے پیدا ہونے کے بعد والد ماجد کی توجہ اپنی جانب زیادہ مبذول نہیں کی، بلکہ اپنی والدہ بی بی ہاجر رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت ابراہم علیہ السلام کی خاص محبت اور مخصوص عنایت کا مورد بنادیا جو واقع میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عطا کی ہوئی باندی تھیں، اور بظاہر یہی بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کے ملال کا سبب بنی۔

چند روز بعد بی بی سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے برگزیدہ شوہر کو اس پر مجبور کیا کہ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کو میری آنکھوں سے اوجھل کیا جائے اور یہ دونوں ماں بیٹے کسی ایسے مقام پر پہنچادیئے جائیں جہاں میرا ان کا یکجا ہونا دشوار ہو۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کا انتظار کیا اور بالآخر بارگاہ خداوندی سے بھی یہی حکم صادر ہوا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور ان کے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک سنسان جنگل میں لا بٹھایا، جہاں کوسوں نہ آدمیوں کا وجود نہ میلوں سبز گھاس یا سایہ دار درخت کا وجود، اور نہ کسی جانب پانی یا چشمہ کا امکان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کو سنبھالا اور نہایت صبر واستقلال سے ماں اور

بیٹے کو ریت پر بٹھا کر رخصتی نظر ڈالی، اور ایک تھیلی جس میں تھوڑے سے چھوارے اور ایک چھوٹا سا مشکیزہ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کے پاس رکھ کر واپس ہونے کے ارادہ سے منھ پھیر لیا، بی بی ہاجر رضی اللہ عنہا کو اب تک خبر نہ تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب اپنے شوہر کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور نہایت حیرت انگیز آواز سے کہا: اے ابراہیم! اس بے آب وگیاہ وادی میں جہاں کوئی بھی متنفس موجود نہیں آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے بار بار اس جملہ کو دہرایا، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف التفات نہیں فرمایا، آخر میں حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے خود پوچھا: کیا اللہ تعالی نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں! اس پر حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر اللہ تعالی ہمیں ضائع نہیں کریں گے۔ (بخاری، کتاب الانبیاء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوئے اور مقام ثنیہ پر جہاں سے یہ لوگ آپ کو دیکھ نہ سکتے تھے، بیت اللہ کی طرف رخ فرما کر دعا فرمائی، اے ہمارے رب! میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کفِ دست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں، اے ہمارے رب! تا کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے، اور ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تا کہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔ [1]

اب بی بی ہاجر رضی اللہ عنہا اس لق ودق میدان میں تن تنہا اپنے معصوم بچے کے ساتھ چھوارے اور پانی سے دن بسر کرنے لگیں، چند روز گذرے تھے کہ تھیلی چھواروں سے خالی اور مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں، سامنے معصوم لخت جگر بھی پیاس وبھوک کی

---

[1]...... ﴿ رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ﴾ الخ۔
(پ:۱۳/ سورۂ ابراہیم، آیت نمبر: ۳۷)

شدت سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ ماں کی ممتا بچے کی اس بیتابانہ حالت کو برداشت نہ کرسکی اور وہاں سے ہٹ گئیں کہ بچے کی اس حالت کو نہ دیکھے اور کوہ صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی پانی کا نشان یا چلتا مسافر نظر پڑ جائے ،لیکن افسوس نہ کہیں پانی کا پتہ ملا اور نہ کسی آدمی یا جانور کا نشان نظر آیا، پھر اتر کر سامنے مروہ پہاڑی کا رخ کیا،مگر وہاں بھی مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا، بچے کی محبت اور بے چینی نے سات بار صفا پر چڑھایا،صفا سے اتار کر بیٹے کی جھلک دکھانے کے بعد سات بار کوہ مروہ پر جا کھڑا کیا،آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: لوگوں کے لئے سعی اسی وجہ سے مشروع ہوئی۔

ساتویں دفعہ کا چکر حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کی آزمائش کا آخری وقت تھا اور مروہ پر ایک آواز سنائی دی، کہنے لگیں: خاموش !اور خود اپنے ہی کو مخاطب بنا رہی تھیں اور آواز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوئیں ،آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، کہنے لگیں :تمہاری آواز میں نے سنی، اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو! کیا دیکھتی ہیں کہ فرشتہ اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کھود رہا ہے جس سے وہاں ایک قدرتی چشمہ نمودار ہوا۔ [۱]

مایوسی کے بعد اس چشمہ سے بی بی ہاجر رضی اللہ عنہا کو جو مسرت و فرحت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ مشکل ہے،جلدی جلدی حوض کی شکل بنانے لگیں ،اپنے مشکیزہ کو بھر لیا، یہی پانی آب زمزم کہلاتا ہے، یہ صاف اور شیرین پانی درحقیقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حالت طفولیت کا ایک زندہ معجزہ تھا۔

(تاریخ اسلام، باب اول، بخاری شریف، کتاب الانبیاء ، باب یزفّون)

---

[۱]...... یہ جو مشہور ہے کہ زم زم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے ایڑیاں رگڑنے سے نمودار ہوا، بے اصل بات ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۸۳ ج۱)

مرحوم حفیظ جالندھری نے ’’شاہنامہ‘‘ میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے ؎

جناب ہاجرہ تھیں دوسری بیوی پیمبر کی
ملا فرزند اسماعیل انہیں خوبی مقدر کی
ہوا سارہ کو رشک اس امر سے دل میں ملال آیا
نکل جائے یہاں سے ہاجرہ بس یہ خیال آیا
مشیت کو ادھر کچھ اور ہی منظور خاطر تھا
کہ نور احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا
ہوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
خدا کے آسرے پر وادئ بطحا میں چھوڑ آؤ
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمین پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریل کو پایا
انگوٹھا چوستے سائے میں اسماعیل کو پایا
ٹھٹھک کر رہ گئی اک اور نظارہ نظر آیا
قریب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا
زمین پر ایڑیاں رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہوا تھا چشمہ آب سرد و شیریں کا وہاں جاری
یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسماعیل کم سن سے
کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اس دن سے

چاہِ زمزم کی کھدائی کی تجدید اور عبدالمطلب کا خواب

قبیلۂ جرہم کا اصلی وطن یمن تھا۔ مشیت ایزدی سے یمن میں قحط پڑا، اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے، اتفاقاً آب زمزم پر پرندوں کے اڑنے اور چہچہانے کا منظر دیکھ کر متحیر ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ہم تجارت پیشہ لوگ عموماً اس راستہ سے گذرتے ہیں، لیکن اس لق ودق میدان میں کہیں پانی کا نشان نہیں دیکھا، پھر یہ پرندے کیوں اڑتے نظر آرہے ہیں؟

چنانچہ ایک شخص اس بات کی تحقیق کے لئے نکلا اور اس مقام پر آپہنچا جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، دیکھ کر حیران ہوا اور لوٹ کر اپنے ہمراہیوں سے قصہ بیان کیا، قافلہ زمزم کے قریب پہنچا اور اس جگہ کو پسند کیا تو حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ کیا آپ اجازت دے سکتی ہیں کہ ہم آپ کی خدمت میں اس متبرک چشمے کے کنارے رہنا اختیار کریں تا کہ آپ کو بھی چند ہم جنس شکلوں کے پاس رہنے سے انسیت حاصل ہو، اور ہم اس ہونہار لڑکے کو جوان ہونے پر اپنا سردار بنا کر عزت حاصل کریں؟۔

حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: تمہارے یہاں ٹھہرنے میں تو کوئی حرج نہیں، البتہ اس کا اندیشہ ہے کہ تم اس چشمہ پر اپنا مالکانہ قبضہ کا استحقاق نہ قائم کرنے لگو، اہل قافلہ نے عہد کیا آپ اطمینان رکھیں ایسا ہرگز نہ ہوگا، چنانچہ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے اجازت دی، اور قبیلۂ جرہم سے مکہ آباد ہونے کی بنیاد قائم ہوگئی۔

اس کے بعد اس قافلہ نے اپنے قبیلہ کو تمام معاملہ کی خبر دی، اور وہ لوگ مع اپنی قوم اور بال بچوں کے اپنے وطن سے منتقل ہوکر اس جگہ آگئے، اور مکانات تعمیر کر لئے، حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی۔

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری شادی اور بیت اللہ کی تعمیر اوراس سے پہلے ذبح کے واقعات بھی ہوئے۔اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کے والی اور قوم کے سردار تسلیم کئے گئے۔آپ کی وفات کے بعد خانۂ کعبہ کی تولیت آپ کے بڑے صاحبزادے ثابت بن اسماعیل کے ذمہ میں آئی، اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ کعبہ کی تولیت اولاد اسماعیل میں منتقل ہوتی رہی۔

قبیلۂ جرہم اس کو برداشت نہ کر سکے اور اولاد اسماعیل سے عداوت ومخالفت شروع ہوگئی، بالآخر مکہ کی حکومت اولاد اسماعیل سے نکل کر جرہم کے قبضہ میں آگئی یہاں تک کہ اسی قبیلہ کا ایک ظالم وسفاک، خائن وبدچلن عمر بن حارث مکہ کا بادشاہ ہوا۔

عمر بن حارث کی ظلم وزیادتی اور بیت اللہ کی بے حرمتی جب حد سے بڑھ گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے، مجبوراً قبیلۂ جرہم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو عمر بن حارث نے حجراسود کو اکھیڑ پھینکا، اور ایک مجسم طلائی ہرنی کی بیش قیمت مورت جو جواہرات سے مزین اسفند یار فارسی نے خانۂ کعبہ کو ہدیۃً بھیجی تھی اور جس کا نام ''غزال الکعبہ'' مشہور تھا مع ان چند جڑاؤ ہتھیاروں کے جو اسی طرح بیرونی ممالک سے تحفۃً آئے ہوئے اور بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے وہاں سے نکال کر چاہ زمزم میں ڈالدیئے، اور اوپر اس میں مٹی ڈلوا کر زمین کی سطح کو ہموار بنا دیا کہ زمزم کا نشان بھی نہ رہا۔حاکم کی اس گستاخانہ حرکت اور خاندان جرہم کی بداعمالیوں پر اللہ تعالی کی طرف سے ایک وباء ان میں پھیلی جس نے سینکڑوں کو ہلاک کردیا، اور بہتیرے جرہمی حرم مکہ چھوڑ بھاگے، اس طرح بغیر مقابلہ کے مکہ کی حکومت پھر اولاد اسماعیل کے ہاتھ

آ گئی۔

مگر بیر زمزم کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی، یہاں تک کہ جب مکہ مکرمہ کی حکومت عبد المطلب [۱] کے قبضہ میں آئی اور رب کعبہ نے چاہا کہ چاہِ زمزم جو عرصہ سے بے نام ونشان و بند پڑا ہے اس کو ظاہر کیا جائے تو رؤیائے صالحہ یعنی سچے خواب کے ذریعہ سے عبد المطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا۔

لیکن ہموار زمین پر بے نام ونشان کنویں کا پتہ لگنا اور اس کا کھودنا ناممکن تھا، حیران ہوئے کہ کیا کروں؟ آخر یہ سوچ کر کہ زمزم کھودنے کا غیبی حکم اگر حق ہے تو جگہ کا پتہ بھی خواب میں معلوم کرا دیا جائے گا، چنانچہ دوسری شب میں بتایا گیا کہ اساف و نائلہ [۲]

۱......عبد المطلب کا اصل نام شیبہ تھا۔ عبد مناف کے دو بیٹے ہاشم اور مناف تھے۔ ہاشم مال تجارت لے کر شام جاتے ہوئے مدینہ منورہ عمر بن لبید خزرجی کے مکان پر ٹھہرے اور عمر کی بیٹی سلمی کی پسندیدگی پر پیغام دے کر شادی کر لی۔ عمر نے شادی میں ایک شرط یہ لگائی کہ سلمی کے بچے مدینہ میں پیدا ہو، اس شرط کی وجہ سے حالت حمل میں سلمی کو مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک شام کا سفر کیا اور اسی سفر میں ہاشم کا انتقال ہو گیا، جس کا نام شیبہ رکھا گیا اور اس نے نانا کے ہاں ہی پرورش پائی۔ جب شیبہ کی عمر سات سال کی ہوئی تو عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ میرے بڑے بھائی ہاشم نے مدینہ منورہ میں شادی کی تھی اور اپنی نشانی شیبہ نامی چھوڑ گئے ہیں، چنانچہ مطلب نے مدینہ منورہ سفر کر کے شیبہ کو کھیل کے میدان سے اٹھا کر اونٹنی پر سوار کر لیا اور مکہ پہنچے، راستہ میں لوگوں نے مطلب سے پوچھا یہ کون ہے؟ چونکہ شیبہ کے کپڑے میلے کچیلے اور گرد آلود تھے، اس لئے مطلب نے بوجہ حیا یہ کہہ دیا کہ: میرا غلام ہے، اس لئے عبد المطلب (مطلب کا غلام) نام مشہور ہو گیا، مطلب نے مکہ معظّمہ پہنچ کر بھتیجے کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ مطلب کی وفات کے بعد عبد المطلب مکہ معظّمہ کے حاکم وامیر بنے۔

۲......اساف ایک مردانہ دیوتا کی شکل کا پتھر بنا ہوا بت تھا، جس کی قریش تعظیم کرتے اور اپنا معبود سمجھتے تھے، اور نائلہ عورت کی شکل پر بنی ہوئی مورت تھی جو اساف کے کچھ فاصلہ پر قریش کی دیوی بنی کھڑی تھی قریش ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس قربانیاں کیا کرتے تھے۔ (تاریخ اسلام)

بتوں کے مابین چاہِ زمزم کی وہ جگہ ہے جہاں صبح کو کوّا ٹھونگیں مارتا تم کو نظر آئے۔

چنانچہ عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں حطیم میں سورہا تھا [۱] کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا: ''احفر برّہ ''برّہ کو کھودو، میں نے دریافت کیا: ''وما برہ'' ؟ برّہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا، اگلے روز پھر اسی جگہ سورہا تھا کہ خواب میں دیکھا وہ شخص کہہ رہا ہے: ''احفر المضنونة ''مضنونہ کو کھودو، میں نے دریافت کیا کہ: مضنونہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا، تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے: ''احفر طيبة'' طیبہ کو کھودو، میں نے کہا: ''وما طيبة؟'' طیبہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا، چوتھے روز پھر اسی جگہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے: ''احفر زمزم ''زمزم کو کھودو، میں نے کہا: ''وما زمزم ''زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ''لا تنزف ابدا ولا تذم' تسقى الحجيج الاعظم'' وہ پانی کا ایک کنواں ہے کہ جس کا پانی نہ کبھی ٹوٹتا ہے اور نہ کبھی

''تاریخ مکہ مکرمہ'' میں ہے:

''اصاف مرد اور نائلہ عورت قبیلۂ جرہم سے تعلق رکھتے تھے اور یمن کے باشندے تھے، ان دونوں کی آپس میں محبت ہوگئی، جب یہ حج کرنے مکہ مکرمہ آئے تو لوگوں کی غفلت کے وقت حرم محترم میں بدفعلی کی، جس کی پاداش میں رب کعبہ نے انہیں انسانی شکل وصورت سے محروم کر کے پتھر بنا دیا۔ لوگ اس واقعہ سے بے حد متأثر ہوئے، اور انہیں وہاں سے اٹھا کر قریب ہی چاہ زمزم کے مقام پر پھینک دیا تا کہ لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور گناہ کا انجام دیکھیں، ان کے مجسمے وہاں پڑے پڑے جب ایک زمانہ گذر گیا تو مشرکین نے انہیں بھی معبودوں کے زمرے میں شامل کرلیا، اور ان کی عبادت کرنے لگے، ان کے نام کی نذریں مانی جانے لگیں، اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس قربانی کے جانور ذبح ہونے لگے، اسی وجہ سے جب عبدالمطلب وہاں زمزم کا کنواں کھودنے لگے تو قریش ان کے آڑے آئے تھے۔ (تاریخ مکہ مکرمہ ص ۳۹۳ ج ۲)

[۱] ......سیرت حلبیہ میں ہے کہ: میں حجر اسود کے مقام پر سورہا تھا۔ (سیرت حلبیہ ص ۷ ج ۱ قسط: ۲)

کم ہوتا ہے، بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔

عبد المطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا: میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے، قریش نے کھودنے کی مخالفت کی ،مگر عبد المطلب نے مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور کدال اور پھاوڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے ،اور نشان کے مطابق کھودنا شروع کر دیا، عبد المطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے، تین روز کے بعد ایک مَن ظاہر ہوئی، عبد المطلب نے فرط مسرت سے ''الله اکبر'' کا نعرہ لگایا اور کہا: ''هذا طوی اسماعیل'' یہ اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ [۱]

(تاریخ اسلام۔ سیرۃ المصطفی ﷺ)

فائدہ:......عبد المطلب کو خواب میں بجائے زمزم کے برّہ کہا گیا، اس لئے کہ یہ ابرار اور پاکباز لوگوں کے لئے جاری ہوا، پھر طیبہ کہا گیا، اس لئے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پاک مردوں اور پاک عورتوں کے لئے ہے، پھر مضنونہ اس لئے کہا کہ منافق کو دینے میں بخل چاہئے۔ مضنونۃ کے معنی ہیں قابل بخل۔ایک حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالی فرماتے ہیں: اس پانی کو آپ کے سوا دوسروں کے لئے روک دیا گیا۔آپ ﷺ سے مراد شاید یہ ہے کہ آپ کے متبعین کے سوا دوسروں پر یہ پانی بند کر دیا گیا ہے۔

(سیرت حلبیہ ص۶ ر قسط۲)

چاہِ زمزم کی گہرائی وچوڑائی

بیر زمزم مسجد حرام میں کس جگہ ہے؟ اور اس کی گہرائی وچوڑائی وغیرہ کے متعلق اکابرین کی تحریرات کا مختصر خلاصہ یہ ہے، امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

[۱]......مؤرخین نے لکھا ہے کہ: پانچ سو سال کے عرصہ تک زمزم بند رہا پھر عبد المطلب نے کھودا۔ (حلبیہ)

زمزم کا کنواں کعبہ شریف سے (شرقی جانب) ۳۸ر ذراع یعنی تقریباً: ۵۷ر فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

علامہ ازرقی تحریر فرماتے ہیں:

میں نے چاہ زمزم کی پیمائش کی، اس کی گہرائی: ۶۰ر ذراع یعنی ۹۰ر فٹ تھی۔ ۲۲۳ھ اور ۲۲۴ھ میں پانی کی مقدار میں بہت زیادہ کمی ہوگئی تھی، بلکہ ناپید ہو گیا تھا ان دنوں مجھے کنویں میں اترنے کا موقع بھی مل گیا، میں نے دیکھا کہ اس کے تین غار نما سوت (نکاس پانی نکلنے کی جگہ، منبع، سرچشمہ) ہیں: ایک حجر اسود کی طرف سے جاری ہے، دوسرا جبل ابی قبیس یعنی صفا کی طرف سے آ رہا ہے، اور تیسرا مروہ کی جانب سے۔ میں نے ایک غار یعنی سوت میں نماز بھی پڑھی۔

کنویں میں اس کے اندر سے مٹی گرتی رہی جس کے باعث پانی رفتہ رفتہ خشک ہو گیا، پھر ۲۲۴ھ میں ۹ر ذراع یعنی ۱۳ر فٹ اسے اور گہرا کیا گیا، اس طرح اس کی کل گہرائی ۶۹ر ذراع یعنی: ۱۰۳ر فٹ ہوگئی۔

اس میں سطح زمین سے: ۴۰ر ذراع تک پختہ چنائی تھی، اور اس کے نیچے پہاڑ کرید کر کھودا گیا جس کی گہرائی: ۲۹ر ذراع تھی۔ اس کے بعد ۲۲۵ھ میں اللہ تعالی نے خوب بارش برسائی اور سیلاب آیا جس سے آب زمزم میں فراوانی ہوگئی۔ کنویں کا منھ تین ذراع سے کچھ زائد چوڑا تھا۔

اسی طرح خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں بھی سالم بن الجراح نے اسے ایک ذراع یعنی ڈیڑھ فٹ مزید گہرا کیا گیا تھا۔ اور خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں بھی کچھ کھودا گیا تھا۔

(اخبار مکہ ص ۳۰۰)

’’غایۃ الاوطار‘‘ میں ہے کہ:

چاہ زمزم کی گہرائی: ۶۹ / ہاتھ یعنی: ۱۰۳ / فٹ ۶ / انچ، اور اس کا منھ: ۴ / ہاتھ یعنی: ۶ / فٹ چوڑا ہے۔ (غایۃ الاوطار ص ۵۸۰ ج ۱)

علامہ رفعت پاشا ’’مرأۃ الحرمین‘‘ میں لکھتے ہیں:

چاہِ زمزم کعبہ شریف سے: ۱۸ / مٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اس پر مربع شکل چبوترہ بنا ہوا ہے جو اندر سے: ۵ / مٹر اور: ۲۵ / سینٹی مٹر لمبا ہے، یہ چبوترہ دو منزلہ ہے۔

علامہ تقی الدین فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نے چاہ زمزم کے منھ کی بلندی کی پیمائش کی جو زمین سے اوپر تک پونے دو ذراع تھی، تقریباً دو فٹ: ۷ / انچ اور قطر: ۴ / ذراع تقریباً: ۶ / فٹ: ۹ / انچ، اور منھ کا کل محیط تقریباً پندرہ ذراع یعنی: ۲۲ / فٹ ۶ / انچ تھا۔ [1]

زمزم کے کنویں پر سب سے پہلے سنگ مرمر کا فرش اور سنگ مرمر کی جالی ابوجعفر نے اپنے عہد خلافت میں لگائی تھی، پھر مہدی عباسی نے اس کی ترمیم واصلاح کی، اس کے بعد عمر بن فرج نے ۲۲۰ھ المعتصم باللہ کے دور میں اسے تبدیل کیا اور صفا کی جانب ’’سقایۃ عباس‘‘ بنایا، بیر زمزم کے قبلہ کی چھت تبدیل کی، اندر سے زردوزی اور باہر سے نہایت عالی شان مینا کاری (چاندی سونے پر مرصع سازی، نگینے کا کام، باریکی) کرائی، دونوں جانب آہنی سلاخیں لگائیں جن سے قندیلیں لٹکائی جاتی تھیں۔ (اخبار مکہ ص ۳۰۰)

علامہ طاہر کردی ’’تاریخ عمارۃ المسجد الحرام‘‘ سے نقل کرتے ہیں:

---

[1] ..... قُطر: طرف، سمت، کنارہ، وہ خط مستقیم جو دائرے کے مرکز سے گذرتا ہوا دونوں طرف محیط تک چلا جائے، یہ دائرے کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

ہمارے زمانے میں چاہ زمزم کی صورت اس طرح ہے کہ: کنوئیں کا منھ گول ہے، اور اسے بند کرنے کے لئے سنگ مرمر کا ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے۔ یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا گیا کہ ۱۳۲۳ھ میں افغانستان کے ایک آدمی نے کنوئیں میں جھلانگ لگادی تھی، اسے نکالنے کے بعد سعودی حکومت نے ایسے واقعات کا سد باب کرنے کی غرض سے کنوئیں پر ایک وزنی پتھر رکھ دیا۔ (تاریخ القویم ص ۸۵ ج ۳)

چاہ زمزم پر قبہ بن جانے کے باوجود دروازہ اور تالا نہیں تھا، ۸۲۶ھ میں شیخ عبدالسلام بن ابی بکر زمزمی نے خلیفۂ وقت سے استدعا کی کہ نماز کے وقت بھی لوگ زمزم نکالنے اور پینے میں مشغول رہتے ہیں، اور ان کے شور کے باعث امام صاحب کو کوفت ہوتی ہے، لہذا دروازے اور تالے کا انتظام ہونا چاہئے، جس پر خلیفہ کے حکم سے دروازہ لگایا گیا، اور تالے کی چابی کا انتظام بھی ہو گیا۔ (تاریخ القویم ص ۸۵ ج ۳)

۱۳۸۳ھ میں مطاف کی توسیع کے باعث مذکورہ بالا عمارتیں مسمار کر دی گئیں اور زمزم کا کنواں زیر زمین بنا دیا گیا۔

چونکہ حجاج کی تعداد ہر سال بڑھتی رہتی ہے، اور حج کے ایام میں طواف کے دوران سخت تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً طواف زیارت میں بھیڑ کے باعث کعبہ شریف سے بہت دور بلکہ چاہ زمزم سے بھی باہر دور تک طواف کیا جاتا ہے، اس لئے سعودی حکومت نے پورا صحن حرم مطاف بنا دینے کا عظیم منصوبہ بنایا، جس کی وجہ سے ۱۳۹۹ھ میں چاہ زمزم پر پورا چھت ڈال دیا گیا، اور زمزم پینے کا انتظام باب عمرہ کی طرف تہہ خانے میں کر دیا گیا، جہاں مرد اور عورتوں کے لئے تقریباً چھ سو ٹوٹیاں لگائی گئی ہیں، اس لئے نہ تو زمزم پینے میں تکلیف رہی اور نہ ہی طواف کرنے میں دقت۔

نوٹ:...... چاہ زمزم کے متعلق یہ معلومات ''تاریخ مکۃ المکرّمہ'' ص ۴۰۵ سے ۴۱۴ ج ۲ ر تک کے مضمون سے لی گئی ہیں۔

بیر زمزم کا ظہور کتنے سال قبل ہوا

مؤرخین کے بیان کے مطابق بیر زمزم کو روئے زمین پر ظاہر ہوئے تقریباً ساڑھے چار سے پانچ ہزار سال ہوئے، تفصیل اس کی یہ ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دس قرن کا فاصلہ ہے، اور ایک قرن سو سال کا ہوتا ہے، تو یہ ایک ہزار سال ہوئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو سال (۱۹۰۰) کا فاصلہ ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے درمیان پانچ سو انہتر (۵۶۹) سال کا فاصلہ ہے، پھر آپ ﷺ کے ہجرت سے پہلے کے ترپن (۵۳) سال اور ہجرت سے آج تک کے چودہ سو انیس (۱۴۱۹) سال ملا کر چار ہزار نو سو اکتالیس (۴۹۴۱) سال ہوئے۔ [1] اس میں ایک سو سال کم کر دے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ

[1]......

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان	۱۰۰۰	سال
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان	۱۹۰۰	,,
حضرت محمد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان	۵۶۹	,,
ہجرت سے قبل کے	۵۳	,,
ہجرت سے آج تک کے	۱۴۱۹	,,
سب ملا کر	۴۹۴۱	,,

السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً سو سال تھی، تو یہ مجموعی تعداد چار ہزار آٹھ سو اکتالیس (۴۸۴۱) سال ہوگئی، واللہ اعلم۔

(فضل ماء زمزم ص ۳۳/۳۴)

امام حدیث ابن عساکر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق چار ہزار چار سو پینسٹھ (۴۴۶۵) سال ہوتے ہیں [۱] کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پینسٹھ (۵۶۵) سال، اور حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان پانچ سو بہتر (۵۷۲) سال، اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار تین سو چھپن (۱۳۵۶) سال، اور حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو (۶۰۰) سال کا فاصلہ ہے، اور ہجرت سے قبل آپ ﷺ کی زندگی کے ترپن (۵۳) سال اور ہجرت کے بعد چودہ سو انیس (۱۴۱۹) سال ملا کر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک کے سو (۱۰۰) سال نکال کر مجموعی تعداد چار ہزار چار سو پینسٹھ (۴۴۶۵) سال ہوتی ہے۔

---

[۱]......

حضرت ابراہیم وحضرت موسی علیہما السلام کے درمیان	۵۶۵	سال
حضرت موسی وحضرت داؤد علیہما السلام کے درمیان	۵۷۲	,,
حضرت داؤد وحضرت عیسی علیہما السلام کے درمیان	۱۳۵۶	,,
حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت محمد ﷺ کے درمیان	۶۰۰	,,
ہجرت کے قبل کے	۵۳	,,
ہجرت سے آج تک	۱۴۱۹	,,
سب ملا کر	۴۵۶۵	,,

امام حدیث ابن عساکر رحمہ اللہ نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ:

حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان..........	۱۲۰۰	سال کا فاصلہ ہے
حضرت نوح سے حضرت ابراہیم علیہما السلام تک کے درمیان.	۱۱۴۲	سال کا فاصلہ ہے
حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے درمیان......	۵۶۵	سال کا فاصلہ ہے
حضرت موسی اور حضرت داؤد علیہما السلام کے درمیان.........	۵۶۵	سال کا فاصلہ ہے
حضرت داؤد اور حضرت عیسی علیہما السلام کے درمیان.........	۱۳۵۶	سال کا فاصلہ ہے
حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان...	۵۰۲۰	سال کا فاصلہ ہے

اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس کم ایک ہزار سال ہوئی، اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل تقریباً چھ ہزار سال بعد یعنی ساتویں ہزار سال میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ رونق افراز ہوئے۔

(تاریخ ابن عساکر محمد بن اسحاق ص ۱۹/۲۰ ج ۱)

اس تفصیل کے مطابق اور بھی اقوال ہیں، مگر ابن عساکر نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر ص ۲۱ ج ۱/ بحوالۂ: سیرت خاتم الانبیاء ﷺ ص ۱۹)

ماءزمزم کے اسماء

کسی چیز کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے اس چیز کے اسماء کثرت سے ہوں، جیسے کسی شاعر کا یہ شعر ہے۔

واعلم بان کثرة الاسامی دلالة ان المسمی سام

اے مخاطب! جان لے کہ کثرت اسماء مسمی کی عظمت ورفعت پر دلالت کرتے ہیں۔

زمزم چونکہ زمین کے تمام پانیوں میں اشرف وافضل اور سید المیاہ (پانیوں کا سردار) ہے، اور متعدد فضائل وخصائص کا حامل ہے، اس کے ناموں کی تعداد بھی دسیوں تک پہنچی ہوئی ہے، چند اسماء کا ذکر معنی ومطلب کی تفصیل سے کیا جاتا ہے:

(۱)...... برکة ومبارکة: برکة سے ماخوذ ہے، یعنی زیادتی، بڑھوتری، نیک بختی، کثرت خیر۔ یہ تمام معانی زمزم میں پائے جاتے ہیں۔ حدیث میں بھی اس کا نام ''مبــارکة'' آیا ہے'' انها مبارکة ''۔ (کنز العمال ص ۲۲۳، ج ۱۲، حدیث نمبر: ۳۴۷۶۸)

(۲)...... برّة: برّہ کے معنی وسیع اور کشادہ کے ہیں، بیر زمزم کی وسعت کا کیا پوچھنا۔ برّ کا ایک معنی مہربانی اور احسان کے بھی ہے۔ بـرّہ اس لئے نام رکھا کہ اس پانی کے ذریعہ اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام (اور حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا) پر مہربانی فرمائی۔ عبد المطلب کو خواب میں اسی نام سے بیر زمزم کھودنے کا حکم ہوا تھا'' احفر برّة '' برّہ کو کھودو۔ (سیرۃ المصطفی ﷺ ص ۳۵ ج ۱)

(۳)...... بشری: خوشخبری یا خوشخبری دینا۔ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کے لئے لق و دق میدان میں یہی پانی خوشی کا ذریعہ بنا۔

(۴)...... تکتم ومکتومة: چھپا ہوا، پوشیدہ، چونکہ بیر زمزم کو قبیلۂ جرہم کے دور میں عمر بن

حارث نے بند کر کے اس طرح زمین کو ہموار کر دیا کہ زمزم کا نشان بھی باقی نہ رہا اور بالکل چاہ زمزم پوشیدہ ہوگیا تھا، پھر عبد المطلب نے اس کو کھود کر جاری کیا، اس لئے اس کا نام ''مکتومة ''ہوا۔

(۵)......حرمیۃ: حرم کی طرف نسبت کی وجہ سے، چونکہ بیر زمزم حرم بیت اللہ میں ہے، یا با عظمت ہونے کی وجہ سے ''حرمیة'' کہتے ہیں۔

(۶)......حفیرۃ عبد المطلب: جرہم کے دور میں بیر زمزم کے پوشیدہ ہوجانے کے بعد عبد المطلب نے اس کو کھودا تھا اس لئے اس کا یہ نام ہوگیا۔ ''حفیرہ'' کے معنی ہیں کھودا ہوا۔

(۷)......رکضۃ (ھمزۃ، ھزمۃ وطأۃ) جبریل علیہ السلام: رکضة کے معنی ہیں ایڑ، چونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ایڑی مارنے سے یہ کنواں وجود میں آیا، اس لئے یہ نام ہو گیا، حدیث میں بھی فرمایا'' وھی ھزمة جبریل '' یہ جبرئیل علیہ السلام کی ٹھوکر کا نتیجہ ہے۔''ھزمة أی ضربھا برجله فنبع الماء''۔

(کنز العمال ص ۲۲۵ ج ۱۲، حدیث نمبر: ۳۴۷۷۵)

(۸)......الرّواء: خوش گوار پانی، سیراب کرنے والا، ماءِ زمزم خوشگوار بھی ہے، اور سیراب کرنے والا بھی ہے۔

(۹)......زمزم: زمزم کے معنی بعض حضرات نے کثرت کے بیان کئے ہیں، اس مبارک پانی کی کثرت کی وجہ سے۔ بعض نے کہا: یہ زمّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی باندھنے اور روکنے کے ہیں، چونکہ جب یہ چشمہ ابلا تو حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا نے پانی کو جمع رکھنے اور بہہ جانے سے محفوظ کرنے کے لئے مٹی سے روکنا شروع کردیا، اس لئے اسے ''زمزم'' کہتے ہیں۔

(۱۰)......سابق : آگے بڑھنے والا ، چونکہ ماء زمزم کو اور پانیوں پر سبقت اور فضیلت حاصل ہے۔

(۱۱)......سالمۃ :اس مبارک پانی میں امراض سے سلامتی ہے۔

(۱۲)......سقیا اللہ اسماعیل علیہ السلام،(سقیا اسماعیل) : سقیا، پانی دینا، اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کی سیرابی کے لئے اس چشمہ کو جاری فرمایا۔حدیث میں بھی فرمایا:''ماء زمزم ....سقیا اسماعیل''۔

(کنز العمال ص۲۲۴ ج ۱۲)

(۱۳)......سیدۃ: سردار، ماءزمزم تمام پانیوں کا سردار ہے۔

(۱۴)......شبّاعۃ : سیر ہونے کے بعد بچارہ جانے والا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کا نام''شبّاعۃ'' آیا ہے:''عن ابن عباس قال : فی زمزم : کنا نسمیھا شبّاعۃ ، نعم العون علی العیال ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آب زمزم ہم لوگوں کے لئے عیالداری کا ایک بڑا اچھا سہارا تھا اور ہم اسے'' شبّاعۃ'' کہا کرتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق ص۱۱۷ ج ۵،حدیث نمبر:۹۱۲۰)

(۱۵)......شراب الابرار: ابرار اور نیک لوگوں کا پانی، یہی وجہ ہے کہ منافق سیر ہو کر نہیں پیتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:''صلوا فی مصلی الاخیار واشربوا من شراب الابرار ''نیک لوگوں کے مصلی پر نماز پڑھو اور نیک لوگوں کا پینا پیو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ: نیک لوگوں کا مصلی کیا ہے؟ فرمایا: میزاب رحمت کے نیچے،اور پوچھا گیا:''شراب الابرار'' کیا ہے؟ فرمایا: ماءزمزم۔

(اخبار مکہ ص۳۱۸ ج ۱۔فضل ماءزمزم ص ۱۲۸)

(۱۶)......شفاء سقم: بیماری سے شفا۔حدیث میں بھی یہ نام آیا ہے''انھا شفاء سقم''۔

(کنز العمال ص۲۲۳ ج ۱۲)

(۱۷)......صافیۃ: صاف ستھرا، خالص، وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔صافیہ بمعنی مصطفاۃ،یعنی چنا ہوا وھوظاہر۔

(۱۸)......طاہرۃ: پاک، ماءزمزم ہرعیب سے پاک ہے۔

(۱۹)......طعام طعم: بھوکے کا کھانا، کھانے کی چیز۔زمزم میں یہ تاثیر ہے کہ بھوک مٹانے کی نیت سے پیا جائے تو اس کا کام بھی دیتا ہے۔حدیث میں فرمایا:''خیر ماء علی وجه الارض ماء زمزم فیه طعام طعم''روئے زمین کا بہترین پانی ماءزمزم ہے یہ بھوکے کا کھانا ہے۔

(۲۰)......طعام الابرار: نیک لوگوں کا کھانا۔اللہ کے نیک بندوں نے کئی کئی روز ماءزمزم ہی کو غذا کے طور پر استعمال کیا۔

(۲۱)......طیبہ: پاک وحلال، صاف وخالص شراب۔طیبۃ، زمزم کا پانی۔

(بیان اللسان طری ص۴۷۶)

(۲۲)......ظاہرۃ: زمزم کے منافع ظاہر ہونے کی وجہ سے یہ نام ہوا۔

(۲۳)......ظبیۃ: ہرنی،ظبیۃ نام رکھنے کی وجہ غالبًا یہ ہوگی کہ''الظبی''کے معنی ہیں ہرن، نر یا مادہ۔صحت جسم کے متعلق عرب کا قول ہے''به داء الظبی''یعنی اسے کوئی مرض نہیں، اس لئے کہ ہرن کو سوائے مرض الموت کے کوئی بیماری نہیں ہوتی۔زمزم میں شفا کا ہونا نص و تجربہ دونوں سے ثابت، گویا ماءزمزم''ظبیۃ''ہے کہ ہرنی کو کوئی بیماری نہیں ایسے ہی زمزم پینے والے کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔

بیان اللسان میں ہے:''ظبیة''ہرنی.... خریطة: چاہ زمزم کا نام۔(ص ۴۷۷ ظ/ب)
خریطة: تھیلی جس میں بھر کر منھ بند کر دیا جائے، چونکہ زمزم بند کر کے لایا جاتا ہے۔
(۲۴)...... عاصمة: بچانے والا۔ جو زمزم سیر ہو کر پیتا ہے وہ نفاق سے بچ جاتا ہے، اس لئے''عاصمة'' کہتے ہیں، چونکہ زمزم کو منافق سیر ہو کر نہیں پیتے ا،ور زمزم کا سیر ہو کر پینا نفاق سے براءت ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

''التضلع من ماء زمزم براء ة من النفاق''۔(کنز العمال ص ۲۲۴ ج ۱۲)

دوسری حدیث میں ہے:''آیة ما بیننا وبین المنافقین انهم لا یتضلعون من زمزم'' ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ زمزم کو سیر ہو کر نہیں پیتے۔
(کنز العمال ص ۲۲۶ ج ۱۲، حدیث نمبر:۳۴۷۸۲)

(۲۵)...... عافیة: کئی مریضوں کو زمزم پینے سے امراض وغیرہ سے عافیت نصیب ہوئی۔
(۲۶)...... عصمة: بچاؤ، حفاظت۔زمزم بھوک وامراض سے بچاؤ ہے۔
(۲۷)...... عونة: عون بمعنی مدد یعنی عون العیال بچوں کے لئے مددگار۔

روایت میں اس کا نام''العون'' آیا ہے:''عن ابن عباس قال: نعم العون علی العیال''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آب زمزم ہم لوگوں کے لئے عیالداری کا ایک بڑا اچھا سہارا تھا۔(مصنف عبد الرزاق ص ۱۱۷ ج ۵، حدیث نمبر:۹۱۲۰)
(۲۸)...... غیاث: فریاد کو سننے والا۔حق تعالی نے اس پانی کے ذریعہ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا وحضرت اسماعیل علیہ السلام کی فریاد رسی فرمائی۔
(۲۹)...... کافیة: ماء زمزم ہر حاجت، ہر مرض اور ہر نیت کے لئے کافی ہے۔

(۳۰)......لاتنزف ولاتذم: نہ ختم ہونے والا اور نہ کم ہونے والا۔بعض حضرات نے کہا: ’’لا ذم‘‘ میں ذم مدح کے مقابلہ میں ہے یعنی برائی، یہ پانی مؤمن کے نزدیک قابل مدح ہے ،اس کی مذمت کافر ومنافق ہی کرسکتا ہے، گویا معنی ہوا نہ ختم ہونے والا، نہ برائی کئے جانے والا۔

عبدالمطلب کو جب خواب میں چاہ زمزم کھودنے کا حکم ملا اور کہا گیا: ’’احفر زمزم‘‘ زمزم کھودو، عبدالمطلب کہتے ہیں: میں نے پوچھا زمزم کیا ہے؟ تو جواب ملا ’’لا تنزف ابداً ولا تذم، تسقی الحجیج الاعظم ‘‘ وہ پانی کا ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی ٹوٹتا ہے اور نہ کبھی کم ہوتا ہے، بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔(سیرۃ المصطفی ﷺ ص۳۵ ج۱)

(۳۱)......مجلیۃ البصر: آنکھوں کی بینائی کو روشن کرنے والا۔

(۳۲)......مضنونۃ: قابل بخل۔’’مضنونۃ‘‘ کے معنی قابل بخل کے ہیں۔نفیس چیز میں انسان بخل سے کام لیتا ہے۔سو زمزم کا پانی نہایت پاکیزہ اور کثیر اور وسیع بھی ہے اور نہایت نفیس ہے، کافر اور منافق کو دینے میں بخل چاہئے۔یہ پانی مؤمن کے مناسب ہے کافر اور منافق کے مناسب نہیں۔(سیرۃ المصطفی ﷺ ص۳۵ ج۱)

عبدالمطلب کو چاہ زمزم خواب میں کھودنے کا حکم ہوا تو اس وقت بھی یہ جملہ کہا گیا: ’’احفر المضنونۃ‘‘ مضنونہ کو کھودو۔(سیرۃ المصطفی ﷺ ص۳۵ ج۱)

(۳۳)......معذبۃ: عذب سے ماخوذ ہے۔خوشگوار پانی، میٹھا پانی۔

(۳۴)......مغذیۃ: غذاء سے ماخوذ ہے۔ماءزمزم میں غذا ہے۔

(۳۵)...... مفداۃ: فداء سے ماخوذ ہے۔فداء کے معنی تعظیم اور بڑائی کے ہیں۔قابل عظمت پانی۔فداء کا ایک معنی فدیہ دینا بھی ہے۔زمزم کا نام فداء اس لئے ہوا کہ عبد

المطلب نے جب چاہ زمزم کھودنے کا ارادہ ظاہر کیا اور لوگوں سے خواب کا تذکرہ کیا تو لوگوں نے مخالفت کی، مگر عبدالمطلب نے کسی کی بات نہیں مانی اور کھودنا شروع کردیا، اس وقت یہ منت مانی کہ میں اس کام میں کامیاب ہوجاؤں تو ایک بیٹا اللہ کے نام پر فدیہ میں ذبح کروں گا جس کا قصہ مشہور ہے، چنانچہ لڑکے کے بدلے میں بطور فدیہ سو اونٹ ذبح کئے، یعنی زمزم کے بدلے میں اونٹ فدیہ میں دیئے اس لئے اس پانی کا نام ''مفداۃ'' ہوا،

(۳۶)......مؤنسۃ: انسیت دینے والا۔ مؤمن زمزم سے انسیت رکھتا ہے۔

(۳۷)......میمونۃ: یمن سے ماخوذ ہے، یعنی برکت۔ اس پانی میں برکت کا ہونا ظاہر ہے، ''برکۃ'' نام کی تفصیل گذر چکی ہے۔

(۳۸)......نافعۃ: نفع دینے والا۔ زمزم کے منافع کثیرہ سے کون انکار کرسکتا ہے؟

(۳۹)......نقرۃ الغراب الاعصم: غراب اعصم: کا معنی ہے سفید پیٹ والا کوّا۔ یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ عبدالمطلب کو خواب میں کنواں کھودنے کا حکم ملا تو آپ نے پوچھا یہ کنواں کس جگہ ہے؟ تو بتلایا گیا کہ ''عند قریۃ النمل عند نقرۃ الغراب الأعصم'' کہ قریۂ نمل کے پاس جہاں کل ایک سفید پیٹ والا کوّا ٹھونگیں مار رہا ہوگا۔ نقرۃ کے معنی ہیں پرندے کے انڈے رکھنے کی جگہ۔ یہاں سفید پیٹ والے کوّے کے لئے غراب اعصم کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اعصم کے ایک معنی سرخ چونچ اور سرخ پیروں والے کے بھی ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے غراب اعصم کے معنی صرف سفید پیٹ والے کوے کے کئے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سلسلہ میں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں میں شریف عورت کی مثال ایسی ہے جیسے سینکڑوں کوّوں میں غراب اعصم، یعنی سفید پیٹ والا کوا۔

غراب اعصم کے ایک معنی سفید پروں والے اور ایک معنی وہ کوا جس کا ایک پنجہ سفید ہو سے بھی کیا گیا ہے۔ (سیرت حلبیہ ص ۷ ج ۱ رقسط ۲)

''حیات الحیوان'' میں ہے کہ: غراب کی ایک قسم ''غراب اعصم'' ہے جو نہایت قلیل الوجود ہے، چنانچہ عرب اس کی قلت کو کہاوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں: ''اعــز مــن الغراب الاعصم''، یعنی غراب اعصم سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: کسی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا غراب اعصم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا ایک پاؤں سفید ہو۔

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ''مرالظہران'' میں تھے، ہم نے وہاں بہت کوّے دیکھے، جن میں ایک غراب اعصم بھی تھا، جس کی چونچ اور دونوں پاؤں سرخ تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں عورتوں میں سے نہیں داخل ہوگی، مگر اتنی مقدار کہ ان کوّوں میں غراب اعصم کی ہے۔

(حیات الحیوان، باب الغین ، الغراب)

ان کے علاوہ بھی چند اسماء اور بیان کئے گئے ہیں۔

۵۴/اسماءِ زمزم کی مجمل فہرست

۱	بركة	۱۵	الشبّاعة	۲۹	مُرُوِيَة	۴۳	شراب الأبرار
۲	برّة	۱۶	شبُعة	۳۰	مضنونة	۴۴	شفاء سقم
۳	بشرى	۱۷	صافية	۳۱	مُعذبة	۴۵	طعام طعم
۴	تكتم	۱۸	طاهرة	۳۲	مُغذية	۴۶	طعام الابرار
۵	حرميّة	۱۹	طيّبة	۳۳	مُفدّاة	۴۷	قرية النمل
۶	الرَّواء	۲۰	ظاهرة	۳۴	مكتومة	۴۸	لاتنزف ولا تذمّ
۷	رِوَى	۲۱	ظبية	۳۵	مونسة	۴۹	مأثرة العباس
۸	رَوِى	۲۲	عاصمة	۳۶	ميمونة	۵۰	مجلية البصر
۹	رِىًّ	۲۳	عافية	۳۷	نافعة	۵۱	حفرة جبريل
۱۰	زمزم	۲۴	عصمة	۳۸	حفيرة عبد المطلب	۵۲	هزمة جبريل
۱۱	زُمازِم	۲۵	عونة	۳۹	نقرة الغراب الأعصم	۵۳	همزة جبريل
۱۲	سابق	۲۶	غِياث	۴۰	سقيا الله اسمٰعيل	۵۴	وطأة جبريل
۱۳	سالمة	۲۷	كافية	۴۱	سقاية الحاج		
۱۴	سيّدة	۲۸	مباركة	۴۲	شبّاعة العيال		

کسی شاعر نے زمزم کے اسماء کوان اشعار میں جمع کیا ہے ؎

لزمزمَ اسماءٌ أَتَتْ فَهِيَ برّة ۱ وسيّدةٌ بُشرى وعصمةُ فاعلمِ

ونافعةٌ مضنونة عَوْنَةُ الورى ۲ ومُرويةٌ سُقيا وظَبْيَة فافهمِ

وهَمْزةُ جبريلَ وهَزْمتُه كذا ۳ مباركةٌ ايضاً شفاءٌ لأسقُمِ

ومُؤنِسةٌ ميمونةٌ حَرَمِيّة ۴ وكافيةٌ شبّاعةٌ بتكرُّمِ

ومُغذية عُدَّت وصافيةٌ غَدَتْ ۵ وسالمةٌ ايضاً طعامٌ لأطُعُمِ

شرابٌ لأبرار وعافيةٌ بَدَتْ ۶ وطاهرة تُكتَم فاعظِم بزمزمِ

(۱)......زمزم کے کئی اسماء آئے ہیں، پس برہ، سیدہ، بشری اور عصمہ وغیرہ ہیں، جان لو۔

(۲)......اور نافعہ، مضنونہ، عونہ، (مخلوق کا مددگار) اور مرویہ، سقیا اور ظبیہ ہے، سمجھ لو۔

(۳)......اور ہمزہ جبرئیل اور ہزمۃ جبرئیل، اسی طرح مبارکہ بھی اور (مریضوں کے لئے) شفاء ہے۔

(۴)......اور مونسہ، میمونہ اور حرمیہ اور کافیہ شباعہ ہے۔ (جو سخاوت سے سیر کرتا ہے)

(۵)......اور مغذیہ (غذا دینے والا شمار کیا گیا ہے) اور صافیہ (دوسری ملاوٹ سے پاک) ہے اور سالمہ بھی اور طعام اطعم (کھانوں کا کھانا) بھی۔

(۶)......اور شراب الابرار (نیک لوگوں کا پینا) اور عافیہ (عافیت دینے والا) ہے اور طاہرہ، تکتم ہے زمزم کتنی عظمت والا ہے۔

ابراہیم بن عبداللہ الطائی [۱] نے بھی درج ذیل اشعار میں زمزم کے اسماء کو جمع کیا ہیں ۔

لزمزمَ اسماءُ منها زمزمُ	۱	طعام طُعم و شفاء مَنْ يَسْقَمُ
سُقْيَا نبی اللہ اسماعيلا	۲	مُروِيَة هَزْمة جبرائيلا
مغذية عافية و كافيهُ	۳	سالمةٌ وعِصْمَةٌ وصافِيَهُ
و بَرّة بركةٌ مباركه	۴	نافعة سرّ يغشى ناسكهُ
مُؤنِسةٌ حَرَمِيَّة ميمونَهُ	۵	و ظَبْية طاهرة مضنونة
سيدة و عَوْنة قَدْ دُعِيَت	٦	شبَّاعة العيال قِدَماً سُمِّيَت

(۱)......زمزم کے بکثرت اسماء ہیں، ان میں زمزم، طعام طعم، اور شفاء ہے۔

(۲)......اللہ کے نبی اسماعیل علیہ السلام کے لئے سیراب کرنے والا اور مرویہ، ہزمۃ جبرئیل۔

(۳)......مغذیہ، عافیہ، کافیہ، سالمہ عصمہ اور صافیہ ہے۔

(۴)......اور برہ ، برکہ، مبارکہ، نافعہ ہے، ایسا راز ہے جو اپنے تلاش کرنے والے کو ڈھانپ لیتا ہے۔

(۵)......مونسہ، حرمیہ، میمونہ اور ظبیہ، طاہرہ، مضنونہ ہے۔

(٦)......سیدہ اور عونہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے، زمانہ قدیم سے شباعۃ العیال رکھا گیا ہے۔

[۱]......برہان الدین قیراطی: قاہرہ کے بڑے شعراء میں سے تھے۔ فقہ وادب سے خاص شغل تھا، مکہ میں اقامت اختیار فرمائی اور وہیں: ۷۸۱ھ میں وفات پائی۔ ان کا ایک دیوان بھی ہے۔

فضائل ماءزمزم......زمین کا بہترین پانی آب زمزم ہے

(۱)......عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خَيرُ مَاءٍ عَلٰى وَجهِ الاَرضِ مَاءُ زَمزَمَ ' فِيهِ طَعَامُ الطُّعمِ وَشِفَاءُ السُّقمِ ، وَشَرُّ مَاءٍ عَلٰى وَجهِ الاَرضِ مَاءٌ بِوَادِى بَرهُوتَ بِقُبَّةِ حَضرَمُوتَ كَرِجُلِ الجَرَادِ مِنَ الهَوَامِ تُصبِحُ تَتَدَفَّقُ وَ تُمسِى لاَ بِلاَلَ بِهَا۔

(فیض القدیر ص۱۵۱ ج۳،حرف الخاء۔کنز العمال ص۲۲۵،ج۱۲،رقم الحدیث:۳۴۷۷۰/و: ۳۴۷۷۹۔الترغیب والترهیب ،کتاب الحج)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین کا بہترین پانی آب زمزم ہے، یہ بھوکے کا کھانا بھی ہے اور بیمار کے لئے دوا بھی ،اور روئے زمین کا بدترین پانی ''حضرموت'' کی وادی ''برہوت'' کے ایک گنبد میں (ایک کنویں) کا ہے، ٹڈی دَل کی طرح (ایک دم آتا ہے) صبح دیکھئے تو فوارے چھوٹ رہے ہیں، اور شام ہوتے ہوئے ذراتری کا نشان تک بھی نہیں ہوتا۔

تشریح:......آب زمزم دنیا کے اور پانیوں سے کئی لحاظ سے افضل ہے۔علاوہ اور تمام خوبیوں کے ایک خاص خوبی اس کی یہ ہے کہ یہ بھوکے کے لئے غذا ہے اور بیمار کے لئے دوا ہے۔

زمزم میں غذا ہے

ظہورزمزم کے واقعہ پرغور کیجئے! بے آب وگیاہ میدان میں حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف فرما ہیں، کھانے پینے کا تھوڑا سا سامان بھی ختم ہوگیا، والدہ کی محبت بچے کی بیتابی کو برداشت نہ کرسکی اور صفا کے درمیان سہارے کی تلاش میں

سات چکر لگائے، ساتویں مرتبہ میں مروہ پر فرشتے کی آواز سنائی دی اور اس کی ایڑی سے زمین میں چشمہ جاری ہوا۔ یہ مبارک پانی حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کے لئے غذا بنا اور اسی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دودھ کا انتظام ہوا۔ اس کی یہ صفتِ غذائیت آج بھی ہے اگر یقین صادق ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں اول اول مکہ معظّمہ تشریف لائے، تو بیان فرماتے ہیں کہ: ایک مہینہ تک میرا کھانا سوائے زمزم کے کچھ نہ تھا (اور صرف اتنا نہیں کہ آرام سے ان کا گذر ہو گیا، بلکہ ان کا بیان ہے کہ) میں موٹا ہو گیا، اور میرے پیٹ میں موٹاپے کی وجہ سے سلوٹیں پڑ گئیں، اور میں نے اپنے کلیجہ میں بھوک کی ناتوانائی نہیں پائی۔

" ولقد لبثت یابن اخی ثلاثین بین لیلة و یوم ' ما کان لی طعام الا ماء زمزم ' فسمنتُ حتی تکسَّرَت عُکَنُ بطنی ' وما وجدت علی کبدی سخفة جوع "،

(مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی ذر)

شیخ عبد الرشید ابراہیم رحمہ اللہ[1] فرماتے ہیں کہ: میں نے ہفتوں بھوک کو مٹانے میں زمزم کے استعمال پر کفایت کی۔

شیخ محمد سعید طنطاوی رحمہ اللہ نے حرم شریف میں رمضان کے اخیری عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پورے دس دن میں سوائے زمزم کے کوئی چیز کھانے پینے کی نہیں تھی۔

جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے ایک استاذ سترہ دن تک ایسے مرض میں رہے کہ کلام و طعام تک کے لئے منھ نہ کھول سکے، ان ایام میں زمزم حلق میں اتارا گیا، فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ......التتاری احد علماء التتار فی العهد العثمانی ، المتوفی:۱۹۴۴۔

سترہ دن تک بھوک و پیاس محسوس نہ ہوئی، پھر شفایاب ہوئے۔ (فضل ماءزمزم ص۷۲)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''زادالمعاد'' میں لکھا ہے کہ: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے نصف ماہ بلکہ اس سے زیادہ مدت تک صرف زمزم کے پانی کو غذا کے طور پر استعمال کیا اور اس کو بھوک نہ لگی، اور دوسرے لوگوں کی طرح طواف کرتا تھا، اور لکھتے ہیں کہ: اس نے مجھ سے بیان کیا کہ: میں نے بعض مرتبہ چالیس روز تک صرف آب زمزم پر اکتفا کیا اور قوت میں کوئی کمی نہیں آئی، روزہ بھی رکھتا تھا، طواف بھی کرتا تھا، اور جماع بھی کرتا تھا۔ (معلم الحجاج ص۳۰۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آب زمزم ہم لوگوں کے لئے عیال داری کا ایک بڑا اچھا سہارا تھا، اور ہم لوگ اسے " شبّاعة " (سیر ہونے کے بعد بچا رہ جانے والا) کہا کرتے تھے۔

(رواہ الطبرانی عن ابی الطفیل وھو صحیح الاسناد۔ انتخاب الترغیب والترھیب ص۹۷ ج۳)

زمزم مؤمن کا پیٹ بھرے گا

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: زمزم سے مؤمن کا پیٹ بھر جائے گا اور منافق کا پیٹ نہیں بھرے گا، گویا کہ یہ ایمان کی اور نفاق کی علامت ہے۔

(تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۳۹۵، ج۲)

زمزم میں شفا ہے

ماءزمزم میں اللہ تعالی نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ دوا کا کام دیتا ہے۔ خود نبی پاک ﷺ زمزم کو برتنوں اور مشکیزوں میں لے جایا کرتے تھے اور بیماروں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے: وحمل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم زمزم فی الأداوی والقِرَب، وکان

يصب منه على المرضى ويسقيهم۔

(سنن بیہقی ص۲۰۲ ج۵، وحسّنه الحافظ السخاوی فی المقاصد الحسنة ص۳٦٠۔
فضل ماء زمزم ص۷۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج فرمایا تو زمزم کے پاس تشریف لے گئے، اور زمزم پیا اور اپنے چہرہ اور سر پر بہایا اور فرما رہے تھے: ''زمزم شفاء لما شرب له'' یعنی زمزم میں شفا ہے اور تمام مقاصد کا حل ہے۔ (حوالۂ بالا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس علم کی وجہ سے زمزم پیتے وقت شفا کی دعا مانگا کرتے: وكان ابن عباس اذا شرب ماء زمزم قال : اللهم انى اسألك علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من كل داء۔ (اعلاء السنن ص۲۱۱ ج۱۰ ، رقم الحديث:۲۸۰٦)

وھب ابن منبہ رحمہ اللہ (تابعی) فرماتے ہیں: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں وھب کی جان ہے جو بھی آدمی اعتماد کے ساتھ زمزم کو سیر ہو کر پیئے گا اللہ تعالی اس سے ہر بیماری کو نکال دیں گے اور اسے شفا عطا فرمائیں گے۔

(مصنف عبدالرزاق ۵/۱۱۷، رقم الحديث:۹۱۲۱۔ فضل ماء زمزم ۷۵)

آب زمزم معدہ وغیرہ کے لئے مفید ہے

آب زمزم کی کیمیاوی تحقیقات اور طبی مطالعہ نے بتایا کہ اس میں وہ اجزاء شامل ہیں جو معدہ، جگر، آنتوں کے لئے مفید ہیں۔

اس زمانے کے ان اطباء اور فلاسفوں کا یہ قول کہ:

ماء زمزم صحت کے لئے مضر ہے، کیونکہ یہ کنواں بند ہے، اس میں ہوا اور سورج کی حرارت نہیں پہنچتی۔

وہ حضرات اس حقیقت کو بھول گئے کہ زمزم عام کنوؤں کی طرح نہیں، بلکہ یہ ایک جاری چشمہ ہے جو حجر اسود کی طرف سے نکلتا ہے، اور جاری پانی ہوا اور سورج کی حرارت کا محتاج نہیں ہوتا، اور ان کا یہ قول مسلمانوں کے دلوں سے ماء زمزم کی عظمت کو کم کرنے کے لئے ہے۔ (اعلاء السنن ص ۲۰۹ ج ۱۰)

حدیث پاک کا دوسرا جز کہ:

روئے زمین کا بدترین پانی حضر موت کی وادی برھوت کے ایک گنبد کا ہے۔

جزیرۂ عرب کے جنوب میں سعودی مملکت یمن، عدن اور بحر عرب کے درمیان ''حضر موت'' کا علاقہ ہے۔

(المنجد: قسم الادب والعلوم ص ۱۶۱۔ حضر موت کی تحقیق کے لئے دیکھئے! ''تاریخ ارض القرآن'' ص ۲۳۱ ج ۱)

جس کی ایک وادی یا کھائی کا نام ''برھوت'' ہے۔ ''مصنف عبدالرزاق'' میں ابن جریج کے حوالے سے ایک عام خیال کے طور پر نقل کیا گیا ہے کہ: ''شر ماء فی الارض ماء برھوت شعب من شعاب حضر موت''۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۶ ج ۵)

اور اسی نام سے وہاں ایک بہت گہرا کنواں بھی ہے۔ (النهاية)

جس کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ (المنجد)

نوٹ:...... یہ تمام حوالجات ''انتخاب الترغیب والترھیب'' ص ۹۷ ج ۲/ سے ماخوذ ہیں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے چار ہزار ساتھیوں کو لے کر یہاں آ کر مقیم ہوئے تھے، ان کی وفات کے بعد وہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے، پھر ایک اور نبی علیہ السلام ان کے پاس آئے انہوں نے ان کو قتل کر ڈالا، اس پر عذاب الٰہی

آیا اور وہ سب تباہ ہو گئے، اس کنویں پر اسی عذاب کے اثرات ہیں۔

متعدد مفسرین نے یہ واقعہ سورۂ حج کی آیت:۴۵﴿ وبئر معطلة و قصر مشيد ﴾کے تحت بروایت مجاہد ذکر کیا ہے۔

ملاحظہ ہو''کشاف''ص ۳۶ ج ۳''روح المعانی''ص ۱۵۱ ج ۱۷۔ برہوت کے متعلق لوگوں میں عجیب عجیب خیالات پھیلے ہوئے تھے، دیکھئے''معجم البلدان''ص ۱۵۷ ج ۲۔

(انتخاب الترغیب والترھیب ص ۹۸ ج ۳)

ٹڈی دَل کی تشبیہ بظاہر اس لحاظ سے ہے کہ یہ جب کہیں آتی ہیں تو ایک دم دل بادل آتے ہیں، اور جب گئیں تو تمام کی تمام صاف ہو گئیں۔اسی طرح تیزی سے ایک دم آنے والے پانی میں ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ پانی بھرنے والوں اور پینے والوں کو اس میں سے لینا مشکل ہوتا ہے، اور جب تیزی ختم ہوئی تو ایسا نہیں کہ تھوڑا بہت بھرا رہ گیا، بلکہ ایک دم ساتھ کی ساتھ تمام خشک ہو گیا۔(انتخاب الترغیب والترھیب ص ۹۸ ج ۳)

ماءِ زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہو

(۲)......عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ ، فَإِنْ شَرِبْتَهُ تستَشْفِي بِهٖ شَفَاكَ اللّٰهُ ، وَاِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيذاً اَعَاذَكَ اللّٰهُ ، وَاِن شَرِبْتَهُ لِيَقْطَعَ ظَمأَكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ ، وَاِنْ شَرِبْتَهُ لِيُشْبِعَكَ اَشْبَعَكَ اللّٰهُ ، وَهِيَ هُزْمَةُ جِبْرِيْلَ وَسُقْيَا اِسْمَاعِيْلَ عليه السلام ۔

(كنز العمال ص۲۴ ج ۱۲، رقم الحديث :۳۴۷۷۵ ،الترغيب والترهيب ،كتاب المناسك ، اعلاء السنن ص ۲۱۱ ج ۱۰، رقم الحديث:۲۸۰۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا: آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے اس میں مفید ہے،تم اگر اسے (بیماری سے) شفایابی کے لئے پیوتو اللہ تعالی تمہیں شفا دیں گے،اور اگر تم اسے کسی چیز سے (خدا کی) پناہ لینے کی غرض سے پیو گے تو اللہ تعالی تمہیں اپنی پناہ میں لے لیں گے،اور اگر تم اسے پیاس بجھانے کے لئے پیو گے تو اللہ تعالی تمہاری پیاس بجھا دیں گے، اور اگر تم اسے (بھوک سے) سیری کے لئے پیو گے تو اللہ تعالی تمہیں سیر کر دیں گے، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ٹھوکر (اور قدرت کی طرف سے) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سیرابی کا انتظام تھا۔

تشریح:...... جہاں اس وقت زمزم کا کنواں ہے اس کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو اس وقت دودھ پیتے تھے اور اپنی بیوی حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا کو خدا کے حوالے کر کے چلے گئے تھے۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ پانی تھا نہ سبزہ، جب یہ دونوں حضرات اس بے آب و گیاہ وادی میں پیاس سے بیتاب ہوئے تو اللہ تعالی نے فرشتہ بھیجا جس نے اپنا بازو یا ٹھوکر مار کر بحکم الٰہی زمین سے یہ چشمہ جاری کیا۔

ایک روایت میں ہے ''أو لحاجة قضاها الله ''یعنی جس ضرورت کے لئے زمزم پیا جائے اللہ تعالی اس ضرورت کو پورا فرمائے گا۔(کنز العمال ص۲۲۵ ج ۱۲، رقم الحدیث:۳۴۷۷۶)

عبدالعزیز بن رواد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ایک نیک چرواہا تھا جب اسے بھوک تنگ کرتی وہ آب زمزم پیتا تو اس میں دودھ کا سا ذائقہ،لذت ،فرحت اور طاقت پاتا، اور جب نماز کے لئے وضو کی غرض سے آب زمزم لیتا تو اس میں پانی کی خاصیت محسوس کرتا۔

(تاریخ القویم ص۶۹ ج۳۔تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۳۹۷ ج۲)

زمزم پلاؤ اور نیک کام میں لگے رہو

(۳)......عن ابن عباس : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ اِلَی السِّقَایَۃِ فَاسْتَسْقٰی ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ : یَا فَضْلُ ! اذْہَبْ اِلٰی اُمِّکَ فَائتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِہَا ، فَقَالَ : اسْقِنِیْ ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! اِنَّہُمْ یَجْعَلُوْنَ اَیْدِیَہُمْ فِیْہِ ، قَالَ اِسْقِنِیْ ، فَشَرِبَ مِنْہُ ، ثُمَّ اَتٰی زَمْزَمَ وَہُمْ یَسْقُوْنَ وَ یَعْمَلُوْنَ فِیْہَا ، فَقَالَ اعْمَلُوا فَاِنَّکُمْ عَلٰی عَمَلٍ صَالِحٍ ، ثُمَّ قَالَ لَوْلاَ اَن تُغْلَبُوا لَنَزَلتُ حَتّٰی اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰی ہٰذِہٖ وَاَشَارَ اِلٰی عَاتِقِہٖ ، رواہ البخاری۔(مشکوۃ، باب خطبۃ یوم النحر ،الفصل الاول)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سبیل پر تشریف لائے اور زمزم کا پانی مانگا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ: فضل ! اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور رسول کریم ﷺ کے لئے ان سے (زمزم کا وہ) پانی مانگ لاؤ (جو ان کے پاس رکھا ہوا ہے، اور ابھی استعمال نہیں کیا ہے) آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ: تم تو مجھے (اسی سبیل سے) پانی پلا دو، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: (کوئی مضائقہ نہیں ہے) مجھے (اسی میں سے) پلا دو، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پانی میں سے پیا، اور زمزم کے کنویں کے پاس تشریف لائے جہاں لوگ (عبدالمطلب کے خاندان والے) لوگوں کو پانی پلا رہے تھے، اور اس خدمت میں پوری طرح مصروف تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنا کام کئے جاؤ، کیونکہ تم ایک نیک کام میں لگے ہوئے ہو، پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پالیں گے تو میں (اپنی اونٹنی پر سے) اترتا (جس پر آپ ﷺ سوار تھے تاکہ آپ ﷺ سب کے سامنے رہیں، اور لوگ آپ

ﷺ سے حج کے عملی احکام سیکھیں) اور آپ ﷺ نے اپنے مونڈھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: رسی اس پر رکھتا (یعنی اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے پانی کھینچتا دیکھ کر میری سنت کی اتباع میں پانی کھینچنے لگیں گے، اور اس سعادت کے حصول کے لئے اتنا اژدحام کریں گے کہ وہ تم پر غالب آجائیں گے، اور تمہیں پانی نہ کھینچنے دیں گے، جس کی وجہ سے یہ مقدس خدمت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی تو میں بھی اپنی اونٹنی سے اتر کر اس کنویں سے پانی کھینچتا۔

تشریح:...... ''لوگ اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے ہیں'' اس بات سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ: یہاں پانی پینے والوں کا اژدحام رہتا ہے، اس میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کے ہاتھ صاف ستھرے نہیں ہوتے، اور وہ پانی پینے کے لئے اس حوض میں اپنے ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں، اس لئے میں نے آپ ﷺ کے لئے اس پانی میں سے منگایا ہے جو بالکل الگ رکھا ہوا ہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ: اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تم مجھے اسی حوض میں سے پانی پلا دو، چنانچہ آپ ﷺ نے اسی حوض سے پیا، گویا یہ بات اس روایت کی مانند ہے جس میں منقول ہے کہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کا بچا ہوا پانی از راہ تبرک پینا پسند فرماتے تھے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بطریق مرفوع (یعنی آپ ﷺ کا ارشاد گرامی) نقل کیا ہے کہ: یہ چیز تواضع میں داخل ہے کہ انسان اپنے (کسی) بھائی کا جھوٹا پیئے۔

لیکن لوگوں میں جو یہ حدیث مشہور ہے کہ ''سور المؤمن شفاء'' (مرقاۃ ص۳۶۹ ج۵) مؤمنین کا جھوٹا شفاء ہے۔ تو اس کے بارہ میں علماء لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث غیر معروف

ہے۔اس کے صحیح ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ۱؎

مذکورہ بالا روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ زمزم کے کنویں سے پانی کھینچنے اور پینے کے لئے اونٹنی سے اترے نہیں، جب کہ ایک روایت میں جو حضرت عطاء رحمہ اللہ سے منقول ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ: آنحضرت ﷺ جب طواف افاضہ کر چکے تو آپ ﷺ نے زمزم کے کنویں سے ڈول (میں پانی) کھینچا اور اس کھینچنے میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھا، پھر آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور ڈول میں جو پانی بچ گیا اسے کنویں میں ڈال دیا۔

ان دونوں روایتوں میں مطابقت یہ ہے کہ پہلے تو آنحضرت ﷺ بھیڑ کی وجہ سے اونٹنی سے نہ اترے ہوں گے، پھر دوبارہ تشریف لائے تو بھیڑ دیکھ کر پانی کھینچا اور پیا،

۱؎......''فتاوی قاسمیہ'' (ص ۲۶۱ ج ۴، کتاب العلم) میں ہے:

''سور المؤمن شفاء '' یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں، البتہ بعض علماء نے معنی کے اعتبار سے اس مفہوم کو صحیح کہا ہے، مگر حدیث نہیں ہے، اور وہ بھی پاک ہونے کے اعتبار سے ہے۔

'' واما ما يدور على الالسنة قولهم : سور المؤمن شفاء ، فصحيح من جهة المعنى ''۔

(موضوعات الکبیر ص ۴۰)

'' و اما ما على الالسنة من ان : سور المؤمن شفاء ، ففى الافراد للدار قطنى من حيث نوح بن ابى مريم عن ابى جريج عن عطاء عن ابن عباس رفعه : من التواضع ان يشرب الرجل من سور اخيه ''۔(المقاصد الحسنہ ص ۲۷۰، رقم الحدیث: ۵۳۲)

''سور المؤمن شفاء : قال النجم : ليس بحديث ، نعم رواه الدار اقطنى فى الافراد عن ابن عباس بلفظ : من التواضع ان يشرب الرجل من سور أخيه ، قال النجم : قلت : ليس من هنا ، فأحدث الان فى اكثر البلدان من طلب الشرب القهوة البنية من انعام الأمرد الذى بعدساقيا ، و يسبحون ذلک زمزمة –الى –على ان هذا ليس بحديث ، و زعم انه حديث أو ابهام انه حديث كذب على رسول الله صلى الله على وسلم ''۔(کشف الخفاء ص ۴۰۵ ج ۱، رقم الحدیث: ۱۴۹۸)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا روایت کا تعلق پہلی مرتبہ سے ہے، اور حضرت عطاء رحمہ اللہ کی روایت کا تعلق دوسری مرتبہ سے ہے۔

(ترجمہ وتشریح از: مظاہر حق ص۴۲۷ ج۲)

زمزم کا پینا کفارۂ ذنوب کا سبب ہے

(۴)......عن جابر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ أُسْبُوعاً ، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ، وَشَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ بَالِغَة مَا بَلَغَتْ ۔(فضل ماء زمزم ص۱۱۴)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے کعبہ شریف کا طواف سات چکر لگا کر پورا کیا، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل پڑھے، اور آب زمزم پیا تو اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

زمزم بخار کو ٹھنڈا کرتا ہے

(۵)......عن ابی جمرة الضبعی قال : كنت أُجَالِسُ ابنَ عباس بِمَكَّةَ ، فَأَخَذَتْنِي الْحُمّٰى ، فقَالَ : اَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ، فَإِنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : هِيَ الْحُمّٰى مِنْ فَيحِ جَهَنَّمَ ، فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ –أَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ–۔

(بخاری، کتاب بدء الخلق ، باب صفة النار ، رقم الحدیث:۳۲۶۱)

ترجمہ:......ابو جمرہ ضبعی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: میں مکہ معظّمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا، وہاں مجھے بخار آنے لگا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس بخار کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرلو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کے سانس کے اثر سے ہوتا ہے، اس لئے اسے پانی سے ٹھنڈا کرلیا کرو– یا یہ فرمایا کہ: زمزم کے

پانی سے ٹھنڈا کرو۔(راوی حدیث ہمام کوشبہ تھا)

مسند احمد بن حنبل میں بغیر شک کے ''فابر دوھا بماء زمزم'' آیا ہے۔(ص۲۹۱ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کی گرمی سے ہے، لہذا اسے زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔(تاریخ مکہ ص۳۹٦ ج۲)

چاہ زمزم بہترین کنواں ہے

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: بستیوں میں سے دو بستیاں بہت بہتر ہیں: ''مکہ مکرمہ'' اور وہ بستی جس میں سیدنا آدم علیہ السلام کا نزول ہوا تھا، اور دو بستیاں بہت ہی بری ہیں ''الاحقاف'' اور ''حضر موت'' جسے ''برھوت'' بھی کہتے ہیں، اور کنوؤں میں بہترین کنواں ''زمزم'' ہے اور بدترین کنواں ''برھوت'' ہے جس میں کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔(جامع اللطیف ص۱٦۲، تاریخ مکہ ص۳۹٦ ج۲)

زمزم اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہوسکتی

ایک روایت میں ہے کہ: جس بندہ کے پیٹ میں زمزم گیا تو پھر زمزم کی وجہ سے وہ انسان جہنم میں نہیں جائے گا، کیونکہ آگ اور زمزم ایک جگہ اکھٹے نہیں ہوسکتے۔''لا یجمع ماء زمزم و نار جھنم فی جوف عبد''۔(جامع اللطیف۔تاریخ مکہ ص۴۱۰/۳۹۷ ج۲)

قیامت کے قریب بھی زمزم کا پانی باقی رہے گا

قیامت کے قریب اللہ تعالی تمام زمین سے میٹھا پانی خشک کردیں گے، مگر زمزم کا پانی اس وقت بھی باقی رہے گا۔(اخبار مکہ۔تاریخ مکہ ص۴۱۴)

ماءِ زمزم کے خصائص

(۱)...... ماءِ زمزم جنت کے چشموں سے ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ایک حبشی بئر زمزم میں گر کر مر گیا تو ایک آدمی کو اتارا، تاکہ اس کو نکالے، چنانچہ اس کو نکالا، پھر فرمایا: اس کا پانی نکالو اور آپ نے کنویں میں اترنے والے سے فرمایا: اپنا ڈول بیت اللہ یا رکن (حجر اسود) سے متصل چشمہ کی طرف سے ڈالو، اس لئے کہ وہ جنت کے چشموں سے ہے۔

(مصنف ابن شیبة ۱/۱۶۲۔ وقد توسع فی اثبات هذا الاثر الامام اللکنوی فی السعایة ۱/۴۲۳)

خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ماءِ زمزم اور عین سلوان جو بیت المقدس میں ہے جنت کے (چشموں میں سے) ہیں: مَـاءُ زَمْـزَمَ وَ عَيْـنُ سَلْـوَانَ الَّتِی فِی الْبَيْـتِ الْمَقْدِسِ مِنَ الْجَنَّةِ۔

(اخرجه الفاکهی فی اخبار مكة ۲/۳۵، عن عبدة بنت خالد بن معدان، و خالد هو من سادات التابعين، شيخ اهل الشام، ثقة، عابد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیر زمزم میں ایک چشمہ جنت کا ہے جو حجر اسود کی طرف سے بہتا ہے: اِنَّ فِیْ زَمْزَمَ عَيناً فِی الْجَنَّةِ مَنْ قِبَلِ الرُّكْنِ۔

(ذکر القرطبی فی الجامع لأحكام القرآن ۹/۳۷۰، وقد ذكره بدون سند)

حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے زمزم کے متعلق جو کلام فرمایا ہے اس میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے زمزم کو (حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی فریاد رسی کے لئے ظاہر فرمایا: أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَظْهَرَهُ مِنْ جَنَّتِهٖ غِيَاثًا۔ (نوادر الاصول ص۳۴۱)

''عین الجنة'' سے کیا مراد ہے اس کی تشریح میں چند احتمالات ہیں۔ امام نووی رحمہ

اللہ ''مسلم شریف'' کی حدیث: ''اما النهران الباطنان فنهران فی الجنة ' واما الظاهران فالنیل والفرات '' کے تحت فرماتے ہیں کہ: یہ نہریں سدرۃ المنتہی کی جڑ سے نکلتی ہیں، اور اللہ تعالی نے جہاں تک چاہا وہاں تک چلی گئیں یہاں تک کہ زمین پر نمودار ہوئیں اور زمین پر بہی، اور یہ بات عقلاً وشرعاً ممنوع نہیں ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول الله صلى الله علیه وسلم)

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس مبارک پانی کی تعظیم میں مبالغہ مقصود ہے، اس لئے مثالاً اس کو ''عین الجنة'' فرمایا۔

(فیض القدیر ص۵۴۱ ج۳، تحت رقم الحدیث:۳۷۹۹)

ایک احتمال یہ ہے کہ اس دنیا کے فنا ہونے کے بعد ماءزمزم جنت کی طرف منتقل کردیا جائے گا۔ ایک معنی یہ ہے کہ اس میں زمزم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے کہ جیسے جنت کو زمین پر جو فضیلت حاصل ہے ایسے ہی ماءزمزم کو دیگر پانیوں پر برتری حاصل ہے۔

(فضل ماءزمزم ص۵۷)

(۲)...... ماءزمزم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کا پہلا ثمرہ ہے

حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی: ﴿ رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ﴾۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۷)

ترجمہ:......اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے زراعت میدان میں آباد کردیا ہے تیرے معظم گھر کے قریب (یہ اس لئے) اے ہمارے پروردگار! کہ وہ لوگ

نماز کا اہتمام رکھیں، سو آپ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجئے اور انہیں کھانے کو پھل دیجئے جس سے یہ شکر گذار رہیں۔

اس دعا کی قبولیت کا ظہور سب سے پہلے ماءِ زمزم سے شروع ہوا۔

﴿ وارزقهم من الثمرات ﴾ کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''مال و جاہ کا بقدر ضرورت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے طلب کرنا مذموم نہیں، خصوصاً جب کہ اعانت علی الدین کے لئے ہو، جیسا کہ ﴿ ليقيموا الصلوة ﴾ اور ﴿ لعلهم يشكرون ﴾ سے ظاہر ہے''۔ (تفسیر ماجدی)

(۳)...... ماءِ زمزم آیات بینات میں سے ہے

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّ هُدىً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ فِيۡهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبۡرَاهِيۡمَ ﴾۔ (سورۂ آل عمران، آیت نمبر: ۹۶/۹۷)

ترجمہ:...... سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے (سب کے لئے) برکت والا اور سارے جہاں کے لئے راہنما ہے اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ (ترجمہ از: تفسیر ماجدی)

''آیـــات بیــنــات'' میں مفسرین نے ماءِ زمزم کو شمار کیا ہے۔ امام ابن الدبیع شیبانی ''حدائق الانوار و مطالع الأسرار فی سيرة النبی المختار صلی الله علیه وسلم'' (ص ۸۳ ج ۱) میں تحریر فرماتے ہیں:

''ومن الآيات البينات فيه : الحجر الاسود والحطيم وانفجار ماء زمزم بِعَقِب جبريل عليه السلام، وان شربه شفاء للاسقام وغذاء للاجسام بحيث يغنى عن الماء

والطعام''۔

آیات بینات میں حجر اسود، حطیم اور ماء زمزم کا حضرت جبریل علیہ السلام کی ایڑی کے رگڑنے سے ابلنا شامل ہے، اور زمزم کا پینا بیماریوں کے لئے باعث شفا ہے، اور اجسام کے لئے ایسی غذا ہے جو پانی اور کھانوں سے بے نیاز کردے۔

(۴)......زمین کے پانیوں میں زمزم بہترین پانی ہے

عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : خَيْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ۔

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر بہترین پانی ماءِ زمزم ہے۔

آپ ﷺ کی انگلی سے جاری پانی کے علاوہ تمام پانی سے زمزم افضل ہے

تشریح:......ماءِ زمزم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل واشرف ہے۔ علماء کا ماءِ زمزم کے دیگر تمام پانیوں پر افضل واشرف ہونے میں اجماع ہے، سوائے اس پانی کے جو حضور ﷺ کی انگشت مبارک سے بطور معجزہ جاری ہوا [۱] کہ وہ پانی ماءِ زمزم سے بھی افضل ہے۔

[۱]......حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کی روایت یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: ہم تو معجزات کو برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو خوف کی چیز سمجھتے ہو۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، پانی کی کمی ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا: تلاش کرو، کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہو تو لے آؤ! لوگ ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا، آپ ﷺ نے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا: چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو، میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

اور آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہم کھانا کھایا کرتے تھے، اور کھانے کی تسبیح

بعض حضرات نے ماءزمزم کواس پانی سے بھی افضل بتلایا ہے جو آپ ﷺ کی انگلی مبارک سے جاری ہوا،مگر محققین نے اس کی تردید فرمائی۔

جن حضرات نے ماءزمزم کومطلق تمام پانیوں سے افضل فرمایاان کی دلیل یہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے روئے زمین کے تمام پانیوں سے ماءزمزم کوافضل فرمایا،مگرعلماءنے اس کا یہ جواب دیا کہ اس ارشادنبوی کے وقت جو پانی زمین پرموجودتھاوہ مراد ہے،اورآپ ﷺ کی انگلی مبارک سے جو پانی جاری ہواوہ اس ارشاد کے بعد ہوا۔علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تحریرفرماتے ہیں:

(تنبیہ)...... اخذ بعضهم من قوله خير ماء على وجه الارض ان ماء زمزم افضل من الماء النابع من اصابع المصطفى صلى الله عليه وسلم وأجيب بان مراده الماء الموجود حال قوله ذلک والماء النابع من الاصابع لم يكن موجودا حينئذ بل وجد بعد۔(فيض القدير ص۶۵۲ ج۳، تحت رقم الحديث :۴۰۷۷)

البتہ اس بارے میں علماءکا اختلاف ہے کہ آب زمزم افضل ہے یا آب کوثر؟محققین کی رائے یہ ہے کہ زمزم کا پانی کوثر کے پانی سے افضل ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۶۶۷ ج۴)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ''مرقاۃ''میں تحریرفرماتے ہیں:ماءزمزم دنیوی تمام پانیوں میں افضل ہے یہاں تک کہ آب کوثر سے بھی افضل ہے،البتہ جو پانی آپ ﷺ کی انگلی مبارک سے نکلا وہ تو یقیناً تمام پانیوں سے افضل ہے۔ انه (أى ماء زمزم) افضل مياه العالم حتى ماء الكوثر ، لكن الماء الذى نبع من بين اصابعه صلى الله عليه وسلم فلا

اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔

(بخاری،مشکوۃ،باب فی المعجزات۔ترجمان السنۃ ص۲۰۴ ج۴،رقم الحدیث:۱۳۷۸)

شک انه افضل المیاه علی الاطلاق ' لکونه من اثر یده الشریفة ' و ماء زمزم من قدم اسماعیل علیه السلام ۔(مرقاۃ ص۱۲۳ج۱۱، باب علاماۃ النبوۃ)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ: ماءزمزم افضل ہے یا آب کوثر؟ تو جواب دیا کہ: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ماءزمزم افضل ہے، اس لئے کہ ملائکہ نے اسی پانی سے شب معراج میں آپ ﷺ کے قلب اطہر کو دھویا، باوجود یکہ ماء کوثر سے دھونے پر قدرت رکھتے تھے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آب زمزم افضل ہے۔

اور کسی کو یہ سوال پیدا ہو کہ: آب کوثر نبی پاک ﷺ کے لئے عطیہ ہے، اور ماءزمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے تو آب کوثر افضل ہونا چاہئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: یہاں کلام دنیوی امور میں ہے آخرت کے متعلق نہیں۔

وسئل ایما افضل ماء زمزم أو الکوثر ؟ (فاجاب بقوله) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل ، لان الملائکة غسلوا به قلبه صلی الله علیه وسلم حین شقوه لیلة الاسراء مع قدرتهم علی ماء الکوثر ' فاختیاره فی هذا المقام دلیل علی افضلیه ' ولا یعارضه انه عطیة الله لاسماعیل علیه السلام والکوثر عطیة لنبینا صلی الله علیه وسلم ' لان الکلام فی عالم الدنیا لا الآخرة۔(فتاوی ابن حجر ص۲۵ج۱)

''فتاوی رملی'' میں علامہ بلقینی رحمہ اللہ کا قول اس طرح منقول ہے کہ: ماءزمزم آب کوثر سے افضل ہے، اس لئے کہ اسی سے آپ ﷺ کے سینے مبارک کو دھویا گیا، اور یہ ممکن نہیں کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو افضل ترین پانی سے نہ دھویا گیا ہو۔

’’قال البلقینی : ان ماء زمزم افضل من الکوثر ‘ لانه به غسل صدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ‘ ولم یغسل الا بافضل المیاہ‘‘۔(فتاوی رملی ج۱، باب الطہارۃ)

’’تفسیر روح البیان‘‘ میں ہے: جو پانی آپ ﷺ کی انگلی مبارک سے نکلا وہ مطلق تمام پانیوں سے افضل ہے،اس کے بعد ماءزمزم افضل ہے،اس لئے کہ شب معراج میں اسی سے آپ ﷺ کے قلب اطہر کو دھویا گیا،اگر کوئی پانی ماءزمزم سے افضل ہوتا تو آپ ﷺ کے قلب اطہر کو زمزم سے نہ دھویا جاتا۔

’’ الماء الذی نبع من اصابعه الشریفة افضل المیاہ مطلقا ‘ ثم بعدہ الافضل ماء زمزم ‘ لانه غسل منه صدرہ علیه السلام لیلة المعراج ‘ ولو کان ماء افضل منه لم یغسل به صدرہ علیه السلام ‘‘۔(روح البیان ص۶۱۸ ج۲، سورۃ الاسراء)

اسی قسم کا مضمون صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے۔

(مظاہر حق جدید ص۴۰۰ ج۵، باب علامات النبوۃ)

(۵)...... ماءزمزم کا ظہور جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے ہوا

اس مبارک پانی کی افضلیت میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کا ظہور سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہوا،اسی لئے زمزم کے اسماء میں سے ایک نام’’ ھزمة جبریل ‘‘ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ٹھوکر سے یہ چشمہ ابلا۔

(کنزالعمال ص۲۲۵ ج۱۲،رقم الحدیث:۳۴۷۷۶)

(۶)...... ماءزمزم کا ظہور زمین کے بہترین حصہ میں ہوا

اللہ تعالی نے اس مبارک پانی کے لئے جگہ کا انتخاب بھی بقعۂ مبارکہ کو فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ، پھر بیت اللہ میں اور حجر اسود کے قریب اس کنویں کا ظہور ہوا، مکہ مکرمہ کے فضائل تو

بیشمار ہیں، اللہ کے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مبارک مکہ مکرمہ کی فضیلت کے لئے کافی ہے فرمایا:

واللہ انکِ لخیر ارض اللہ واحبُّ ارض اللہ الی اللہ، ولولا انی اُخرِجتُ منکِ ماخرجتُ۔

اللہ کی قسم اے مکہ! تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک تمام زمین سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا۔

(ترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل مکۃ)

(۷)...... ماءِ زمزم سے نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک دھویا گیا

ماءِ زمزم کی فضیلت کے لئے یہی ایک بات کافی تھی کہ سید المرسلین ﷺ کا قلب اطہر اس مبارک پانی سے دھویا گیا۔ [۱]

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱]......

شق صدر کے واقعات

پہلا واقعہ:......شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ کی زندگی میں چار مرتبہ پیش آیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال کی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل آئے (بعض روایات میں اس طرح ہے کہ: دوفرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام انسانون کی شکل میں آئے۔ سیرۃ المصطفی ﷺ ص ۷۳ ج ۱) اور آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو لٹایا اور شکم مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو نکالا اور ایک (یا دو) ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر (شکم اور) قلب کو سونے کے طشت میں رکھ کر ماءِ زمزم سے دھویا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس حدیث کی تشریح کے لئے دیکھئے! ترجمان السنۃ'' ص ۳۶۸ ج ۳، رقم الحدیث: ۱۰۰۔

دوسرا واقعہ:......دوسری مرتبہ شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا، اس کے متعلق

''اوراس سے بڑھ کر ماءزمزم کی کیا فضیلت ہوگی کہ شب معراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے براق لائے، اور جنت سے سونے کا طشت لائے، لیکن قلب اطہر کو دھونے کے لئے بجائے جنت کے پانی کے زمزم کا پانی استعمال کیا گیا، حالانکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بہت سی چیزیں وہاں سے لائے تو جنت سے پانی لانے میں کیا اشکال تھا''۔(فضائل حج،فصل ۶؍حدیث نمبر:۹)

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دوآدمی آئے، پھران میں سے ایک نے دوسرے کہا: ان کولٹادو! چنانچہ اس نے مجھے چت لٹا دیا، پھرانہوں نے میرا پیٹ چاک کیا، ان میں سے ایک شخص ایک سونے کے طشت میں پانی لئے پیچھے کھڑا تھااور دوسرا میرے پیٹ کودھورہا تھا، پھراس نے میرا دل چاک کیا، پھراس نے دوسرے سے کہا کہ: اس میں سے یعنی دل میں سے حسداور برائی نکال ڈالو، چنانچہ اس نے دل میں سے وہ دانہ نکالا۔

ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ: ایک روز میں صحراء میں تھا، مجھے اچانک اپنے سر کے اوپر کسی کے بولنے کی آواز آئی، اور پھر میں نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا ہے: کیا وہ یہی ہے؟ اس کے بعد وہ دونوں میرے سامنے آگئے، ان کے چہرے ایسے تھے کہ میں نے آج تک کسی مخلوق کے ایسے چہرے نہیں دیکھے، ان کے کپڑے بھی ایسے تھے کہ ان جیسے کپڑے پہنے کبھی کسی کو نہیں دیکھا، پھروہ بڑھ کر میرے قریب آگئے اور دونوں نے میرے بازو پکڑ لئے، مگر مجھے ان کے پکڑنے کا کوئی احساس نہیں ہوا، پھران میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کو لٹاؤ، چنانچہ انہوں نے مجھے بڑی آہستگی سے لٹادیا، پھران میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، چنانچہ میرے دیکھتے دیکھتے میرا سینہ چاک کردیا، مگر نہ خون نکلا اور نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی، پھراس نے کہا کہ کینہ اور حسد نکال ڈالو، چنانچہ اس نے کوئی چیز نکالی جوایک دانے جیسی تھی، اس نے اسے لے کر پھینک دیا، پھراسی نے دوسرے سے کہا کہ اس میں نرمی اور رحمت ڈال دو، چنانچہ انہوں نے ایسی ہی ایک چیز اس میں ڈالنے کے لئے نکالی جو چاندی جیسی تھی، پھراس نے میرے دائیں پیر کا انگوٹھا ہلایا اور کہا کہ جائیے آپ کی ہر صبح سلامتی والی ہو، چنانچہ میں وہاں سے لوٹ آیا اور پھر میری ہر صبح اس طرح ہوتی کہ میرے دل میں چھوٹوں کے لئے محبت اور بڑوں کے لئے نرمی ہے۔(سیرت حلبیہ اردو ج ا رقسط:۲ص ۳۱)

(۸)...... ماءِ زمزم میں آپ ﷺ کے تھوک کی برکت

اس مبارک پانی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ: اس میں آپ ﷺ نے کلی

تیسرا واقعہ:...... شق صدر کا تیسرا واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا۔ اس واقعہ کی تفصیل کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام آئے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر چت لٹا دیا، پھر انہوں نے میرا دل چاک کیا اور اسے باہر نکال لیا، پھر اس میں سے انہوں نے کوئی چیز نکال لی جس کو اللہ تعالیٰ نکالنا چاہتے تھے، پھر انہوں نے اس دل کو ایک طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا، اس کے بعد انہوں نے اس کو اس کی جگہ واپس رکھ دیا، پھر انہوں نے اس چاک برابر کر دیا) پھر انہوں نے مجھے الٹا کیا جیسے برتن کو اوندھا کر دیتے ہیں اور اس کے بعد میری کمر پر مہر لگائی۔ (حوالۂ بالا)

چوتھا واقعہ:...... شق صدر کا چوتھا واقعہ معراج کے وقت پیش آیا، مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی اس طرح بیان فرمایا کہ: میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا- اور کبھی حجر کا لفظ فرمایا- (مراد دونوں کی ایک ہے) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا، یعنی کوڑی (سینے کی ہڈی) کے پاس سے لے کر زیر ناف تک، پھر اس نے میرے قلب کو نکالا اور اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت بھرا ہوا لایا گیا، اور اس فرشتے نے میرے قلب کو زمزم سے دھویا اور پھر اس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔ (ترجمان السنۃ ص ۱۵۹ ج ۴، رقم الحدیث: ۱۳۴۱)

یہ قصہ ''بخاری شریف'' میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے۔

(كتاب الصلوة، باب كيف فرضت الصلوة في الاسراء)

''سیرت حلبیہ'' میں شق صدر کے سلسلہ میں حضرت جبرئیل وحضرت میکائیل علیہما السلام کے بھیجے جانے کی حکمت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ''حضرت میکائیل علیہ السلام رزق کے فرشتے ہیں، جن سے بدن اور جسم کی زندگی باقی رہتی ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں جس سے دل اور روح کو زندگی ملتی ہے (اور اس طرح گویا حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی جسمانی اور روحانی تکمیل فرما دی)۔ (سیرت حلبیہ ص ۳۴ ج ۱ قسط: ۴)

فرمائی جس سے اس کی برکت میں زیادتی ہوگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ: نبی پاک ﷺ زمزم کے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے ایک ڈول پانی کھینچا، آپ ﷺ نے پیا پھر اس میں تھوک دیا (یا کلی فرمائی) پھر ہم نے اس ڈول کو زمزم میں ڈال دیا۔

(مسند احمد ص۳۷۲ ج۲، واخرجه الطبرانی فی معجمه کما فی نصب الرایة ۹۰/۳ ، وسکت عنه هو وابن حجر فی الدرایة ۳۰/۲، وقال ابن کثیر فی البدایة والنهایة ۱۹۳/۵ اسناده علی شرط مسلم ، وصحّح اسناده الشیخ احمد شاکر فی شرح المسند ۱۷۷/۵۔فضل ماء زمزم ص۶۳)

ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے پیا پھر کلی فرمائی اور ڈول میں تھوک دیا اور حکم فرمایا تو اس ڈول کو زمزم میں ڈال دیا گیا۔

(اخبار مکه للازرقی ۵۴/۲ من طریق ابن طاؤس عن ابیه مرسلاً ، فضل ماء زمزم ص۶۴)

آپ ﷺ کے ریق مبارک کی برکت سے ماءِ زمزم کی برکت میں زیادتی ہوگئی۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی، رقمطراز ہیں:

’’آپ ﷺ کا تھوک مبارک جو زمزم میں بہایا گیا اس نے ماءِ زمزم کی برکت پر برکت، لذت پر لذت، شفا پر شفا، نور پر نور اور طہارت پر طہارت کی زیادتی کردی، پس آپ ﷺ کی شفقت ورحمت امت پر کس قدر ہے کہ اس بات کو گوارہ نہ فرمایا کہ قیامت تک آنے والی امت آپ ﷺ کے طہارت کی برکت اور جھوٹے کی فضیلت سے محروم نہ رہ جائے، ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔

فازداد ماء زمزم برکة علی برکة ، ولذه علی لذة ، وشفاء علی شفاء ، ونورا علی نور ، وطهورا علی طهور بمجّه صلی الله علیه وسلم فی دلو قد اهریق فی زمزم، فما

ارحمه على امته بها حيث لم يرض بحرمان من يأتى بعده صلى الله عليه وسلم من امته الى يوم القيامة من فضل سوره و بركة طهوره ' فديناه بآبائنا و امهاتنا صلوة الله وسلامه عليه ابد الآبدين وعلى اله واصحابه واحبابه اجمعين۔

(اعلاء السنن ص۲۱۵ج۱۰ ، تحت رقم الحدیث:۲۸۱۰)

ماءزمزم خود بابرکت پانی،جس نیت سے پیا جائے وہ مقصد پورا ہو،خصوصاامراض سے شفا کی عجیب تاثیر اس میں اللہ تعالیٰ نے رکھی، پھر نبی کریم ﷺ کے لعاب مبارک کا اس میں ملجانا سونے پہ سہاگہ۔

احادیث میں نبی کریم ﷺ کے لعاب مبارک کی تاثیر کے کئی واقعات آئے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے چند یہاں نقل کرتا ہوں:

آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے وسوسے کا ختم ہونا

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ کو طائف پر عامل مقرر کرکے بھیجا تو وہاں پہنچ کر مجھ کو یہ شکایت ہوگئی کہ نماز میں میری ایسی حالت ہوجاتی کہ مجھ کو یہی خبر نہ رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں، جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،تو آپ ﷺ نے تعجب سے فرمایا: ابن ابی العاص! ضرور کسی ضرورت سے آئے ہو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز میں میرے سامنے کوئی چیز ایسی آجاتی ہے کہ مجھ کو یہی خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، ذرا قریب آؤ، میں آپ ﷺ کے قریب آگیا اور اپنے دونوں پیروں پر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: ''اوخدا کے دشمن! نکل جا'' تین بار ایسا ہی کیا، اس کے بعد

فرمایا: اچھا جاؤ اب اپنے کام پر جاؤ، عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بقسم کہتا ہوں کہ: اس کے بعد پھر کبھی مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا۔

(رواہ ابن ماجه فی باب الفزع والارق۔ ترجمان السنۃ ص۲۳۲ ج۴، رقم الحدیث:۱۴۰۳)

آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے گونگے کا بولنا

ام جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ: میں نے دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول ﷺ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا، جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آئی، جو کچھ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا بچہ ہے، اور خاندان بھر میں بس یہی رہ گیا ہے، اور اس کو کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی حاضر کیا گیا، آپ ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک دھوئے اور منھ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دے دیا اور فرمایا کہ: یہ پانی بچہ کو پلا، اور کچھ اس پر چھڑک، اور اللہ تعالی سے اس کے لئے صحت کی دعا کر، میں نے اس سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے ذرا سا مجھ کو دیدیجئے، انہوں نے فرمایا کہ: یہ تو صرف اس بیمار بچہ کے لئے ہے۔ یہ بیان کرتی ہیں کہ آئندہ سال میری اس عورت سے پھر ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس بچہ کا حال پوچھا اس نے کہا: وہ بالکل اچھا ہو گیا، اور ایسا سمجھدار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھدار نہیں ہوتے۔

(رواہ ابن ماجه فی باب النشرہ۔ ترجمان السنۃ ص۲۳۲ ج۴، رقم الحدیث:۱۴۰۴)

آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے آنکھ کے درد کا شفا ہونا

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے (جنگ خیبر کے

موقع پر) فرمایا: کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جن کے ہاتھوں پر اللہ تعالی (خیبر) کو فتح نصیب فرمائے گا، اور اس کو اللہ تعالی اور اس کے رسول پیارے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا پیارا ہے، (اس بشارت کو سن کر) لوگ رات کو یہ سوچتے رہے کہ دیکھئے! جھنڈا کس کو ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں سب حضرات اس امید میں حاضر ہوئے (کہ جھنڈا اسی کو ملے گا) مگر آپ ﷺ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی کو بھیج کر بلالو، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا، اور ان کے لئے دعا فرمائی، اس سے انہیں ایسی شفا حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں، پھر آپ ﷺ نے علَم ان کو عنایت فرمایا۔ (بخاری، باب مناقب علی بن ابی طالب)

بعض روایات میں اس طرح ہے: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جن کے ہاتھوں پر اللہ تعالی خیبر کو فتح نصیب فرمائے گا، اور اس کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پیارا ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیارا ہے۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ اس واقعہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ان (نبی کریم ﷺ) کے لعاب دہن پر ماں باپ قربان جس کی معجزانہ تاثیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آن کی آن میں شفایاب ہو گئے۔ (ترجمان السنہ ص۲۳۳ ج۴)

آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے پانی میں برکت

حضرت براء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو (۱۴۰۰) کی تعداد میں تھے، حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے، ہم نے اس سے اتنا پانی کھینچا کہ ایک قطرہ بھی اس میں باقی نہ رہا، (جب رسول اللہ ﷺ کو صورت حال کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ

تشریف لائے) اور کنوئیں کے کنارے بیٹھ کر پانی طلب فرمایا، (پھر اس) پانی سے غرغرہ فرمایا، اور اس کلی کے پانی کو کنوئیں میں ڈال دیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ کنواں پانی سے بھر گیا، ہم بھی اس سے خوب سیراب ہوئے اور ہماری سواریاں بھی (سیراب ہوئیں)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ''لو کنا مائة الف لکفانا ''یعنی اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا۔ (بخاری، باب علاماة النبوة)

نبی کریم ﷺ کے لعاب دہن کی ان برکات کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تلاش میں رہتے اور ملنے پر خوشی کا اظہار فرماتے۔ ''بخاری شریف'' ہی کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کے قریب تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے، اتنے میں ایک اعرابی آیا (حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں ان کے نام سے واقف نہ ہوسکا ''لم اقف علی اسمه'') اور آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ ﷺ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا اسے پورا کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو، اس پر وہ اعرابی بولا: بشارت تو آپ مجھے بہت دے چکے، تو آپ ﷺ نے چہرۂ مبارک حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف پھیرا، آپ ﷺ بہت غصہ میں معلوم ہو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے بشارت واپس کردی، اب تم دونوں اسے قبول کرلو! ان دونوں نے عرض کیا: ہم نے قبول کرلی، پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اسی میں کلی کی اور فرمایا اس کا پانی پی لو

اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور بشارت حاصل کرو۔

ان دونوں حضرات نے پیالہ لیا اور ہدایت کے مطابق عمل کیا، پردہ کے پیچھے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اپنی ماں کے لئے بھی کچھ چھوڑ دینا، چنانچہ ان حضرات نے ان کے لئے بھی ایک حصہ چھوڑ دیا۔

(بخاری، باب غزوة الطائف ،کتاب المغازی)

روایت بالا میں اعرابی کا یہ قول کہ ”آپ نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیجئے“ یعنی غنائم حنین میں حصہ دینے کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ دے کر اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ: وہ بدوی کے ساتھ خاص کیا ہو، چنانچہ جب اس نے تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اتنی بے صبری کیوں؟ صبر سے کام لو! اور اصل دولت ثواب و جنت کی بشارت حاصل کر، لیکن نئے نئے مسلمان، پھر دیہاتی آداب تکلم سے ناواقف تھے ”بشارت تو آپ مجھے بہت دے چکے“ کہہ بیٹھے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ: وعدہ عام تھا، غنائم حنین سردست جعرانہ میں جمع کر دیا جائے، طائف سے فراغت کے بعد اموال غنیمت کی تقسیم ہوگی، لیکن اعرابی نے جلد بازی کی اور حصۂ غنیمت میں تاخیر دیکھ کر سوال کر دیا، چونکہ ابھی ابھی اور اسی سال فتح مکہ کے موقع پر جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان میں رسوخ اور پختگی فوری طور پر نہیں آئی تھی، اس لئے ایسے حرکات والفاظ صادر ہوئے۔ (نصر الباری ص ۳۹۷ ج ۲)

(۹)...... ماء زمزم کو دیکھنا عبادت ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اَلنَّظْرُ فِي زَمْزَمَ عِبَادَةٌ وَهِيَ تَحُطُّ الْخَطَايَا۔

(روى الفاكهى فى اخبار مكة ص۴۱ ج ۲ ، عن مكحول ، فضل ماء زمزم ص۱۱۲)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: ماءِ زمزم کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، اور وہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خَمسٌ مِنَ الْعِبَادَةِ : اَلنَّظْرُ اِلٰى الْمُصْحَفِ ' وَالنَّظْرُ اِلَى الْكَعْبَةِ ' وَالنَّظْرُ اِلَى الْوَالِدَيْنِ ' وَالنَّظْرُ فِى زَمْزَمَ وَهِىَ تَحُطُّ الْخَطَايَا ' وَالنَّظْرُ فِى وَجْهِ الْعَالِمِ۔(فيض القدير ص۶۱۳ ج۳، رقم الحديث:۳۹۷۱)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں عبادت ہیں: قرآن کریم کی طرف نظر کرنا، کعبہ کی زیارت، والدین کو دیکھنا، ماءِ زمزم کو دیکھنا اور وہ گناہوں کو مٹاتا ہے، اور عالم کے چہرے کو دیکھنا۔

یہاں ماءِ زمزم اور زمزم کا کنواں دونوں مراد ہو سکتے ہیں: أى بئر زمزم أو الى مائها۔

(فيض القدير شرح جامع الصغير ص۶۱۳ ج۳، رقم الحديث:۳۹۷۱)

حضرت وھب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: زمزم کی طرف دیکھنا اس وقت عبادت ہے جب کہ اس سے عبادت اور تقرب کا قصد کیا جائے، عادت کے طور پر دیکھنے میں عبادت کا ثواب نہیں ملے گا: والنظر فى زمزم عبادة أى اذا قصد به القربة لا بطريق العادة۔(مناسک ملا قاری ص۳۳۰)

(۱۰)...... ماءِ زمزم تحفہ کے لئے بہتر چیز ہے

ہدیہ دینا سنت ہے اور محبت کا ذریعہ ہے، ہدیہ دینے کے لئے ماءِ زمزم بہترین چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کو تحفہ دینے کا ارادہ فرماتے تو اسے زمزم پلاتے: كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُتْحِفَ الرَّجُلَ بِتُحْفَةٍ سَقَاهُ مِنْ مَاءَ زَمْزَمَ۔

(فیض القدیر ص۱۲۲ ج۵، رقم الحدیث:۶۵۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کوئی مہمان آتا تو اسے زمزم ہدیہ فرماتے۔
'' فكان اذا نزل به ضيف اتحفه من ماء زمزم''۔(اخبار مکہ ۴۶/۲۔فضل ماءزمزم ص ۱۲۴)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو برابر دیکھا کہ جب بھی کسی کو کھانا کھلاتے تو زمزم ضرور پلاتے: ما رأيت ابن عباس اطعم ناسا قط الا سقاهم من ماء زمزم۔(فیض القدیر ص ۱۲۲ ج ۵، رقم الحدیث: ۶۵۵۳)

(۱۱)......چاہ زمزم قبولیت دعا کی جگہ ہے

قاضی جمال بن عبداللہ ظہیر رحمہ اللہ مشہور شافعی عالم اپنی کتاب ''جواہر مکنونہ'' میں لکھتے ہیں کہ: چاہ زمزم کے قریب دعا قبول ہوتی ہے۔(رفیق حج ص ۱۰۸)

حسن بصری رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں مکہ والوں کو لکھا تھا کہ: پندرہ جگہ دعا قبول ہوتی ہے، اس میں زمزم کے کنویں کے قریب کا ہونا بھی مذکور ہے۔
(فضائل حج ص ۱۰۲ ارفصل: ۵)

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

لفظ ''عند زمزم'' فرمایا، جس کا ترجمہ ہے: زمزم کے پاس۔ اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں، زمزم کے کنویں کے قریب اور زمزم کا پانی پینے وقت۔(حصن حصین ص ۲۶)

چاہ زمزم اجابتِ دعا کی خاص جگہ ہے

مکہ مکرمہ کے وہ متبرک مقامات جہاں دعا قبول ہوتی ہے ان کی تعداد پندرہ سے انتیس تک ہیں۔ ان میں زمزم کے قریب کا بھی ذکر ہے، حج کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔(فضائل حج ص ۱۰۲۔ رفیق حج ص ۵۷۔ معلم الحجاج ص ۳۰۵۔ عمدۃ الفقہ ص ۶۶۶ ج ۴، شامی، مطلب فی اجابة الدعاء۔ فتاوی قاضی خان ص ۱۴۱ ج ۱)

مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات

(۱)......مطاف۔

(۲)......ملتزم۔

(۳)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۴)......بیت اللہ کے اندر۔

(۵)......چاہِ زمزم کے پاس۔

(۶)......مقام ابراہیم کے پاس۔

(۷)......صفا پر۔

(۸)......مروہ پر۔

(۹)......سعی کرنے کی جگہ یعنی صفا مروہ کے درمیان، خاص کر میلین اخضرین کے درمیان۔

(۱۰)......عرفات میں۔

(۱۱)......مزدلفہ میں۔

(۱۲)......منیٰ میں، خصوصاً مسجد خیف کے اندر۔

(۱۳)......جمرۃ العقبیٰ کے پاس۔

(۱۴)......جمرۃ الوسطیٰ کے پاس۔

(۱۵)......جمرۃ الاخریٰ کے پاس۔

(۱۶)......بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔

(۱۷)......رکن یمانی کے پاس۔

(۱۸)......رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان۔

(۱۹)......حطیم کے اندر۔

(۲۰)......حجر اسود کے پاس۔

(۲۱)......مستجار کے پاس جو کہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔(دروازہ کی پشت پر تھا)

(۲۲)...... نبی ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے پاس۔

(۲۳)......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس۔

(۲۴)......دار ارقم میں۔

(۲۵)......غار ثور میں۔

(۲۶)......غار حرا میں۔

(۲۷)......باب کعبہ کے سامنے۔

(۲۸)......سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس۔ یہ بیری عرفات میں تھی، لیکن اب اس کی جگہ غیر معروف ہے۔

(۲۹)......منیٰ میں ہر مہینہ کی چودھویں رات کے نصف میں۔

(ماخوذ از: عمدۃ الفقہ ص۲۶۶ ج۴۔ رفیق حج ص۷۵)

(۱۲)......آب زمزم ذلت سے بچاؤ کا ذریعہ ہے

فاکہی سے منقول ہے کہ:

مکہ مکرمہ کا ایک سن رسیدہ شخص بلاد روم میں پکڑا گیا اور قیدی بنا لیا گیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا (کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہاں مکہ کا، پھر بادشاہ نے اس سے پوچھا) کیا تو مکہ میں ''ھزمة جبریل'' سے واقف ہے؟ قیدی نے کہا ہاں! بادشاہ نے پوچھا کیا تو

’’بـــرّہ‘‘ کو جانتا ہے؟ قیدی نے کہا ہاں! (پھر بادشاہ نے پوچھا: کیا اس کا کوئی اور نام بھی ہے؟ قیدی نے کہا:) ہاں آجکل اسے ’’زمـــزم‘‘ کہتے ہیں، بادشاہ نے کہا: ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو شخص زمزم کے پانی کے تین چلو سر پر ڈال لے گا وہ کبھی ذلیل نہ ہوگا۔ اس کی تائید آنحضرت ﷺ کے قول سے بھی ہو جاتی ہے۔

(رفیق حج ص ۱۰۹۔ فضل ماء زمزم ص ۱۵۲)

زمزم پینے کے آداب

ماءِ زمزم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل واشرف ہے، علماء کا اس پر اجماع ہے، البتہ جو پانی حضور ﷺ کی انگلی مبارک سے بطور معجزہ جاری ہوا تھا وہ آب زمزم سے افضل ہے۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آب زمزم افضل ہے یا آب کوثر؟ محققین کی رائے یہ ہے کہ زمزم کا پانی کوثر کے پانی سے بھی افضل ہے۔ (معلم ص ۳۰۱۔ عمدہ ص ۲۶۷ ج ۴)

اس بابرکت پانی کے پینے کے آداب بھی علماء نے تفصیل سے لکھے ہیں جن میں: ۸/ آداب درج ذیل ہیں:

(۱)...... ماءِ زمزم کھڑے ہو کر پینا۔

(۲)...... قبلہ کی طرف منھ کر کے پینا۔

(۳)...... ہر دفعہ میں بسم اللہ پڑھنا۔

(۴)...... تین سانس میں پینا۔

(۵)...... خوب سیر ہو کر پینا۔

(۶)...... ہر سانس پر الحمد للہ پڑھنا۔

(۷)...... دائیں ہاتھ سے پینا۔

(۸)...... دعا پڑھنا۔

ان آداب کی تفصیل مع دلائل کے جمع کی گئی ہے، خصوصا ماءِ زمزم کو کھڑے ہو کر پینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ روایات سے اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی فقہاء کے مذاہب بھی آ گئے، اور احناف کے مسلک کو علماء کے اقوال، کتب حدیث وفقہ کے حوالجات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ماءِ زمزم کو کھڑے ہوکر پینا

عن ابن عباس قال : اَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِدَلْوٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَھُوَ قَائِمٌ۔(متفق علیہ،کذا فی المشکوۃ ، باب الاشربۃ ، الفصل الاول)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زمزم کے پانی کا ایک ڈول لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اس حالت میں پیا کہ آپ ﷺ کھڑے تھے۔

اس طرح کی روایات مختلف الفاظ سے منقول ہیں۔’’بخاری شریف‘‘میں ہے:

’’ان ابن عباس حدثہ قال : سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زمزم فشرب وھو قائم‘‘۔(بخاری،کتاب المناسک ، باب ماجاء فی زمزم)

مسلم شریف میں ہے:

’’عن ابن عباس : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرب من زمزم من دلو منھا وھو قائم‘‘۔

ایک روایت میں ہے:’’شرب من زمزم وھو قائم‘‘۔

ایک روایت میں ہے:’’سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زمزم فشرب قائما واستسقی وھو عند البیت‘‘۔(مسلم،کتاب الاشربۃ ، باب فی الشرب قائما)

اس حدیث کی بنا پر فقہاء نے زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا افضل لکھا ہے،حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ: زمزم کا کھڑے ہوکر پینا افضل ہے‘‘۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مولانا محمد زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(زمزم) پیتے وقت قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو کر پیئے یا بیٹھ کر پیئے دونوں طرح جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۶۶۹ ج ۴)

ماءزمزم کھڑے ہو کر پینے میں علماء کا اختلاف

بعض روایات میں مطلق کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے ''مسلم شریف'' کی روایت میں ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم زجر عن شرب قائما۔

ایک روایت میں ہے: نھی ان یشرب الرجل قائما۔

ایک روایت میں یہاں تک آیا ہے:

لا یشربن احدکم قائما فمن نسی فلیستقئ، یعنی تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر نہ پیئے، اگر کسی شخص نے بھول سے کھڑے ہو کر پی لیا تو اسے چاہئے کہ وہ قے کر ڈالے۔

(مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب قائما)

حدیث میں قے کرنے کا امر وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ (مظاہر حق ۴/۱۳۹، باب الاشربۃ)

ان روایات کی بنا پر فقہاء میں اختلاف ہو گیا کہ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہئے یا بیٹھ کر؟ ایک جماعت نے بیٹھ کر پینے کو سنت فرمایا، اور کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ تنزیہی لکھا، مالکیہ اور شافعیہ اور احناف کی ایک جماعت کا مسلک یہی ہے۔

(ھدایۃ الناسک للشیخ محمد عابد ص ۹۴/۹۵۔مناسک النووی مع حاشیۃ ابن حجر الھیثمی ص ۴۰۴۔اوجز المسالک ص ۲۷۷ ج ۱۴)

حنابلہ کے نزدیک بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پینے میں اختیار ہے، وہ کھڑے ہونے میں کراہت تنزیہی کے بھی قائل نہیں۔ (غذاء الالباب ص ۱۲۲ ج ۲۔فضل ماء زمزم ص ۱۳۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں تخییر ہی کا قول اختیار فرمایا ہے۔

’’(ثم يأتى زمزم) أى بئرها (فيشرب من مائها) أى قائما وقاعدا‘‘۔

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ص۹۴/۹۵۔ط: ادارۃ القرآن ص۱۳۹)

احناف کے نزدیک ماء زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے، ان دونوں کے علاوہ دوسرے پانی وغیرہ کا کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

’’عمدۃ الفقہ‘‘ میں ہے:

(۳۷)......اگر روزہ دار نہ ہو تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچا ہوا سارا یا کچھ پانی آب زمزم کی طرح کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا، پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی (بلا عذر) کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۱۲۳ ج۱، وضو کے مستحبات اور آداب)

علامہ شامی رحمہ اللہ سراج سے ناقل ہے کہ: دو پانیوں کے علاوہ کسی پانی کا کھڑے ہو کر پینا مستحب نہیں ہے: وفى السراج : ولا يستحب الشرب قائما الا فى هذين الموضعين۔(شامى ،كتاب الطهارة ، مطلب : فى مباحث الشرب قائما)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’درمختار میں ہے:

’’وان يشرب بعده من فضل وضوئه كماء زمزم مستقبل القبلة قائما أو قاعدا وفيما عداهما يكره قائما تنزيها ‘‘ الخ۔

ماتن درمختار نے وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا تھا، اس پر شارح نے ماء زمزم کو بھی بڑھایا کہ اس کا بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ ماسوا ان دونوں

کے کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی لکھا ہے، لیکن ''قائما'' کے بعد شارح کا لفظ'' أو قاعدا'' بڑھانا اس طرف مشیر ہے کہ اختیار ہے خواہ کھڑے ہوکر پیوے یا بیٹھ کر۔ پوری تفصیل شامی میں ہے اس کو دیکھ لیا جاوے، واللہ تعالی اعلم۔

(عزیز الفتاوی ص ۷۵۶ ج ۱/ سوال نمبر: ۱۳۸۳)

نوٹ:...... حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے تین پانی کے بارے میں کھڑے ہوکر پینا تحریر فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ: تین قسم کے پانیوں کا بغرض تعظیم کھڑے ہوکر پینا وارد ہے: زمزم کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، مؤمن کا جھوٹا پانی۔ ان کے علاوہ اور کسی پانی کا کھڑے ہوکر پینا مکروہ ہے۔

(حاشیہ علم الفقہ ص ۵۳۴، حصہ پنجم، حج کا مسنون ومستحب طریقہ)

آپ ﷺ سے بھی وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا ثابت ہے، نزال بن سیرہ کی روایت ہے کہ: حضور اقدس ﷺ نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پیا ہے۔

(شمائل ص ۱۴)

فائدہ:...... وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پینا مسنون ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے وضو کا پانی کھڑے ہوکر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاء امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''شرح شمائل'' میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ فتاوی ہندیہ (عالمگیری) میں بھی اس کا استحباب منقول ہے۔ (شمائل کبری ص ۲۲۰ ج ۱)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے علماء نے زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب لکھا ہے، اور ابن عباس

رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ منافق اور ہم میں فرق یہ ہے کہ وہ سیر ہوکر نہیں پیتے، اور سیرابی بغیر قیام کے حاصل نہیں ہوگی: **واستحب علمائنا ان یشرب ماء زمزم قائما ویشیر الیه ما فی حدیث ابن عباس: "آیة ما بیننا و بین المنافقین انهم لا یتضلعون من زمزم" والتضلع لا یتأتی الا قائما۔**

(اعلاء السنن ص۲۱۳ ج۱۰، تحت رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ سے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے، اس بنا پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اس ممانعت میں داخل فرما کر حضور ﷺ کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے، لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اس نہی میں داخل نہیں، اس کا کھڑے ہوکر پینا افضل ہے۔ (خصائل نبوی)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

آب زمزم کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے، بیٹھ کر پینے میں کوئی گناہ نہیں۔

(کفایت المفتی ص۱۲۳ ج۹۔ قدیم ص۱۱۵۔ وفی نسخۃ: ۱۰۹)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی

س:......آب زمزم کے متعلق حدیث شریف میں کیا حکم ہے کہ کھڑے ہوکر پیا جائے؟ عرض ہے کہ یہ حکم صرف حج وعمرہ ادا کرتے وقت ہے یا کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ پیا جائے تو کھڑے ہوکر اور قبلہ رخ ہوکر پینا چاہئے؟ یا قبلہ رخ ہونے کی پابندی نہیں ہے؟ کیونکہ حاجی صاحبان جب اپنے ساتھ زمزم لے جاتے ہیں تو وہاں بعض لوگ کھڑے ہوکر پیتے ہیں، اور بعض لوگ بیٹھ کر پیتے ہیں۔

ج:......آب زمزم کھڑے ہوکر قبلہ رخ ہوکر پینا مستحب ہے، حج وعمرہ کی تخصیص نہیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص۱۱۵ ج۴)

علماء نے آپ ﷺ کے اس فعل اور ممانعت کے تعارض میں خوب بحث فرمائی ہے، کچھ حضرات نے ترجیح کو اپنایا کہ جواز کی احادیث کو نہی کی احادیث پر ترجیح حاصل ہے۔

بعض علماء کی رائی ہے کہ: ممانعت بعد میں وارد ہے، اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا برعکس کہ کھڑے ہوکر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے نسخ ماننے والوں کے قول کو رد فرمادیا ہے: واما من زعم النسخ أو الضعف فقد غلط غلطا فاحشا و كيف يصار الى النسخ مع امكان الجمع بينهما۔ (مرقاۃ ص۲۱۷ ج۸)

بعض حضرات نے دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق کی راہ اختیار فرمائی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! اوجز المسالک ص۲۷۰ ج۱۴، باب ماجاء فی شرب الرجل قائم)

صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں:

لہذا اس مسئلہ میں جو اس طرح تضاد و تعارض واقع ہوا ہے اس کو دور کرنے کے لئے علماء نے کہا ہے کہ: اس بارے میں جو ممانعت منقول ہے وہ اصل میں نہی تنزیہی کے طور پر ہے، یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو ایک عادت و معمول بنالیں، (ویسے گاہ بگاہ یا کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہوکر پانی پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جو کھڑے ہوکر پانی پیا اس کا مقصد محض اس جواز کو بیان کرنا تھا۔

علاوہ ازیں آب زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی اس ممانعت سے مستثنی ہے، بلکہ ان کو

کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔(مظاہر حق جدید ص۱۴۰ ج۴)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی رائے

جہاں تک کھڑے ہوکر زمزم پینے کا تعلق ہے سوشرب قائما کی ممانعت سے متعلقہ مطلق روایات کا تقاضا تو یہ ہے کہ قیاما شرب زمزم بھی ممنوع یا مکروہ ہو، چنانچہ اس کی کراہت یا عدم کراہت محل کلام ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ شرب زمزم قائما بلا کراہت جائز ہے، مگر مستحب نہیں اور ''بخاری'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت: ''شرب النبی صلی الله علیه وسلم قائما من زمزم'' بیان جواز یا ہجوم وغیرہ کے عذر پر محمول ہے۔

(درس ترمذی ص۲۵۳، ج۳، زمزم پینے کے آداب۔ درس ترمذی ص۲۵۷ ج۱)

خلاصۂ بحث یہ کہ زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے، مگر اس مستحب کی ادائیگی میں اتنا غلو نہ ہو کہ لوگ اسے واجب سمجھنے لگے۔ فقہاء نے امر مندوب و مستحب پر اصرار کو منع لکھا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''وفيه ان من اصر على امر مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصرّ بدعة أو مكروه''۔(مرقاۃ ص۳۵۳ ج۲)

یعنی جو کوئی امر مندوب یا مستحب پر ایسا اصرار کرے کہ اس کو واجب اور لازم کرلے اور کبھی جواز اور رخصت پر عمل نہ کرے، تو بیشک ایسے شخص کو گمراہ کرنے میں شیطان کامیاب ہوگیا، جو شخص بدعت یا فعل مکروہ پر اصرار کرے گا اس کا کیا حکم ہوگا؟

علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا کہ: کسی امر مستحب کو اس کے مرتبہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے: ان المندوب ينقلب مكروها اذا خيف ان يرفع عن رتبته۔(مجمع البحار ص۲۲۴ ج۲، ماخوذ از: فتاوی رحیمیہ ص۳۶ ج۳)

نبی پاک ﷺ سے وتر کی نماز میں سورۂ اعلی، کافرون، اخلاص پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح جمعہ وعیدین میں سورۂ اعلی وغاشیۃ پڑھنا ثابت ہے، اس لئے ان سورتوں کو ان نمازوں میں پڑھنا چاہیے، مگر فقہاء فرماتے ہیں: ان سورتوں پر ایسا دوامی عمل نہ ہو کہ عوام کا اعتقاد اس کے وجوب کا ہو جائے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

(والسنة السور الثلاث) أى الاعلى والكافرون والاخلاص ' لكن فى النهاية ان التعيين على الدوام يفضى الى اعتقاد بعض الناس انه واجب ' وهو لا يجوز ، فلو قرأ بما ورد به ا لآثار أحيانا بلا مواظبة يكون حسنا۔

(شامی، باب الوتر والنوافل ، مطلب : فى منكر الوتر والسنن أو الاجماع)

(ويقرأ كالجمعة) أى كالقرأة فى صلوة الجمعة ، لما روى ابو حنيفة : انه صلى الله عليه وسلم كان يقرأ فى العيدين و يوم الجمعة الاعلى والغاشية كما فى الفتح ، وقال فى البدائع : فان تبرك بالاقتداء به صلى الله عليه وسلم فى قراء تهما فى اغلب الاوقات فحسن ' لكن يكره ان يتخذهما حتما لا يقرأ فيها غيرهما۔

(شامی، باب العيدين ، مطلب : امر الخليفة لا يبقى بعد موته)

جیسے ان سورتوں کے پڑھنے پر اصرار و دوام کو فقہاء نے منع فرمایا ویسے ہی زمزم کے پانی کو کھڑا ہو کر پینے میں زیادہ اصرار ہونے لگے تو امر مندوب بھی قابل ترک ہوگا، واللہ اعلم۔

قبلہ کی طرف منہ کرنا......بسم اللہ پڑھنا......تین سانس میں پینا...... خوب سیر ہو کر پینا......آخر میں الحمد للہ پڑھنا

زمزم پینے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ: قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ہر دفعہ کے

شروع میں بسم اللہ پڑھے۔ تین سانس میں پیئے۔خوب سیر ہو کر مبالغہ کے ساتھ پیئے۔ ہر سانس پر الحمدللہ پڑھتا رہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا، آپ نے اس سے پوچھا: کہاں سے آئے؟ اس نے کہا: زمزم پی کر آیا ہوں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا: زمزم پینے کے آداب کا اہتمام کیا؟ اس نے پوچھا: زمزم پینے کے آداب کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: زمزم پیو تو قبلہ کی طرف منھ کرو، اللہ کا نام لو، تین سانس میں پیو، خوب سیر ہو کر پیو، جب فارغ ہو تو الحمدللہ پڑھو، آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ زمزم کو سیر ہو کر نہیں پیتے۔

فعن عبد الله بن مليكة قال : جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَاس ' فقال لَهُ مِنْ اَيْنَ جِئْتَ ؟ فَقَالَ شَرِبْتُ زَمْزَمَ ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عباس : اَشَرِبْتَ مِنْهَا كَمَا يَنْبَغِي؟ قَالَ وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا ابْنَ عباس ؟ قَالَ : اِذَا شَرِبْتَ مِنْهَا فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ ، وَتَنَفَّس ثَلاَثاً، وَتَضَلَّعْ مِنْهَا ، فَاِذَا فَرَغْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : آيَةٌ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِيْنَ اَنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُوْنَ مِنْ زَمْزَمَ۔

(سنن دار قطنی ۲۸۸ ج ۲۔ سنن ابن ماجہ، مناسک ، باب الشرب من زمزم ، رقم الحديث: ۳۰۶۱۔ قال البوصييری فی زوائده : اسناده حسن ۔ مصنف عبدالرزاق ص۱۱۲ ج ۵، فضل ماء زمزم ص (۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیر زمزم پر آئے، اور زمزم پینے کے لئے پانی طلب کیا تو قبلہ کی طرف رخ فرمایا۔

ولـمـا أتـى الامـام الـحجة عبد الله بن مبارک زمزم واستسقى منه شربة ، ثم استقبل القبلة۔(فضل مبین ترجمہ حصن حصین ۲۸۶/المنزل الرابع)

علماء نے زمزم پینے کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ہر مرتبہ میں بسم اللہ پڑھے اور ہر سانس پر الحمد للہ پڑھے۔(عمدۃ الفقہ ص ۶۶۹ ج ۴۔درس ترمذی ص ۲۵۲ ج ۳)

دلیل اس کی یہ روایت ہے:

عن ابن عباس قال : كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صُفَّة زمزم ، فأمر بدلو ، فنُزِعت له من البئر ، فوضعها على شَفَة البئر ، ثم وضع يده من تحت عراقى[۱] الـدلـو ، ثـم قال : بسم الله ، ثم كرع فيها ، فأطال ، ثم اطال ، فرفع رأسه فقال : الـحمد لله ، ثم عاد ، فقال بسم الله ، ثم كرع فيها ، فأطال ، وهو دون الاول ثم رفع رأسـه ، فقال : الحمد لله ، ثم كرع فيها ، فقال : بسم الله ، فأطال ، وهو دون الثانى ، ثـم رفـع رأسه ، فقال : الحمد لله ، ثم قال صلى الله عليه وسلم علامة ما بيننا وبين المنافقين لم يشربوا منها قط حتى يتضلعوا ۔

(اخبار مكة للازرقى ص ۵۷ ج ۲۔فضل ماء زمزم ص ۱۳۵)

مذکورہ آداب کے علاوہ ان آداب کا بھی لحاظ رکھا جائے جو ہر پانی پینے کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔

دائیں ہاتھ سے پیئے

دائیں ہاتھ سے پیئے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔

''مسلم شریف'' کی روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی

[۱]......جمع عَرقوه ، وهو الخشبة المعروضة على فم الدلو ، النهاية لابن الاثير ص ۲۲۱ ج ۳۔

کھاوے تو داہنے ہاتھ سے کھاوے، اور جب پیوے تو داہنے ہاتھ سے پیئے، اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : اذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه ، واذا شرب فليشرب بيمينه ، فان الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله۔ (مسلم، كتاب الاشربة ، باب آداب الطعام والشراب)

لبوں اور ہونٹوں سے پیئے

آپ ﷺ کی عادت طیبہ یہ تھی کہ پانی چوس کر پیا کرتے تھے، انڈیلتے نہیں تھے۔

(مجمع الزوائد ص۸۳ ج ۵۔ سیرت الشامی ص ۳۷۵ ج ۷)

مطلب یہ ہے کہ لبوں اور ہونٹوں سے پانی چوستے ہوئے پیتے تھے۔

(شمائل کبری ص ۲۱۵ ج ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب پانی پیو تو چوس کر پیو، غٹ غٹ مت پیو۔ (جمع الوسائل ص ۲۵۳)

''احیاء العلوم'' میں ہے کہ: اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم ص ۱۱ ج ۲۔ شمائل کبری ص ۲۱۶ ج ۱)

برتن میں سانس نہ لے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ (بخاری ص ۸۴۱ ج ۲۔ شمائل کبری ص ۲۱۶ ج ۱)

ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے پینے کی چیزوں میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ (مجمع الزوائد، شمائل کبری ص ۲۱۶ ج ۱)

پھونک مارنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (سیرت الشامی ص ۷۷ ج ۷۔ شمائل کبری ص ۲۱۹ ج ۱)

آب زمزم پیتے وقت اسلاف کی دعا ونیت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمزم کا پانی پیتے وقت یہ دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَشْرَبُہٗ لِظَمْأِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ'' یا اللہ میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

(فضائل حج ص ۱۰۸، فصل ۶ / حدیث نمبر: ۹)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب زمزم پیتے تو یہ دعا فرماتے: '' اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ عِلْماً نَّافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ '' اے اللہ میں آپ سے علم نافع اور وسیع رزق اور ہر مرض سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دعا

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے زمزم پیتے ہوئے یہ دعا فرمائی کہ: میں کثیر العلم ہو جاؤں۔ اللہ تعالی نے آپ کو جو علمی رفعت عطا فرمائی وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

(فضل ماء زمزم ص ۹۶)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی دعا

سوید بن سعید رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ: میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آب زمزم کے پاس آئے اور ایک کٹورا پانی طلب کیا اور قبلہ رو ہو کر کہا: اے اللہ! مجھ سے ابن ابی الموالی رحمہ اللہ نے اور ان سے محمد ابن المنکد ر رحمہ اللہ

نے اوران سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے اس کے لئے مفید ہے، اور میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں اور یہ کہہ کر پی گئے۔(انتخاب الترغیب والترھیب ص۱۰۲ ج۳)

تلمیذ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی نیت

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جو مشہور محدث ہیں، ان کے پاس ایک شخص آئے اوران سے عرض کیا کہ: آپ یہ کہتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: زمزم کا پانی جس کام کے لئے پیا جائے اسی کام کے لئے ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ انہوں نے فرمایا: صحیح ہے، تو سائل نے عرض کیا: میں نے اس لئے پیا تاکہ آپ دوسو حدیثیں مجھے سنائیں، انہوں نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور دوسو حدیثیں ان کو سنا دیں۔

(فضائل حج ص ۱۰۸، فصل ۶ / حدیث نمبر: ۹)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تین دعا

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ: شیخ خطیب بغدادی جب حج کرنے تشریف لے گئے تو انہوں نے تین مرتبہ آب زمزم نوش فرمایا، اور اللہ تعالی سے تین حاجات طلب کیں: یا اللہ! میں تاریخ بغداد مکمل کرلوں، جامع منصور کی تدوین پوری ہوجائے، اور میری قبر بشر حافی کی قبر کے پاس بنے۔ اللہ تعالی نے زمزم کی برکت سے تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ (تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص ۳۹۹ ج ۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کی دعا

امام شافعی رحمہ اللہ نے زمزم کا پانی اس نیت سے پیا کہ تیراندازی میں ان کا نشانہ صحیح

ہو جائے، چنانچہ ان کے نشانے دس میں نو صحیح لگتے تھے۔ (اعلاء السنن ص۲۱۱ ج۱۰)

بعض کتابوں میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے زمزم پیتے وقت تین دعائیں فرمائیں:

(۱)...... تیر اندازی میں نشانہ صحیح ہو، چنانچہ ان کے نشانے دس میں سے دس یا نو صحیح لگتے تھے۔

(۲)......طلب علم کی، چنانچہ علم کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔

(۳)...... جنت میں دخول کی ،فرماتے ہیں کہ: مجھے جنت کے حاصل ہونے کی اللہ تعالی سے امید ہے۔ (فضل ماء زمزم ص ۹۸)

علامہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی دعا

محمد بن خزیمہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا: اس قدر علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ جواب میں فرمایا: آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے، بنابریں جب میں نے زمزم پیا تو علم نافع کی دعا مانگی، جسے اللہ تعالی نے پورا فرمایا۔ (تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۳۹۹ ج۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی دعا

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں ابھی علم حدیث کا طالب علم تھا، میں نے آب زمزم پیا اور دعا کی یا اللہ! مجھے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی طرح حافظ حدیث بنا دیجئے، پھر میں نے بیس سال بعد حج کیا تو محسوس کر رہا تھا کہ اس مرتبہ میں اللہ پاک مزید ترقی مرحمت فرمائیں گے، چنانچہ میں نے اللہ تعالی سے التجا کی یا اللہ! اس سے بلند مرتبہ عطا فرما، امید کرتا ہوں کہ ضرور اللہ تعالی اس سے مالا مال فرمائیں گے۔

(تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۴۰۰ ج۲)

ماءزمزم سے شفا پانے والوں کے چند واقعات

ماءزمزم سے شفا کا تجربہ بیشمار مریضوں نے کیا، اور اللہ تعالی نے انہیں شفا عطا فرمائی۔
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ ''معلم الحجاج'' میں تحریر فرماتے ہیں:
شفا اور قضائے حاجت کے لئے ہزاروں نے تجربہ کیا۔ بندۂ ناچیز نے بھی تجربہ کیا اور حضور اقدس صادق مصدوق ﷺ (فداہ نفسی وابی وامی) کے ارشاد کے مطابق شفا اور قبولیت دعا دونوں حاصل ہوئیں، اور علم الیقین سے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگیا۔

(معلم الحجاج ص۳۰۳)

مرض استسقاء سے شفا

مفتی ابوبکر عمر المعروف الشنینی رحمہ اللہ جو کہ یمن کے علماء میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ:
ایک آدمی کو استسقاء (پیٹ میں پانی بھر جانا) کا عارضہ لاحق ہوگیا، مرض نے خوفناک صورت اختیار کر لی، ایک طبیب کے پاس گیا، مگر اس نے مرض کی شدت کے باعث منھ پھیر لیا اور کہنے لگا یہ آدمی تو تین دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا، مریض نے جب یہ بات سنی تو زمین اس کے پاؤں تلے سے نکل گئی، شکستہ دل ہوکر واپس لوٹ آیا۔

اللہ تعالی نے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ کیوں نہ آب زمزم پیا جائے، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس پانی میں شفا ہے، اسی قصد سے وہ یمن سے مکہ مکرمہ آیا اور زمزم خوب شکم سیر ہوکر پیا، اسی وقت اس نے محسوس کیا کہ پیٹ میں کوئی چیز ٹوٹ رہی ہے، وہ فوراً حرم شریف سے باہر نکل کر رفع حاجت کو گیا تو اسہال آیا، پھر دوبارہ زمزم پیا اور اسی طرح اسہال ہوا، چند یوم مکہ مکرمہ میں مقیم رہا، جب اللہ پاک نے شفاء کاملہ نصیب فرمادی

تو واپس وطن لوٹ کر اس طبیب کے پاس حاضر ہوا، حکیم نے تعجب سے پوچھا کیا تو فلاں آدمی نہیں ہے، جسے فلاں مرض تھا؟ اس نے اقرار کیا، طبیب نے پوچھا: تو نے کونسی دوا استعمال کی ہے؟ تو اس نے بتایا کہ آب زمزم کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوئی ہے۔

نابینائی سے شفا

اسی طرح ایک اندھا آدمی اور آیا آب زمزم پی کر آنکھوں میں ڈالا، اللہ پاک نے اسے بینائی عنایت فرمائی۔ (تاریخ مکہ ص۳۹۹ ج۲)

فالج سے شفا......زبان کی لکنت سے شفا

شیخ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک جماعت کے ساتھ حج کیا، اس جماعت میں ایک شخص تھا جسے فالج تھا، میں نے اسے صحیح سالم بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، تو میں نے اس سے صحت کا سبب پوچھا؟ کہنے لگا کہ میں زمزم کے کنویں پر آیا، میرے پاس دوات تھا، میں نے ایک برتن پر بسم اللہ اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات اور سورۂ اسراء کی آخری آیت لکھی، اور یہ کہا کہ: اے اللہ! آپ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ: ماء زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے مفید ہے، اور قرآن آپ کا کلام ہے، مجھے شفا عطا فرمادے، میں نے اس برتن میں زمزم کو ملا کر پی لیا، الحمد للہ بغیر کسی دوا اور معالج کے اللہ تعالی نے مجھے شفا عطا فرمادی۔ (فضل ماء زمزم ص۷۷)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے سفر حج میں ماء زمزم کو دین و دنیا کے مختلف مقاصد کے لئے پیا، اور اکثر میں کامیاب ہوا، پھر دوسری مرتبہ مختلف مقاصد کے لئے پیا ان میں بھی اکثر میں کامیابی ہوئی، پھر تیسری مرتبہ بھی متعدد اغراض کے لئے پیا اور اللہ تعالی سے امید ہے کہ ان کو بھی پا لوں گا، اور میری زبان میں

زبردست لکنت تھی جس سے وعظ اور درس میں مشکلی محسوس کرتا تھا، پہلی مرتبہ ہی زمزم کے بعد اس مرض میں خفت محسوس ہونے لگی، اور ہوتے ہوتے اللہ تعالی نے مجھے کامل قدرت خطابت وتدریس پر مرحمت فرمادی۔ (اعلاء السنن ص ۲۱۱ ج ۱۰، تحت رقم الحدیث: ۲۸۰۵)

زمزم شریف اپنے ساتھ لانا

عن عائشة : انها كانت تَحمِلُ ماء زمزم و تُخبِرُ انَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يَحمِلُه۔ (ترمذی، كتاب الحج ، قبيل : ابواب الجنائز)

ترجمہ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زمزم کا پانی اپنے ساتھ لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ: آنحضرت ﷺ بھی زمزم لے جایا کرتے تھے۔

تشریح:...... امام بخاری نے ''التاریخ الکبیر'' میں ان الفاظ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے:

انها حَمَلَتْ ماء زمزم فى القوارير ، وقالت حمله رسول الله صلى الله عليه وسلم فى اِدَاوى وَالقِرَب ، وكَانَ يَسُبُّ علَى المَرضٰى ويُسْقِيهُم۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آب زمزم شیشوں میں لاتی تھیں اور فرماتیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ مٹکوں اور مشکیزوں میں لاتے تھے اور اسے مریضوں پر ڈالتے اور پلاتے۔ (التاریخ الکبیر ص ۱۸۹ ج ۳۔ ماخوذ طب نبوی ﷺ ص ۷۰۸)

ان روایات سے ماء زمزم کو دوسرے علاقوں میں لے جانے کا جواز بلکہ سنت مطلوبہ ہونا معلوم ہوا۔ (درس ترمذی ص ۲۵۱ ج ۳)

والحديث دل على جواز حمل ماء زمزم ، وانه صلى الله عليه وسلم كان يحمله فاذن هو سنة مطلوبة۔ (معارف السنن ص ۴۲۳ ج ۶)

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’اس سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام کا زمزم شریف لانا جائز ہے اور باعث برکت ہے، اس پر اعتراض کرنا صحیح نہیں‘‘۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۹۸ ج ۸)

بعض روایات سے حضور ﷺ کا زمزم منگوانا بھی ثابت ہے۔ ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

میرے خیمہ کے پاس سے ایک غلام گذرے، جن کے ساتھ دو مشکیزے پانی کے تھے، میں نے پوچھا: یہ مشکیزے کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ کا والا نامہ میرے سردار کے پاس پہنچا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں زمزم کا پانی بھیجا جائے، میں بہت عجلت سے لے جانا چاہتا ہوں تاکہ راستہ میں خشک نہ ہو جائے۔ (کنز۔ فضائل حج، فصل:۶/ حدیث:۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ:

میرا یہ خط اگر تمہارے پاس رات کو پہنچے تو صبح کا انتظار مت کرنا، اور اگر دن میں پہنچے تو شام کا انتظار مت کرنا، یہاں تک کہ میرے لئے ماء زمزم ارسال کردو، چنانچہ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے دو توشہ دان بھر کر زمزم ارسال فرمایا، اور یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے، جب کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔

(اعلاء السنن ص ۲۰۹ ج ۱۰، رقم الحدیث:۲۸۰۳)

حبیب بن ابی ثابت راوی ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: میں ماء زمزم اپنے ساتھ لے جاؤں؟ تو فرمایا: قد حمله رسول الله صلى الله عليه وسلم وحمله الحسن والحسين ’’یعنی آپ ﷺ لے گئے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنے ساتھ لے گئے۔ (فضل ماء زمزم ص ۱۲۵)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ: ماءزمزم حرم سے باہر لے جانا کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ: حضرت کعب احبار رحمہ اللہ نے ماءزمزم سے بھری ہوئیں بارہ مشکیں شام بھیجیں۔(فضل ماءزمزم ص۱۲۵)

ان روایات کی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ:

آب زمزم کو دوسرے شہروں کی طرف تبرکا لیجانا، اور لوگوں کو پلانا، اور مریضوں پر ڈالنا مستحب ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۶۶۹ ج۴۔معلم الحجاج ص۳۰۲)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ماءزمزم کی فضیلت وتاثیر اپنے ہی مقام کے ساتھ خاص ہے، جب ماءزمزم دوسرے علاقوں کی طرف منتقل ہوجائے تو اس کی فضیلت وتاثیر باقی نہیں رہتی۔مذکورہ روایات اس خیال کے منافی ہیں کہ ان حضرات کا یہ قیاسی خیال نص کے خلاف ہے۔حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”وفیہ رد علی من زعم ان فضیلة ماء زمزم مادام فی محله ، فاذا نقل یتغیر وهو شئی لا اصل له“۔(اعلاءالسنن ص۲۰۹ ج۱۰)

آب زمزم سے کفن کے کپڑے کو تر کرنا

آب زمزم کے فضائل احادیث میں بکثرت آئے ہیں۔ان واردشدہ فضائل کی بنا پر بعض حجاج کفن کو زمزم کے پانی سے تر کر کے سکھا کر تبرکاً رکھ لیتے ہیں۔آیا ان حضرات کا یہ عمل جائز یا نہیں؟اس بارے میں ہمارے علماء وارباب افتاء کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب،حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری،حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئ صاحب عارفی رحمہم اللہ جواز کے قائل ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی،حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی،اور حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب کا رجحان عدم جواز کا ہے۔حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے فتوی سے عدم جواز اور ملفوظات سے جواز معلوم ہوتا ہے۔دونوں طرف کے فتاوی درج ذیل ہیں:

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی

س:......ایک حاجی اپنے احرام کے کپڑے اس نیت سے محفوظ رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے ان میں کفن دیا جائے۔بعض لوگ کپڑے کا تھان زمزم میں بھگو کر اسی غرض سے محفوظ رکھتے ہیں،سنت یا آثار سلف سے ان باتوں کی کوئی سند و دلیل ملتی ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی یہ بدعت حسنہ ہوگا یا سیئہ؟

ج:......صریح جزئیہ نظر سے نہیں گذرا ہے،لیکن فقہاء آب زمزم سے استنجاء کرنے کو مکروہ کہتے ہیں جو صریح دلیل ہے کہ اس پانی کا احترام واجب ہے۔دوسری جگہ فقہاء نے یہ مسئلہ

بھی صراحۃً لکھا ہے کہ: اشیاء محترمہ کی حفاظت میت کی پیپ اور نجاست سے واجب ہے۔ امر اول کی تصریح ''درمختار'' ''کتاب الطهارت'' اور ''کتاب الحج'' میں ہے اور امر دوم کی ''شامی'' ''کتاب الجنائز'' میں ہے۔ ان تمام جزئیات کے مجموعے سے اس فعل کی کراہت مستفاد ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی صیانت واجب نہ ہو اور اس میں کسی طرح کی برکت کی امید بھی ہو اس کی گنجائش ہے۔

(امداد الفتاوی ص ۴۸۷، سوال نمبر: ۶۴۴۷)

نوٹ:......اصل سوال و جواب فارسی میں ہے، ترجمہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ کے حاشیہ سے ماخوذ ہے۔ (ص ۵۱۷ ج ۱)

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی

س:......کفن کا آب زمزم سے تر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا: قبر میں میت کا جسم پھٹتا ہے، نجاست بھی کفن کو لگتی ہے، زمزم شریف قابل احترام ہے، اس کو نجاست سے بچانا چاہئے، اس لئے کفن کو زمزم سے تر کرنا مناسب نہیں ''امداد الفتاوی'' میں ایسا ہی لکھا ہے، فقط واللہ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ ص ۸۰ ج ۱۷)

حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں اس مسئلہ پر تفصیل ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت لوگ آجکل زمزم کے پانی میں کپڑے کو بھگو کر لاتے ہیں، تاکہ کفن میں اس کو استعمال کیا جائے اس کی کیا حقیقت ہے؟ اور ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

''فتاوی امدادیہ'' میں لکھا ہے کہ: زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں نہ دیا جائے، کیونکہ جس میں کفن دیں گے، اس میں لاش پھولے گی، خون پیپ بہے گا، آب زمزم میں بھگوئے

ہوئے کپڑے کی بے حرمتی ہوگی۔

اور ''فتاوی عزیزیہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ: میرے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے۔ زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا عنایت فرمائیے۔ تو جواب میں فرمایا کہ: دادہ خواہد شد، یعنی تم کو دیدیا جائے گا، اس پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔

میں کہتا ہوں کہ: زمزم میں تر کئے ہوئے کپڑے سے بہت زیادہ مبارک اور متبرک کپڑا تو وہ ہے کہ جس کو حضور ﷺ نے زیب تن فرمایا اور پھر عبد اللہ بن ابی بن سلول کے لئے مرحمت فرمایا، جس میں اس کو اس کے صاحبزادے صحابی نے کفن دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک صحابی نے ازار ہدیہ میں پیش کیا، حضور ﷺ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور حضور ﷺ نے اس کو پہن لیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو بہت اچھی لگتی ہے یہ مجھے عنایت فرمادیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا، اندر تشریف لے گئے اور ازار بدل کر لاکر عنایت فرمادی، ان صحابی نے اس کو لیا جس کو آپ نے پسند فرمایا تھا، صحابی نے کہا: میں نے پہننے کے لئے تھوڑا ہی لیا تھا، میں نے اپنے کفن کے لئے تبرک کے طور پر لیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: یہ کپڑا جو حضور ﷺ کے جسم اطہر سے لگا، زمزم سے بہت زیادہ متبرک ہے، مگر اس کا اہتمام کرنا برا ہے جیسا کہ حاجی لوگ زمزم میں ڈبو کر سکھا کر لاتے ہیں، ایسا اہتمام غلط ہے، ہاں بغیر اہتمام کے ایسا کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔

(ملفوظات فقیہ الامت ص۳۲ /قسط: سادس)

حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بہت سے عوام الناس کفن کے لئے لٹھا وغیرہ سفید کپڑے کے تھان آب زمزم سے تر کر کے سکھاتے اور اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اس بات کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے ایسا کیا۔ (عمدۃ الفقہ ص ۶۷۰ ج ۴، فضائل آب زمزم)

قائلین جواز کے فتاوی

حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

س:...... کپڑے کو زمزم کے پانی میں تر کر کے خشک ہونے کے بعد کفن میں استعمال کر سکتے ہیں؟ بے ادبی تو نہیں ہوگی؟

ج:...... ہاں! حصول برکت کی غرض سے آب زمزم میں تر کر کے خشک کیا ہوا کپڑا کفن میں استعمال کر سکتے ہیں۔

ولذا قال فی الاسرار المحمدية : لو وضع شعر رسول الله أوعصاه أو سوطه على قبر عاص لنجا ذلک العاصی ببرکات تلک الذخيرة من العذاب ، ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة استار الكعبة والتكفن بها۔

(تفسیر روح البیان ص ۵۵۹ مطبوعہ مصر، امداد)

اس میں سوء ادب جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔قمیص مبارک اور تہبند شریف کو کفن میں استعمال کرنا حدیث سے ثابت ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۳۶۲ ج ۱)

س:...... بندہ حج کے لئے گیا تھا، اس وقت میں نے احرام کا کپڑا آب زمزم میں تر کیا تھا، جو آج بھی میرے پاس موجود ہے، اس کا استعمال کس طرح کرنا چاہئے؟ اپنے یا اپنی بیوی کے کفن کے لئے رکھ دوں، یا رشتہ داروں کو تبرکاً تھوڑا تھوڑا تقسیم کردوں، یا کسی کمیٹی کو دیدوں، جو مناسب سمجھ کر کسی غریب کے کفن کے لئے دیدیں۔غرض جو صورت آپ کو

مناسب معلوم ہواور اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہواس سے مطلع فرمائیں، انشاءاللہ اسی پر عمل کروں گا۔

ج :...... احرام کی چادر جس کا سوال میں ذکر ہے، بوسیدہ ہونے سے پہلے پہلے اس کو استعمال کر لینا چاہئے کہ وہ بوسیدہ ہونے کے بعد کفن کے لئے قابل استعمال نہیں رہے گی۔

آپ مالک ہیں، بیچ بھی سکتے ہیں، مالی حالت اچھی ہوتو للہ اور بخشش کے طور پر دیدینا بہتر ہے۔ رشتہ داروں اور نیک لوگوں کے کفن کے لئے دینا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۴۹۸ ج ۱۰)

''امدادالفتاوی'' کا جوفتوی اوپر نقل کیا گیا اس پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تسامح کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

زمانۂ قدیم سے عرب وعجم کے تمام حجاج میں بلانکیر یہ عمل جاری ہے، لہذا حتی الامکان ان کے فعل کو صحیح محمل پر محمول کرنا بہتر ہے۔ احقر کے خیال میں مجیب علیہ الرحمہ کے دلائل قیاسیہ سے ''روح البیان'' کا مندرجۂ ذیل جزئیہ اولی ہے: ولذا قال فی الاسرار، الخ۔

اور ماءزمزم سے غسل کرنے کا جواز تمام کتب فقہ میں مصرح ہے، اور غسل کے بعد پانی خشک ہوجاتا ہے، ایسے ہی تر کردہ کفن کا پانی بھی خشک ہوجاتا ہے، عین باقی نہیں رہتی۔ رہا تبرک تو وہ ایک امر معنوی ہے، فافهم فانه دقيق۔ (امدادالفتاوی ص ۴۷۸ ج ۱)

''امدادالفتاوی'' کے جواب پر حاشیہ میں ہے:

اس جواب پر بھی کلام کیا ہے، جو ملحقات تتمۂ اولی ''امدادالفتاوی'' میں درج ہے، اور کلام صحیح ہے، یعنی کفن کو آب زمزم میں تر کرنے میں کوئی خرابی نہیں۔

مزید تفصیل اصلاحات ملحقات میں دیکھو۔ تصحیح الاغلاط ص ۲۱۔ (حوالۂ بالا)

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی

س:......آب زمزم سے دھوئے ہوئے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے یانہیں؟

ج:......آب زمزم سے دھوئے ہوئے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے، البتہ اس طرح آب زمزم سے کفن دھونا سلف سے ثابت نہیں ہے۔ غالباً حصول برکت کے لئے لوگوں میں اس کا رواج ہوا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۰۲ ج ۳)

فتاوی حقانیہ کا فتوی

ج:...... برکت کے حصول اور عذاب سے نجات کے لئے کوئی متبرک اپنے پاس رکھنا یا اس کو استعمال کرنا مرخص ہے، اسی طرح آب زمزم سے تر شدہ کفن استعمال کرنا بھی جائز ہے، (فتاوی حقانیہ ص۴۶۳ ج ۳)

خیر الفتاوی کا فتوی

ج:......آب زمزم متبرک پانی ہے۔ کپڑے یا بدن سے نجاست حقیقیہ زائل کرنے کے لئے اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں حصول برکت کے لئے اس میں کپڑا بھگو کر لانا درست ہے۔ (خیر الفتاوی ص۲۰۷ ج ۴)

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی رائے

مسئلہ:......تبرک کے طور پر آب زمزم میں تر کیا کفن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ باعث برکت ہے۔ (احکام میت ص۴۳، کفن کا بیان)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ کا عمل

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ: میرے

فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا عنایت فرمایئے۔تو جواب میں فرمایا: ’’دادہ خواہد شد‘‘یعنی تم کو دیدیا جائے گا،اس پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔

(ملفوظات فقیہ الامت ص۳۲/قسط: سادس)

نوٹ:......حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس زمزم میں تر کیا ہوا کپڑا محفوظ رہتا ہوگا،تب ہی تو سائل نے سوال کیا،اور آپ نے دینے کا وعدہ فرمایا۔

’’فضل ماء زمزم‘‘ میں ہے:

وعلى هذا المبدأ والايمان ببركة ماء زمزم حتى لما بعد الموت ما يفعله كثير من الناس منذ عهد قديم و حتى هذا اليوم ،حيث يَغْمِسون ثوباً من القماش بماء زمزم ، ثم يتركونه ليجفّ ، ويحتفظون به ليكون كفنا لهم ، راجين بركته و حسن عائدته ،

وفى حاشيته :

ذكر هذ الامر عمن قبله الامام الفقيه المالكى محمد بن عبد السلام المتوفى سنة ۷۴۹ /كما فى مواهب الجليل لشرح مختصر خليل للحطاب ۱/ ۴۶، ومثله ايضا فى التزام مالا يلزم لابن طولون (مخطوط) بل هو من زمن بعيد ، فقد قال الثعالبى المتوفى سنة ۴۲۹ فى ثمار القلوب ص ۵۵۹ : ’’ وكم من غاسل ثيابه بمائه أى زمزم لما يرجوه من بركته ، وحسن عائدته۔(ماءزمزم ص۱۴۳)

علماء کی ان تحریرات اور فتاوی سے معلوم ہوا کہ کفن کو زمزم میں تر کر کے رکھنا جائز ہے،البتہ اس میں غلو نہیں ہونا چاہئے ،بغیر کسی اہتمام کے ایسا کیا جائے تو اس میں کچھ

مضائقہ نہیں۔

ویسے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"کفن میں کعبہ شریف کا غلاف تبرکاً رکھ دینا درست ہے"۔(دین کی باتیں ص۱۶۳)

کعبہ شریف کا غلاف بھی تو محترم شئی ہے، جب اس میں کوئی بے حرمتی نہیں تو ماءِ زمزم تو خشک ہو جاتا ہے اس میں بھی کوئی کراہت معلوم نہیں ہوتی۔

البتہ اس امر کا اہتمام زیادہ ہونے لگے تو یقیناً قابل نکیر ہو جائے گا۔امر مستحب اور مندوب پر اصرار کو فقہاء نے منع لکھا ہے۔(دیکھئے ص۷۵)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں بھی ہے: "ہاں بغیر اہتمام کے ایسا کیا جائے تو کچھ حرج نہیں"۔(ملفوظات فقیہ الامت ص۳۲، قسط: سادس)

مسائل آب زمزم

مسئلہ:......آب زمزم کو کثرت سے پینا مستحب ہے اور ایمان کی علامت ہے۔

مسئلہ:......زمزم کو قربت کی نیت سے دیکھنا عبادت ہے، جیسے کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

مسئلہ:......آب زمزم سے تبرکا وضو اور غسل کرنا امام احمد رحمہ اللہ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے، یعنی مکروہ نہیں۔

مسئلہ:......کسی ناپاک چیز کو آب زمزم سے نہ دھویا جائے، کپڑا ہو یا کوئی اور چیز ہو اور جنبی یا بے وضو آدمی کو اس سے غسل وغیرہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ناپاک جگہ میں اس کو استعمال کرے، لیکن ضرورت کے وقت رفع حدث یعنی غسل و وضو کے لئے استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ ناپاکی دور کرنے کے لئے اس کا استعمال ہر حال میں مکروہ ہے۔

مسئلہ:......آب زمزم سے استنجا کرنا اور اپنے کپڑے اور بدن سے نجاست حقیقی دور کرنا مکروہ ہے۔ بعض علماء نے اس کو حرام کہا ہے اور نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے آب زمزم سے استنجا کیا تو ان کو بواسیر ہوگئی۔

مسئلہ:......آب زمزم کو دوسرے شہروں کی طرف تبرکا لے جانا اور لوگوں کو پلانا اور مریضوں پر ڈالنا مستحب ہے۔

مسئلہ:......آب زمزم کی موجودگی میں جب کہ دوسرا پانی نہ ہو تو وضو اور غسل اس سے کرنا واجب ہے، تیمّم کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ:...... چاہ زمزم مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف کی زمین مسجد ہے، اس لئے اس میں وضو یا غسل جنابت کرنا جائز نہیں، اسی طرح تھوکنا، ناک کی ریزش ڈالنا یا جنابت کی حالت میں داخل ہونا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ:......آب زمزم کی خرید وفروخت جائز ہے، لیکن مسجد میں معاملہ کرنا خریدنا اور بیچنا جائز نہیں۔(مناسک ملاعلی قاری ص۳۳۰۔معلم الحجاج ص۳۰۳۔عمدۃ الفقہ ص۶۶۹ ج۴)

مسئلہ:......میت کے چہرہ اور بدن پر آب زمزم ڈالنا جائز ہے۔

(فتاوی احیاء العلوم ص۲۹۷ ج۱)

مسئلہ:......میت کے کفن پر آب زمزم چھڑکنا جائز ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص۸۲ ج۱۳، مطبوعہ: مکتبہ محمودیہ، میرٹھ، الہند)

مسئلہ:......آب زمزم غیر مسلم کو دینے میں کوئی حرج نہیں۔(کتاب الفتاوی ص۸۲ ج۴)

مسئلہ:......بہتر ہے کہ بھنگی کو آب زمزم نہ دیا جائے، اگر بھنگی خود مانگے اور یقین ہو کہ عقیدت سے مانگ رہا ہے، اور ادب واحترام ملحوظ رکھے گا تو جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ص۱۹ ج۸)

مسئلہ:......آب زمزم سے پلید کپڑے کو دھونا جائز نہیں۔(خیر الفتاوی ص۲۰۷ ج۴)

مسئلہ:......آب زمزم ٹھنڈا ابھی نقصان نہیں دیتا، بلکہ جس مقصد کے لئے پیا جائے، اللہ تعالی اس مقصد کو پورا فرماتے ہیں، تاہم گرم کرنا بھی ممنوع نہیں۔

(فتاوی محمودیہ ص۴۳ ج۲۷، مطبوعہ: مکتبہ محمودیہ، میرٹھ، الہند)

مسئلہ:......ماء زمزم طہارت قلب کی نیت سے پیا جائے۔(تقریر بخاری ص۱۲۰ ج۲)

کیمیائی تجزیہ

اس سائنسی اور تکنیکی دور میں آب زمزم کا کیمیائی تحلیل و تجزیہ کرنے پر اسے گونا گوں فوائد و خواص کا حامل اور حسب ذیل معدنی اجزاء کا مرکب پایا گیا۔سائنسی تجزیہ کی تفصیلات سید محبوب رضوی صاحب کے رشحات قلم کے حوالے سے ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں:

(۱)......میگنیشیم سلفیٹ۔

(۲)......سوڈیم سلفییٹ۔

(۳)......کیلسیم کاربونیٹ۔

(۴)......سوڈیم کلورائڈ۔

(۵)......پوٹاشیم نائٹریٹ۔

(۶)......ہائیڈروجن سلفائیڈ۔

ان اجزاء میں درج ذیل خواص پائے جاتے ہیں:

(۱):......میگنیشیم سلفیٹ: اس کا استعمال اعضاء کی حرارت کو دور کرتا ہے۔قے، متلی اور دوران سر کے لئے بے حد مفید ہے۔دست آور ہوتا ہے اور استسقاء کے لئے بڑا نفع بخش ہے۔جسم کے بلغمی مادے کو ختم کر کے مضر اجزا کی بیخ کنی کرتا ہے۔

(۲):......سوڈیم سلفیٹ: یہ ایک قسم کا نمک ہے جو قبض کو رفع کرتا ہے۔وجع المفاصل کے لئے بے حد مفید ہے۔ذیابیطش، خونی پیچش، پتھری اور استسقاء کے مریضوں کے لئے بھی انتہائی مفید ہے۔

(۳):......سوڈیم کلورائڈ: انسانی خون کے لئے یہ نمک بہت اہمیت رکھتا ہے۔تنفس کی

صفائی اور جسمانی نظام کی برقراری کے لئے استعمال کرایا جاتا ہے۔آنت اور پیٹ کے مسلسل درد اور ہیضے میں زوداثر سمجھا جاتا ہے اور زہر کی متعدد اقسام کے لئے بہترین تریاق ہے،خصوصا کوئلے کے دھوئیں کی زہریلی گیس (کاربن مانوآکسائڈ) کی سمّیت اس کے استعمال سے فورا دور ہو جاتی ہے،اور یہ نمک اعضاء کی کمزوری کو بھی دور کرتا ہے۔

(۴):......کیلسیم کاربونیٹ: خوراک کو ہضم کرنے، پتھری توڑنے اور وجع المفاصل کے لئے مفید ہے۔اعضاء کی حدت اور لُو کا اثر زائل کرنے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵):...... پوٹاشیم نائٹریٹ: تھکن اور لُو کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے۔دمہ کے لئے بھی مفید ہے۔پسینہ بکثرت لاتا ہے۔زمزم کے پانی کو ٹھنڈا رکھنے میں پوٹاشیم نائٹریٹ کا بڑا حصہ ہے۔

(٦):...... ہائڈروجن سلفائیڈ: تمام جلدی امراض خصوصا خنازیر کے لئے نفع بخش سمجھا جاتا ہے۔شدید زکام میں اس کے استعمال سے راحت محسوس ہوتی ہے۔جراثیم کش ہے۔اس لئے اس کے استعمال سے ہیضے کے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔یہ قوت ہاضمہ،قوت حافظہ اور دیگر دماغی قوتوں کو تقویت پہنچاتا ہے۔بھوک بڑھاتا اور بواسیر کے لئے بھی اکسیر ثابت ہوا ہے۔

ہائیڈروجن سلفائیڈ آب زمزم میں خاص طور سے موجود ہے۔تازہ زمزم پینے سے اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

غرض کہ آب زمزم نہ صرف ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہے بلکہ بہت سے فوائد کے لحاظ سے منفرد اہمیت کا حامل ہے۔

(ہفت روزہ خدام الدین:۱۳رفروری ۱۹۷۰ء ص ۱۴۔ ماخوذ از: تاریخ مکہ ص ۴۲۰ ج ۲)

آب زمزم نعمت غیر مترقبہ

تحریر معین الدین احمد صاحب
کیمیکل انجنیئر ، پاکستان

۱۹۷۱ء کی بات ہے جب ایک مصری ڈاکٹر نے یورپ کے اخبارات میں ایک مراسلہ شائع کرایا، جس میں دعوی کیا گیا کہ: آب زمزم مضر صحت ہے، اس لئے یہ ہرگز پینے کے لائق نہیں ہے۔ مصری ڈاکٹر نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ خانۂ کعبہ ایک ایسی اتھلی سطح پر واقع ہے جو سطح سمندر سے نیچے ہے، اور چونکہ چاہ زمزم مکہ شہر کے عین وسط میں واقع ہے، اس لئے شہر کا تمام گندہ پانی چاہ زمزم میں جمع ہو جاتا ہے۔

مصری ڈاکٹر کی ہرزہ رسائی جیسے ہی شاہ فیصل کے کانوں میں پہنچی انہیں شدید طیش آیا اور انہوں نے اس یاوہ گوئی کو اپنے انجام تک پہنچانے کے لئے متعلقہ حکام کو ضروری کاروائی کرنے کے احکام صادر کئے۔ مزید براں شاہ فیصل نے وزارت، زراعت و آب رسانی کو حکم دیا کہ آب زمزم کے نمونے تمام یورپی تجزیہ گاہوں کو ارسال کئے جائیں تا کہ قابل استعمال ہونے کے بارے میں جدید سائنسی شواہد حاصل کئے جائیں۔

ان دنوں میں جدہ میں بطور کیمیکل انجینئر تعینات تھا، دوسرے انجینئروں کے ساتھ مل کر ہم سمندر کے پانی کو قابل استعمال بنانے والے پلانٹ میں کام کر رہے تھے، چونکہ یہ پلانٹ انتہائی جدید مشینری پر مشتمل تھا اور اس کی کارکردگی شہرۂ آفاق تھی، اس لئے وزارت وزراعت اور آب رسانی نے مجھے یہ ہدایت جاری کی کہ آب زمزم کے قابل استعمال ہونے یا نہ ہونے کے لئے میں جملہ امور کی نگرانی کروں، اور اس ضمن میں ہر ممکن کاروائی اندرون ملک و بیرون ملک سرانجام دوں۔

ہدایت ملتے ہی میں جدہ سے مکہ معظّمہ پہنچا جہاں خانہ کعبہ کے منتظمین سے رجوع کیا،انہوں نے فی الفور مجھے ہر قسم کی اعانت فراہم کی، اور ایک افسر رابطہ کی خدمات مہیا کیں تا کہ میں کسی دقت کے بغیر اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برا ہوسکوں۔

چاہ زمزم کے سرسری جائزہ نے مجھے ایک عجیب وغریب استعجاب میں مبتلا کر دیا۔میری عقل یہ باور کرنے پر تیار نہ تھی کہ یہ: ۱۴/۱۸/ کا مختصر سا تالاب صدیوں سے کس طرح لاکھوں گیلن پانی حجاج کرام اورزائرین کومہیا کررہا ہے۔

میں نے اپنی تحقیقات کا آغاز کیا،اور چاہ زمزم کی پیمائش شروع کی،سب سے پہلے میں نے اس کی گہرائی معلوم کرنا چاہی، چنانچہ میں نے اپنے مددگار کوکنویں میں اترنے کے لئے کہا،اس نے پہلے تو پاک پانی سے غسل کیا اور پھر وہ کنویں میں اتر گیا اور تہہ میں جا کر کھڑا ہوگیا۔پانی کی سطح تقریبا اس کے کندھوں کے برابر تھی، جب کہ اس کا قد تقریبا: ۵/فٹ ۸/ انچ تھا۔

اب میری ہدایت کے مطابق اس شخص نے چاہ زمزم کی سطح پر قدم بقدم چلنا شروع کیا، اور یوں اس نے کنویں کی تمام دیواروں کا احاطہ کرلیا،اس نے بتایا کہ کنویں کی دیواروں سے پانی نہیں رس رہا، یوں ثابت ہوا کہ پانی کا منبع چاہ زمزم کے اندر ہی کہیں واقع ہے۔اس کے بعد مزید تحقیق کے لئے میں نے حکم دیا کہ نکاسی آب زمزم کے لئے چاہ زمزم میں جو بڑے بڑے ٹرانسفر پمپ لگائے گئے ہیں وہ تمام بیک وقت چلا دیئے جائیں تا کہ کسی طرح چاہ زمزم میں موجود پانی مکمل طور پر ایک ممکنہ حد تک خارج کر دیا جائے اور اس طرح سے پانی کا منبع دریافت ہوسکے۔یہ پمپ ایک سیکنڈ میں کئی گیلن آب زمزم کا خراج عمل میں لاسکتے ہیں،لیکن میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب ہم سب نے یہ دیکھا کہ پانی کی

سطح میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی، یعنی جس تیزی سے پانی کا اخراج ہورہا تھا اسی تیزی سے زیرزمین ذخیرہ آب کمی کو پورا کررہا تھا۔

میں نے اپنے مددگار سے کہا کہ: اب وہ ایک ہی جگہ جم کر کھڑا ہوجائے اور کسی تبدیلی کے بارے میں مشاہدہ کرے، تھوڑی دیر کے بعد اس نے چلا کر کہا: الحمدللہ مجھے منبع آب کا سراغ مل گیا، اس نے بتایا کہ اس کے قدموں کے نیچے ریت اچھل رہی تھی جسے زیرزمین پانی اوپر دھکیل رہا تھا۔ اب اس نے قدم بقدم چاہ زمزم میں کھڑے ہوکر مزید مشاہدہ کیا کہ ہر جگہ سے ایک ہی دباؤ سے پانی کا اخراج ہورہا تھا، جس کی بدولت چاہ زمزم میں سطح آب برقرار تھی۔

اپنے مشاہدہ کی تکمیل کے بعد میں نے مختلف اوقات میں آب زمزم کے نمونے جمع کئے تاکہ انہیں تجزیئے کے لئے یورپ کی لیبارٹریوں کو روانہ کروں۔

خانۂ کعبہ سے رخصتی سے قبل میں نے حکام مکہ سے دوسرے کنوؤں کے بارے میں استفسار کیا جو چاہ زمزم کے قرب وجوار میں واقع تھے، مجھے بتایا گیا کہ خشک سالی کی وجہ سے تمام کنویں تقریبا خشک ہوچکے تھے، اوران سے پانی کی کسی مقدار کی نکاسی ممکن نہ تھی۔

جدہ پہنچ کر میں نے اپنے افسراعلی کو اپنے مشاہدات سے آگاہ کیا، اس نے اگرچہ میری باتیں بہت غور سے سنیں، لیکن آخر میں اس نے عجیب یاوہ گوئی کی کہ عین ممکن ہے کہ بحیرہ احمر جو مکہ معظّمہ سے صرف: ۷۵؍کلومیٹر دور واقع ہے، چاہ زمزم کو پانی فراہم کررہا ہو۔ بہر حال اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا کہ چاہ زمزم تو بحیرہ احمر سے: ۷۵؍کلومیٹر دور ہونے کے باوجود پانی سے لبریز ہے، جبکہ بے شمار کنویں جو بہت کم فاصلے پر واقع تھے قطعی طور پر خشک پڑے تھے۔

یورپی لیبارٹری اور ہماری اپنی تجربہ گاہ میں آب زمزم کے جونمونے ٹیسٹ کیئے گئے ان کے نتائج میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔آب زمزم اور مکہ معظّمہ کے دوسرے کنوؤں سے حاصل کردہ پانی میں نمایاں فرق پایا گیا کہ آب زمزم میں کیلشیم (چونے) اور میگنیشیم کے نمکینات کی مقدار زیادہ پائی گئی،شاید اسی لئے آب زمزم نوش کرنے والے حجاج کرام اور زائرین بہت جلد اپنی تھکن پر قابو پالیتے تھے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آب زمزم کا ایک گھونٹ ہی حیات نو بخشتا ہے،مزید براں آب زمزم میں موجود فلورائیڈ کی مناسب مقدار جراثیم کش ہے،اسی لئے حج کے ایام میں لوگ وبائی امرض سے محفوظ رہتے ہیں۔

یورپی لیبارٹریوں نے مہر تصدیق ثبت کردی کہ آب زمزم پینے کے لئے بہترین اور محفوظ ترین مشروب ہے۔اس تصدیق نے شاہ فیصل کو بہت خوش کیا اور انہوں نے ہدایت جاری کی کہ بطور خاص اس امر کی تشہیر یورپی اخبارات اور جرائد میں کی جائے۔آب زمزم کا کیمیائی تجزیہ نمایاں طور پر یورپی اخبارات میں شائع کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آب زمزم پر جتنی بھی تحقیق اور ریسرچ کی جائے کم ہے،اس لئے کہ ہر مرتبہ اس کا ایک اور گوشہ اور روشن پہلو نمودار ہوتا ہے،جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱):......چاہ زمزم آج تک خشک نہیں ہوا،اور اس نے ہمیشہ لاکھوں حجاج کرام کی پیاس بجھائی ہے۔

(۲):......اس میں موجود نمکیات کی مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔

(۳):......اس کے ذائقے میں روز اول سے لے کر آج تک کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

(۴):.......آب زمزم وسیع پیمانے پر مکہ معظّمہ اور گردونواح، بلکہ مدینہ منورہ میں بھی فراہم کیا جاتا ہے۔اسے اپنی حالت میں سپلائی کیا جاتا ہے، اور نہ تو اس میں کلورین یا کسی اور جراثیم کش کیمیکل کی آمیزش کی جاتی ہے، اس کے باوجود آب زمزم پینے کے لئے بہترین صحت بخش مشروب ہے۔

دوسرے کنوؤں میں نباتاتی اور حیاتیاتی افزائش ہوتی ہے، انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں پودے اور حشرات الارض پیدا ہوجاتے ہیں، کائی جم جاتی ہے، جس سے پانی کا ذائقہ بدل جاتا ہے، رنگت تبدیل ہوجاتی ہے، اور بسا اوقات مضرِ صحت بھی ہوجاتا ہے، جبکہ آب زمزم دنیا کا واحد پانی ہے جو ہر قسم کی نباتاتی افزائش اور آلائش سے پاک صاف رہتا ہے۔ (ماخوذ از: ماہنامہ ''صراط مستقیم'' برمنگھم، مارچ واپریل ۱۹۹۸ء حج نمبر)

کچھ چاہ زمزم کے متعلق

زمزم جس کنویں سے نکلتا ہے اس کی حفاظت، حد بندی، فراہمی سب کاموں پر ہمیشہ توجہ دی جاتی رہی ہے۔اس کنویں کے تین سوتے ہیں جہاں سے پانی رستا رہتا ہے۔اس پانی کو جس مقدار میں بھی استعمال کیا جائے اس کے باوجود نہ اس کی فراہمی رکتی ہے نہ اس کے سوتے خشک ہوتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کنویں میں کچرہ بھی رہا ہے اور بعض اور چیزیں بھی، مگر ان سے اس کی صفائی پر بالکل اثر نہیں پڑا۔۱۹۶۸ء میں جو سیلاب آیا تھا وہ کعبہ کے دروازے تک پہنچ گیا تھا اور زمزم کے کنویں سے پانی ابل رہا تھا، مگر باہر کے پانی سے نہ تو ملاوٹ ہوئی نہ کسی تجزیے میں کسی گندگی کا ثبوت ملا۔

ادارۂ امور حرمین کا اسلامی رپورٹ، حرم توسیعی پروجیکٹ، محکمۂ آب رسانی، حج ریسرچ سنٹر سب نے کئی سروے کرائے، تجزیئے کئے گئے، اس علاقے کی پیمائش کی، فوٹو لئے، جس کے بعد اس کا مکمل نقشہ بنالیا گیا۔

مختلف ادوار میں مسلم خلفاء کی زمزم کے کنویں میں ترمیم واصلاح

(۱)......ابوجعفر منصور کے دور میں ۱۳۷ھ میں کنویں میں سنگ مرمر کا فرش کیا گیا اور اس کے اوپر گنبد بنایا گیا۔

(۲)......۲۲۰ھ میں معتصم باللہ نے زمزم کے حصے کو سونے کے تاروں سے مزین شیشہ کا سائبان لگوایا۔

(۳)......نویں صدی ہجری میں زمزم کے حصے میں مؤذن کے لئے پہلے لکڑی کا سائبان بنایا گیا، جس کو ۸۲۳ھ میں پتھر سے بدلا گیا، اس حصہ میں برابر توسیعات ہوتی رہیں۔

(۴)......۱۰۲۰ھ میں اس میں لوہے کی جالی ڈالی گئی۔

(۵)......۱۲۲۲ھ میں اس کے اردگرد جالی لگائی گئی جس کے بعد یہ کنواں ۸/۳۵ مربع میٹر میں ہوگیا، اس کے پاس خواجہ سراؤں کا کمرہ ہوتا تھا، جس کے بعد زمزم کے اوپر جانے کی سیڑھیاں تھیں۔

(۶)......۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء میں وہاں ایک سائبان بنا دیا گیا جس کے نیچے لوگ گرمی سے بچنے کے لئے رہتے تھے۔

سعودی عہد حکومت میں زمزم کی تعمیر وتحسین

سعودی دور حکومت میں مطاف کا پہلا توسیعی کام ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء میں شروع ہوا جس میں زمزم کے کنویں کی عمارت کی بھی تعمیر کی گئی۔اس میں طواف کرنے والوں کی تنگی کو سامنے رکھ کر اس کو زیر زمین کیا گیا۔اس طرح اس کی چھت مطاف کے برابر ہوگئی۔کنویں کی دیواریں کنکریٹ کی بنا کر ان پر سنگ مرمر چڑھایا گیا۔سوتے کے رخ کو شفاف معدن سے بنایا گیا، جس کی وجہ سے کنواں دیکھا جا سکتا ہے۔

اب کنویں کے مشرقی جانب مطاف کے نیچے: ۱۴۵۰ /مربع میٹر کا تہہ خانہ بنا دیا گیا ہے، جو روشن ہے اور اس کے درمیان میں دیوار قائم کر کے مردوں اور عورتوں کے لئے کنویں تک جانے کا الگ الگ راستہ بنا دیا گیا ہے، اور وہاں: ۱۱۰ /نل بھی لگائے گئے ہیں جن سے براہ راست زمزم پہنچتا ہے۔اس تہہ خانہ کی سیڑھیاں مطاف کے آخر میں جا کر نکلتی ہیں، جس سے مطاف اور وسیع ہوگیا ہے، سنگ مرمر کا استعمال ہر جگہ ہوا ہے۔جس جگہ کنویں کا محل وقوع ہے اس جگہ مطاف میں کالے سنگ مرمر سے ''بیر زمزم'' یعنی زمزم کا کنواں لکھ دیا گیا ہے۔(ماخوذ از ''دلیل الندوۃ'')

چاہ زمزم سے متعلق چند اہم معلومات

یہ مبارک کنواں کعبہ شریف سے :۲۱ر میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جدید ترین تحقیقات کے مطابق کنویں کے گرد مختلف چشموں سے پانی کا اُبال :۱۱ر سے لیکر :۱۸،۵ر لیٹر فی سیکنڈ ہے۔ اس طرح ایک منٹ میں اس کی کم از کم مقدار: ۶۰×۱۱=۶۶۰ رلٹر اور ایک گھنٹہ میں ۶۶۰ رلٹر اور ایک گھنٹہ میں: ۶۶۰×۶۰=۳۹۶۰۰ رلیٹر ہے۔

ان چشموں میں سے ایک کا دہانہ حجر اسود کی طرف سے کھلتا ہے جس کا طول: ۷۵ر سینٹی میٹر اور بلندی: ۳۰ر سینٹی میٹر ہے۔ سب سے زیادہ پانی اسی سے نکلتا ہے۔ ایک اور چشمہ کا دہانہ مکبّریہ (اذان کی جگہ) کے سامنے ہے۔ اس کا طول: ۷۰ر سینٹی میٹر اور بلندی: ۳۰ر سینٹی میٹر ہے۔ ان کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں جو صفا، مروہ کی طرف سے آتے ہیں۔ مزید معلومات ملاحظہ ہوں:

مطاف کے نیچے کنویں کا دہانہ	دہانہ سے کنویں کی مکمل گہرائی	دہانہ کے نیچے پانی کی موجودگی	دہانہ سے چشموں کا فاصلہ	چشموں سے کنویں کی تہ تک	کنویں کا قطر
۱٫۵۶ میٹر	۳۰ر میٹر	۴ر میٹر	۱۳ر میٹر	فاصلہ ۱۷ر میٹر	۱،۴۶ تا ۲،۶۶ میٹر

کنویں پر عمارت

بیر زمزم پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی جو: ۳،۸×۷،۱۰ میٹر = ۸۸،۸ر مربع میٹر رقبہ پر محیط تھی، جو: ۱۳۸۱ھ ۱۳۸۸ھ کے درمیانی مدت میں گرادی گئی تا کہ اس جگہ مطاف کی توسیع ہو جائے۔

زمزم پینے کا انتظام تہہ خانہ میں کردیا گیا جو مطاف کے نیچے ہے اور ائیر کنڈیشنڈ ہے۔

اس تہہ خانہ میں اترنے کے لئے :۲۳/ سیڑھیاں ہیں جو بیر زمزم تک جانے کے لئے عورتوں مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیں۔اس تہہ خانہ میں چاہ زمزم کے متصل: ۳۵۰/ ٹوٹیاں لگی ہیں جن میں سے: ۲۲۰/ٹوٹیاں مردوں کی جانب اور: ۱۳۰/ٹوٹیاں عورتوں کے حصہ میں ہیں۔اس کنویں کو شیشے کی دیوار سے محفوظ کردیا گیا ہے، جس سے کنویں کو بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔

(تاریخ عمارۃ المسجد الحرام ص ۴۶، التاریخ القویم ۹۸/۵۔قصۃ التوسعۃ الکبری ص ۱۴۱)

اس تہہ خانہ اور مطاف تک پہنچنے کا راستہ مطاف کے اندر ہے، اور مسعی کے باہر مشرقی صحن میں منتقل کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے تاکہ مطاف میں مزید وسعت آجائے۔

(تاریخ مکہ مکرمہ ص ۸۵)

آب زمزم کی ٹینکی

مسجد حرام سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر محلّہ ''کُدَیٰ''میں ۱۴۱۵ھ میں ایک ٹینکی بنائی گئی جس میں زمزم کی وافر مقدار کو محفوظ کیا جاسکتا ہے، اور ایسا مشینی سسٹم نصب کیا گیا ہے جو آب زمزم کو کنویں سے اس ٹینکی تک منتقل کرتا ہے۔اس کی وسعت: ۱۵۰۰/سو مکعب میٹر ہے، یہاں سے پانی کے گیلن اور ٹینک بھرے جاتے ہیں تاکہ آب زمزم کو ملک کے مختلف مقامات بالخصوص مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ میں منتقل کیا جاسکے۔

(قصۃ التوسعۃ الکبری ص ۱۴۱۔درر الجامع الثمین ص ۷۷۔تاریخ مکہ مکرمہ ص ۸۶)

"نزل الحجر الاسود من الجنة"

حجر اسود

اس رسالہ میں حجر اسود کے فضائل و خصائص، اس کے تقبیل و استلام کے مفصل احکام و مسائل، حجر اسود کے حوادثات اور مسلمانوں پر اس اعتراض کا جواب کہ مسلمان حجر اسود کی عبادت کرتے ہیں وغیرہ امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل الحجر الاسود من آیات بینات ، ووضع فیه کثیر الخیرات والمنافع والبرکات ، منهم استلامه سبب تکفیر الخطایا والسیئات ، وعنده تسکب العبرات وتجاب الدعوات وتذهب الحسرات ، اللهم فصل وسلم علی سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم افضل الصلوة والتحیات ، وعلی اٰله واصحابه وازواجه المطهرات ، اما بعد۔

حرم کی محترم زمین پر بیت اللہ کے جنوبی مشرقی کونے میں بیضوی شکل کا ایک سیاہ پتھر نصب ہے، جسے ہم حجر اسود سے یاد کرتے ہیں۔اس پتھر کی کچھ عجیب تاثیرات وخصوصیات ہیں۔احادیث میں اس کے فضائل بکثرت وارد ہوئے ہیں۔

یہ جنت کا یاقوت ہے،اس کا استلام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، یہ قیامت کے دن اس کے بوسہ دینے والوں کے لئے ایمان کی گواہی دے گا، یہ زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے،اسے چھونا گویا دست قدرت کو چھونا ہے،اس پر ہاتھ رکھنا حق تعالی ورسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا ہے، اس کے سامنے دعا قبول ہوتی ہے، یہاں ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے۔

طواف کی ابتدا اس کے استلام سے ،اختتام اس کے استلام سے، بلکہ طواف کا شعار استلام بتلایا گیا،سعی سے پہلے استلام کا حکم استحبابی ،استلام کے وقت مختلف دعا واذکار کا حکم علیحدہ۔

یہ وہ پتھر ہے جس کو فنا نہیں ، یہ وہ پتھر ہے جو غرق نہیں ہوتا اور نہ جلتا ہے، قیامت کے قریب یہ پتھر اٹھالیا جائے گا۔

بیشمار حوادثات اس پر آئے، مگر اس کی حفاظت کی گئی۔ عربوں میں بت پرستی واحجار کی عبادت کے باوجود کبھی اسلام سے قبل بھی اس کی عبادت نہیں کی گئی۔

حضرت آدم علیہ السلام اس سے لپٹے ہیں، پیار کیا، آپ ﷺ نے اس کے ساتھ شفقت فرمائی۔

ان تمام باتوں کے علاوہ سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسے بوسہ دیا، اس کا استلام فرمایا، یہاں آنسو بہائے اور بہت زیادہ بہائے۔

درج کردہ اجمال کی تفصیل اس رسالہ میں ذکر کی گئی ہے۔ رسالہ کے اخیر میں حجر اسود پر جو حوادثات آئے، وہ واقعات مولانا عبدالمعبود صاحب کی تاریخ ''مکۃ المکرّمۃ'' سے من وعن نقل کر کے ان کو رسالہ کا جز بنا دیا ہے۔

بعض نادان کے اس اعتراض کا جواب کہ مسلمان حجر اسود کی عبادت کرتے ہیں اور اسے سجدہ کرتے ہیں ''فتاوی رحیمیہ'' کے ایک جواب اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''اشرف الجواب'' اور ''المصالیح العقلیہ للاحکام النقلیہ''(احکام اسلام عقل کی نظر میں) سے نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے، اور راقم کے لئے نجات وترقی درجات بنائے، کوتاہی کو معاف فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۶ر صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۱ر جون ۱۹۹۸ء

بروز اتوار

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کہاں سے حاصل کیا؟

حجر اسود سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب پورے وثوق کے ساتھ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس سلسلہ میں متعدد روایات پائی جاتی ہیں۔

ابن حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ: جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتارے گئے تو وہ حجر اسود اپنے ساتھ لائے تھے، ان کے وصال کے بعد ہند میں محفوظ رہا، یہ سفید چمکدار یاقوت تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے ہند سے لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا، پھر لوگوں کے خطا کار ہاتھوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ (فتح الباری ص۳۱۴ ج۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مقام ابراہیم اور حجر اسود سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے رات کے وقت اتارے گئے، صبح کے وقت جب آپ نے ان دونوں کو دیکھا تو پہچان لیا، ان سے لپٹ گئے اور پیار کرنے لگے۔

(اخبار مکہ ص۲۲۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ:

جب سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالی کے حکم سے مکہ معظّمہ پہنچے تو وہاں ان کے لئے حجر اسود جنت سے اتارا گیا، جو بے حد چمکدار اور سفید تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرط محبت سے اسے چوما اور محفوظ کرلیا۔ (اخبار مکہ ص۲۲۹)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: حجر اسود فنا نہیں ہوگا، کیونکہ جنت کا پتھر اور جنت کی چیزوں کے لئے فنا نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۸ ج۵)

علامہ طاہر کردی، ازرقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

طوفانِ نوح کے وقت اللہ تعالی نے حجر اسود کو جبل ابی قبیس میں محفوظ کر کے پہاڑ کو حکم دیا کہ جب تو ابراہیم خلیل اللہ کو بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے پائے تو یہ امانت ان کے سپرد کر دینا، چنانچہ جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر کر رہے تھے اور دیواریں حجر اسود کی جگہ تک بلند ہوگئیں تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: کوئی پتھر تلاش کر لاؤ! جسے یہاں نصب کیا جائے تاکہ طواف شروع کرنے کی علامت بن جائے، سیدنا اسماعیل علیہ السلام تلاش کرنے چلے گئے، لیکن واپس آکر دیکھا کہ وہاں بے حد عمدہ پتھر نصب ہو چکا ہے، والد گرامی قدر سے پوچھا کہ: یہ پتھر کہاں سے آگیا؟ انہوں نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں، جس وقت جبرئیل علیہ السلام نے اسے نصب کیا تو زبردست سفیدی کے باعث جگمگا رہا تھا، اس کی روشنی سے شرق وغرب اور یمین وشمال منور ہو گئے، اس کی روشنی حدود حرم تک پھیلی ہوئی تھی۔ (تاریخ القویم ص۲۹۴ ج۳)

''مصنف عبدالرزاق'' کی روایت میں ہے کہ: یہ پتھر جبل ابی قبیس میں محفوظ تھا، اس پہاڑ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی کہ: آپ کی امانت میرے پاس محفوظ ہے، آپ وصول فرما لیجئے، چنانچہ آپ نے پہاڑ کھود کر حجر اسود کو نکالا اور کعبہ کی زینت بنا دیا۔

(مصنف عبدالرزاق ص۹۶ ج۵)

ابی جہم سے روایت ہے کہ:

جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کرنے قریبی نالہ کی طرف گئے تو اس اثناء میں جبرئیل علیہ السلام آسمان سے حجر اسود لے کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طوفانِ نوح میں جب ہر چیز غرقاب ہوگئی تو اللہ تعالی نے اس مقدس پتھر کو

آسمان پر اٹھا لیا تھا، چنانچہ جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو اس جگہ ایک نفیس اور منور پتھر نصب دیکھ کر دریافت کیا کہ: یہ کہاں سے آگیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں۔ (فتح الباری ص۳۱۴ ج۶۔ ماخوذ از: تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۲۱۲ ج۲)

حجر اسود کہنے کی وجہ

یاقوت جنت کے اس بابرکت پتھر کا نام حجر اسود کیوں ہوا؟ اس کی مختلف وجوہات ہیں: ایک تو مشہور ہے کہ یہ سفید روشن چمکدار پتھر تھا، مگر انسانوں کے گناہوں نے اسے کالا و سیاہ کر دیا۔ ’’تذکرۃ الانبیاء‘‘ میں ہے:

بیت اللہ کی تعمیر کے وقت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک پتھر لائے جس کو حجر اسود کہتے ہیں، اس وقت یہ پتھر بالکل سفید تھا، اور اس کی نورانی شعاعوں سے چاروں طرف روشنی پھیل گئی، حضرت آدم علیہ السلام کی نظر جب اس پتھر پر پڑی تو جنت کی راحتیں یاد آگئیں، اور طبیعت بے قرار ہوگئی، آنکھوں سے آنسو کا سیلاب شروع ہوگیا، حجر اسود قدرت خداوندی سے گویا ہوا: اے آدم! تم وہی ہو کہ تم نے حکم خداوندی کی نافرمانی کرتے ہوئے شجر ممنوعہ کھا لیا تھا، یہ سنکر آپ کو اور زیادہ رونا آیا، اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار میرے اس گناہ کی وجہ سے ہر چیز مجھے ملامت کرنے لگی، یہاں تک کہ حجر اسود نے بھی مجھے طعنہ دیا، آپ کے ان جملوں پر دریائے رحمت جوش میں آگیا، آدم علیہ السلام کی سیاہی حجر اسود کو دیدی گئی، اس لئے اس کا نام حجر اسود پڑ گیا، اور جسم آدم صاف و شفاف ہوگیا۔ (تذکرۃ الانبیاء ص۵۴/۵۵ ج۱)

امام ابن ظہیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے میرے جد امجد سے حجر اسود کی وجہ تسمیہ پوچھی تو فرمایا کہ: میں نے کسی کتاب میں یہ بات تو نہیں پڑھی، لیکن غالب خیال یہ ہے کہ

اس کا رنگ جب سفیدی سے سیاہی میں تبدیل ہوگیا تو پھر اسے حجر اسود کہا جانے لگا۔

علاوہ ازیں حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بعد کچھ زمانہ تک اسے صرف 'حجر'' ہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے، البتہ حدیث شریف میں قریش اور نبی کریم ﷺ کی زبان سے حجر اسود کے الفاظ ملتے ہیں۔(تاریخ المکۃ المکرّمۃ ص ۲۰۶ ج ۲)

آپ ﷺ کے دست مبارک سے حجر اسود کی تنصیب

نبی پاک ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ کیا، یہ خانۂ کعبہ کی تیسری مرتبہ کی تعمیر تھی، کعبہ کی عمارت صرف قد آدم اونچی تھی یا کچھ زیادہ نو ہاتھ کی مقدار میں تھی، اور دیواروں پر چھت نہ تھی، جس طرح ہمارے ملکوں میں عیدگاہیں ہوتی ہیں، چونکہ عمارت نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کا پانی حرم میں آتا تھا، اس لئے قریش نے متفق ہوکر بیت اللہ کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کا منصوبہ بنایا۔

جب تعمیر شروع کی اور دیواریں حجر اسود کی بلندی تک پہنچیں تو حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کے وقت سخت اختلاف ہوگیا، ہر قبیلہ چاہتا تھا یہ شرف اس کے حصہ میں آئے، یہ اختلاف ہوتے ہوتے معاملہ جنگ وجدال تک پہنچا، دور جاہلیت میں معمولی معمولی باتوں پر جنگیں ہوتی رہتی تھیں، یہ تو ایک بڑی بات تھی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔

عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالہ میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا، اس موقع پر بھی بنو عبد الدار اور بنو عدی نے یہ رسم ادا کی، یہ ایک بڑی تباہی اور عظیم فتنہ وفساد کا پیش خیمہ تھا، قریش اس اختلاف کی الجھن میں چار دن تک پریشان رہے، پانچویں دن ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر وسن

رسیدہ تھا، یہ رائے دی کہ کل صبح مسجد حرام میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہو وہ ہمارے اختلاف کا فیصلہ کرے گا، کرشمۂ خداوندی دیکھئے کہ سب سے پہلے داخل ہونے والے نبی کریم ﷺ تھے، آپ کو دیکھتے ہی لوگوں کی زبانوں سے بے ساختہ یہ کلمے نکلے:

''ھذا محمد الامین ' رضینا ھذا محمد الامین'' یہ تو محمد امین ہیں ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں یہ تو محمد امین ہیں (ﷺ)۔

آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، حجر اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس میں رکھا، پھر فرمایا: ہر قبیلہ کے سردار و نمائندہ اس چادر کے ایک ایک کونے کو تھام لیں، سب نے ایسا ہی کیا، جب وہ جگہ قریب ہوگئی جہاں اس کو نصب کرنا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے دست بابرکت سے اس جگہ پر نصب فرمادیا، یہ گویا اشارہ تھا کہ دین الٰہی کی عمارت کا آخری تکمیلی پتھر بھی ان ہی کے ہاتھوں سے نصب ہوگا۔ایک حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون آیا ہے کہ: میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں۔اس طرح ایک سخت لڑائی آپ ﷺ کے حسن تدبیر سے رک گئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے! کتب سیر)

حافظ عراقی نے اسی کو منظوم فرمایا۔

واذ بنت قریش البیت اختلف ملاھم تنازعا حتی وقف
امرھم فیمن یکون یضع الحجر الاسود حیث یوضع
اذ جاء قالوا کلھم رضینا لوضعہ محمد الامینا
ثمۃ اودع الامین الحجرا مکانہ وقد رضوا بما جری

شاہنامۂ اسلام میں اس واقعہ کا نقشہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

لہو میں ہاتھ بھرنا ،لڑنے مرنے کی قسم کھانا

گھٹاؤں کی طرح غصہ کے طوفان سے ٹکرانا
وہ ضد وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہوجانا
مگر خیر الامین کے آگے وجہ خیر ہوجانا
وہ چادر کا بچھانا اس پہ رکھنا سنگ اسود کا
یہ زندہ معجزہ قبل نبوت تھا محمد کا

حجر اسود آیات بینات میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِی بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّ ھُدیً لِلعَالَمِینَ فِیہِ اٰیَات بَیِّنٰت مَّقَامُ اِبرَاھِیمَ وَمَن دَخَلَہُ کان اٰمِناً ﴾ ۔(سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۹۶/۹۷)

ترجمہ:.......یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جاوے وہ امن والا ہوجاتا ہے۔(از:حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

علماء نے آیات بینات میں حجر اسود کو بھی شمار فرمایا ہے۔امام ابن الدبیع الشیبانی رحمہ اللہ ''حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ''میں تحریر فرماتے ہیں:ومن الآیات البینات فیہ الحجر الاسود ' والحطیم ، الخ۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے بھی آیات بینات میں حجر اسود کا شمار کیا ہے،آپ تحریر فرماتے ہیں:

ارادوا مقام ابراھیم والحجر الاسود والحطیم وزمزم ،الخ۔

یعنی آیات بینات میں مقام ابراہیم اور حجراسود اور حطیم وزمزم وغیرہ ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص۹۰ ج۴)

حضور پاک ﷺ نے حجراسود کا بوسہ دیا

حجراسود کی فضیلت کے لئے یہی ایک بات کافی تھی کہ اس مبارک پتھر کو آپ ﷺ نے چوما ہے۔علامہ طاہر کردی نے کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی:

حجراسود کی عظمت وجلالت میں یہ ایک دقیق نکتہ ہے کہ ہم اسی جگہ بوسہ دیتے ہیں جہاں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے مبارک ہونٹوں سے بوسے دیئے تھے، اور جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہ مبارک مس کرتے رہے ہیں، اس طرح ہمارے ہاتھ بھی اسی جگہ لگتے ہیں جہاں انبیاء علیہم السلام کے مقدس ہاتھ لگے تھے،لہذا اے مسلمان! جب تو اس نقطہ کو سمجھ جائے تو پھر حجراسود کا بوسہ دینے اور ہاتھ سے مس کرنے میں غفلت نہ کرنا۔

وانّ فی تقبیل المسلمین و استلامهم للحجر الاسود نقطة دقیقة ' وهی ان تقع افواههم موضع فم رسول الله صلی الله علیه وسلم ' وفم الانبیاء الذین قبله علیهم الصلوة و السلام ' وان تلمس ایدیهم ما لمسته ایدیهم الشریفة من هذا الحجر المکرم ' وایّ مسلم اذا خطرت بباله هذه النقطة لا یبادر بتقبیله و استلامه۔

(التاریخ القویم للکردی ۲۹۹/۳۔تاریخ مکة المکرمة ص۲۱۳ ج۲۔فضل الاحجر الاسود ص۴۱)

حجراسود نہ جلتا ہے نہ ڈوبتا ہے

امام ابن ظہیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس عظیم المرتبت پتھر کا یہ حیرت انگیز وصف ہے کہ نہ تو یہ پانی میں ڈوبتا ہے اور نہ ہی

آگ میں گرم ہوتا ہے۔ (جامع اللطیف ص ۲۵۔ تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص ۲۱۳ ج ۲)

حجر اسود جنت کا یاقوت ہے

عن عبد الله بن عَمرو قَالَ : سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُولُ : اِنَّ الرُّکنَ وَالمَقَامَ یَاقُوتَتَانِ مِن یَاقُوتِ الجَنَّةِ ، طَمَسَ اللّٰهُ نُورَهُمَا ، وَ لَو لَم یُطمَس نُورُهُمَا لَاَضَائَتَا مَا بَینَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ۔

(ترمذی، ابواب الحج ، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود ۔مشکوۃ، باب دخول مکة ، الفصل الثانی)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے سنا آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ: حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالی نے ان کا نور زائل کر دیا ہے (تا کہ ایمان بالغیب رہے) اگر اللہ تعالی ایسا نہ کرتے تو (یعنی ان کا نور باقی رہتا تو) مشرق ومغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کر دیتا۔

تشریح:......عبداللہ بن عمرو سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ (فیض)

بعض روایات میں بجائے ''یاقوت'' کے ''یواقیت'' کا لفظ آیا ہے، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: الرکن والمقام یاقوتتان من یواقیت الجنة۔

(فیض القدیر ص ۷۷ ج ۴، رقم الحدیث: ۴۵۴۲)

ایک روایت اس طرح بھی آئی ہے: ان الرکن والمقام من الجنة۔

(فضل الحجر الاسود ص ۳۷)

حدیث پاک میں رکن سے مراد حجر اسود ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

الرکن ای الحجر الاسود۔

(مرقاۃ ص ۳۲۰ ج ۵ باب دخول مکۃ ۔معارف السنن ص ۱۸۸ ج ۶)

یاقوت کا شمار اعلیٰ ترین احجار میں ہوتا ہے، پھر دنیا کا فانی یاقوت نہیں جنتی یاقوت فرمایا، جس سے مقام ابراہیم کی فضیلت ظاہری بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں مصلحت وحکمت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حجر اسود اور مقام ابراہیم واقعی جنت کے پتھر ہیں یا مجاز ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں دراصل جنت کے پتھر ہیں، جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ان پر دنیوی زندگی کے احکام مرتب ہوں، کیونکہ جگہ کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی آتی ہے، ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں جا بستا ہے تو رنگ‘ مزاج اور قد وغیرہ میں تبدیلی آجاتی ہے، چنانچہ زمین میں اتارنے کے بعد ان کی روشنی مٹا دی گئی، اور وہ زمین کے پتھروں جیسے نظر آنے لگے، اس صورت میں ان کی فضیلت کی وجہ ان کا جنتی پتھر ہونا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ص ۲۴۲ ج ۴)

حجر اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حجر اسود زمین پر یمین اللہ (اللہ کا ہاتھ) ہے، پس جس شخص نے آپ ﷺ کی بیعت کو نہ پایا اور حجر اسود کا مسح کر لیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ سے بیعت کر لی۔

(جامع الصغیر۔اخبار مکہ: بحوالۂ: تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص ۲۰۶ ج ۲)

حجر اسود سے اللہ پاک اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں

حجر اسود زمین پر اللہ تعالی کا ہاتھ ہے، جس سے اللہ پاک اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔اخبار مکہ بحوالہ: تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۲۰۵ ج۲)

حجر اسود کو چھونا اللہ کے ہاتھ کو چھونا ہے

مَن فَاوَضَ الحَجَرَ الاَسوَدَ فَاِنَّمَا یُفَاوِضُ یَدَ الرَّحمٰنِ ۔

(الدیلمی عن ابی ھریرۃ ، کنز العمال ، رقم الحدیث :۳۴۷۴۹)

ترجمہ:......جس شخص نے حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے اسے چھولیا، گویا کہ اس نے اللہ رب العزت کے دست قدرت کو چھونے کی سعادت حاصل کرلی۔

حجر اسود کا مس اللہ تعالی سے ترک معصیت کا عہد ہے

اَلحَجَرُ الاَسوَدُ یَمِینُ اللّٰہِ ،فَمَن مَّسَحَ یَدَہُ عَلَی الحَجَرِ فَقَد بَایَعَ اللّٰہَ اَن لَّا یَعصِیَہُ۔(الدیلمی عن انس ،کنز العمال ، رقم الحدیث:۳۴۷۴۴)

ترجمہ: حجر اسود اللہ تعالی کا ہاتھ ہے، پس جس نے اپنا ہاتھ حجر اسود پر رکھا اس نے اللہ تعالی سے بیعت کی کہ وہ آپ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

یمین اللہ کا مطلب

خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حجر اسود کا ''یمین اللہ'' ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ جو شخص اس کا مسح کرے گا خداوند تعالی سے اس کا معاہدہ ہو جائے گا۔

قاعدہ ہے کہ بادشاہ جب کسی ایسے شخص سے معاہدہ کرتا ہے جس سے موالات اور دوستی

مقصود ہوتی ہے تو اس سے ہاتھ ملا کر مودّت کا ثبوت دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ حجر اسود کو چھونا گویا خدا تعالی سے مصافحہ کرنا ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ: جب کوئی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ بادشاہ کی وفا داری کا عہد کر کے حلف اٹھاتا ہے، حجر اسود گویا بادشاہ کے لئے حلف وفاداری اور مودّت کا رتبہ رکھتا ہے، اور اس کے مس کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم خدا سے مودّت اور وفاداری کا عہد کرتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں۔ (رفیق حج ص۸۰)

حجر اسود کو چھونا کفارۂ ذنوب کا ذریعہ ہے

عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُبَيدِ بنِ عُميرٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَا اَبَا عبدِ الرَّحمٰنِ ! مَا اَرَاکَ تَستَلِمُ اِلَّا هٰذينِ الرُّكنَينِ ؟ قَالَ : اِنّي سَمِعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: اِنَّ مَسحَهُمَا يَحُطّانِ الخَطِيئةَ۔

(نسائی، كتاب الحج ، باب ذكر الفضل في الطواف۔الترغيب والترهيب ، كتاب الحج)

ترجمہ:......عبید بن عمیر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں آپ ہمیشہ انہیں دو رکنوں کا استلام کرتے ہیں: حجر اسود اور رکن یمانی؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: میں اگر ایسا کرتا ہوں (تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے) میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان دونوں کا استلام خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

حجر اسود سفید تھا لوگوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا

عَنِ ابنِ عَبَاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم : نَزَلَ الحَجَرُ الاَسوَدُ مِنَ الجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بِيَاضاً مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتهُ خَطَايَا بَنِي اٰدَمَ۔

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت سے اترا ہے اور وہ (جب جنت سے اترا تھا) دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، لیکن ابن آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی فضل الحجر الاسود ، کتاب الحج)

تشریح:......حجر اسود کا نزول کے وقت سفید ہونا مختلف روایات سے ثابت ہے ،ایک حدیث میں ہے: **نزل الحجر الاسود من الجنة فکان اشد بیاضا من الثلج۔**

(فیض القدیر ص۵۴۲ ج۳، رقم الحدیث :۳۸۰۱)

یعنی حجر اسود جنت سے اترا تو برف سے زیادہ سفید تھا۔

ایک روایت میں ہے: موتیوں کی طرح سفید تھا۔

(جامع اللطیف ص۲۳،بحوالۂ: تاریخ مکہ ص۲۰۳ ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ: حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے سفید یاقوت تھا:

الحجر الاسود یاقوتة بیضاء من یاقوت الجنة۔

(فیض القدیر،، رقم الحدیث:۳۰۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ: چاندی کی طرح سفید تھا: **لاشدُّ بیاضاً من الفضة۔**

(الازرقی ص۳۲۲ ج ۱۔الفاکھی ص۸۹ ج ۱۔فضل الاحجر الاسود ص ۳۸)

وھب بن منبہ رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ: جس وقت حجر اسود جنت سے اتارا گیا ستاروں کی طرح چمکتا تھا، کیونکہ جنت کا سفید یاقوت تھا۔(تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص۲۰۳ ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے جو بے حد سفید تھا۔

ایک روایت میں ہے جس وقت جبرئیل علیہ السلام نے حجر اسود کو نصب کیا تو زبردست سفیدی کے باعث جگمگا رہا تھا، اس کی روشنی سے شرق وغرب، یمین وشمال منور ہوگئے، اس کی روشنی حدود حرم تک پھیلی ہوئی تھی۔ (درس ترمذی ص ۱۳۷ ج ۳)

اسلاف کا حجر اسود کو سفید دیکھنا

قرونِ اولی میں متعدد حضرات نے حجر اسود کی سفیدی کو دیکھنا بیان کیا ہے، چنانچہ امام ابن ظہیرہ رحمہ اللہ قاضی عزالدین بن جماعۃ رحمہ اللہ کا قول بیان فرماتے ہیں کہ: ۷۰۸ھ میں، میں نے حج کیا تو حجر اسود میں سفید نقطہ دیکھا تھا جو بعد میں ختم ہوگیا۔

(تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص ۲۰۷ ج ۲۔ رفیق حج ص ۷۹)

اسی طرح علامہ ابن خلیل رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''منسکۃ الکبیر'' میں لکھا ہے کہ میں نے حجر اسود میں تین سفید نشانات دیکھے تھے، ان میں بڑا نشان باب کعبہ کی جانب مکئی کے دانے جتنا تھا، دوسرا: اس سے چھوٹا، اور تیسرا: باجرہ کے دانے کے برابر تھا۔

(تاریخ مکہ ص ۲۰۷ ج ۲۔ رفیق حج ص ۷۹)

ابی عون نے تعمیر ابن زبیر کے وقت حجر اسود کو دیکھا جو اندر سے چاندی کی طرح سفید تھا۔ علامہ ابن علان الصدیقی کا بیان ہے کہ: ۱۰۴۰ھ میں جب سلطان مراد خاں نے کعبہ شریف تعمیر کرایا تو مجھے حجر اسود دیکھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، جس کا طول ایک ذراع کے قریب تھا، اور اس کے سامنے والے سرے کے علاوہ سارا سفید تھا۔

(تاریخ مکہ ص ۲۰۷ ج ۲)

علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں:

۱۳۷۶ھ میں جب کہ میں ''تاریخ القویم'' لکھ رہا ہوں، اس وقت بھی حجر اسود کا جو حصہ

دیوار کے اندر ہے اس کے سفید ہونے میں شک نہیں، جب کہ اس کا جو حصہ سامنے نظر آرہا ہے وہ کالا ہو چکا ہے۔ (تاریخ مکہ ص ۲۰۷ ج ۲)

فسوّدته خطايا بنی اٰدم کا مطلب

حدیث پاک کا دوسرا جز: ''فسوّدته خطايا بنی اٰدم ''یعنی بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا: اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ حجر اسود کا استلام کرنے والوں کی سیاہی پتھر پر منعکس ہوگئی۔

دوسرا مطلب یہ بھی بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ: ''خطايا '' کا مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کی غلطی کی وجہ سے یہاں کئی مرتبہ آگ لگی، اور اس کی وجہ سے حجر اسود سیاہ ہو گیا۔

بعض حضرات نے حدیث کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ: یہاں ''خطايا'' سے مراد عام گناہ نہیں، بلکہ خاص غلطی ہے، وہ یہ کہ اہل جاہلیت حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہوئے صفائی کا اہتمام نہ کرتے تھے جس سے وہ سیاہ ہو گیا۔ (درس ترمذی ص ۱۳۸ ج ۳)

اس حدیث میں لفظ ''بنی اٰدم '' آیا ہے۔ بعض روایات میں ''خطايا اهل الشرک '' ایک روایت میں ''خطايا المشركين ''ایک روایت میں ''ولولا ما مسه من رجس الجاهلية'' وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ (فیض القدیر ، رقم الحدیث :۳۸۰۱/۳۸۰۲/۳۸۰۳)

دل پر گناہ کا اثر

علماء نے لکھا ہے کہ: بڑی عبرت کا مقام ہے پتھر پر انسانوں کے گناہ کا اثر ہوسکتا ہے تو خود انسانوں کے قلوب پر کیا اثر ہوتا ہوگا؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بڑی عبرت کا مقام ہے جب ہاتھ لگانے سے پتھر پر یہ اثر ہوا تو ان دلوں کا کیا حال ہوتا

ہوگا جو گناہوں سے ہر وقت وابستہ رہتے ہیں۔ (فضائل حج ص ۱۰۰، فصل ۶ / حدیث نمبر :۳)

امام ابن ظہیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ بڑی عبرتناک بات ہے کہ اگر گناہ کے اثر سے پتھر کالا ہو جاتا ہے تو یقیناً گناہ انسان کے دل کو بھی کالا کر دیتا ہے، اس لئے گناہ سے اجتناب انتہائی ضروری ہے، ورنہ آئینہ کی طرح شفاف دل بھی گناہ کی آلودگی سے حجر اسود کی طرح سیاہ ہو جائے گا۔

(تاریخ مکہ ص ۲۰۷ ج ۲)

قرب قیامت میں حجر اسود اٹھالیا جائے گا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حجر اسود کا کثرت سے استلام کرو، ایک وقت آئے گا کہ تم اسے اپنی جگہ موجود نہ پا کر افسوس کرو گے، رات کے وقت لوگ طواف کے دوران اس کا استلام کرتے رہیں گے، مگر صبح کے وقت اسے غائب پائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی کسی چیز کو بھی دنیا میں نہیں چھوڑنا، قیامت سے پہلے اسے دوبارہ اٹھا کر جنت میں پہنچا دیں گے۔

یوسف بن مالک سے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے حجر اسود کو عید قرار دیا ہے، جس طرح بنی اسرائیل کے لئے مائدہ عید کا موجب بنا تھا، جب تک تم بھلائی پر رہو گے یہ مقدس پتھر تمہارے درمیان موجود رہے گا، لیکن جس طرح جبرئیل امین علیہ السلام نے اسے اس مقام پر نصب کیا تھا وہیں سے اٹھا کر جنت میں لے جائیں گے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: قیامت سے پہلے (یعنی قیامت کے قریب) لوگوں کے سینوں سے قرآن مجید اور کعبہ شریف سے حجر اسود آسمان پر اٹھا لیا جائے گا۔ (اخبار مکہ ص ۲۴۴، ماخوذ از: تاریخ مکہ ص ۲۱۴ ج ۲)

حجر اسود کی قیامت کے دن گواہی

عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يَبْصُرُ بِهِمَا ، وَ لِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ ، يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهُ بَحَقٍّ۔(مشکوۃ ، باب دخول مکة ، الفصل الثانی)

ترجمہ:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے حجر اسود کے بارے میں فرمایا کہ: خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالی اسے اٹھالیں گے، پھر اس کو دو آنکھیں دی جائیں گی، جن کے ذریعہ وہ دیکھے گا، اور اس کو زبان دی جائے گی جس کے ذریعہ وہ بولے گا، چنانچہ وہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کو بوسہ دیا ہوگا۔

تشریح:...... حق کے ساتھ بوسہ دینے کا یہ مطلب ہے کہ: جس شخص نے ایمان، صدق اور یقین کے ساتھ محض طلب ثواب کی خاطر حجر اسود کو بوسہ دیا ہوگا قیامت میں وہ اس شخص کے بارے میں گواہی دے گا کہ اس شخص نے مجھے بوسہ دیا تھا۔

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ قیامت کے دن حجر اسود کو بالکل اسی طرح آنکھیں اور زبان عطا ہوں گی جس طرح ہم انسانوں کو عطا کی گئی ہیں، کیونکہ اللہ رب العزت جمادات میں بینائی اور گویائی پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ اگر خون و گوشت کے ایک لوتھڑے کو دیکھنے اور بولنے کی قوت دے سکتا ہے، تو اسی طرح ایک پتھر کو بھی دیکھنے اور بولنے پر قادر کر سکتا ہے۔ (مظاہر حق ص ۶۹۸ ج ۲)

حضرت مولانا عبداللہ طارق صاحب اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یعنی حجر اسود خدا تعالی کی عدالت میں ایسی گواہی دے گا کہ صرف عمل کی اچھائی، برائی

سامنے رکھ دینے پر اکتفا نہ کرے گا، بلکہ نیت کی پاکیزگی یا اس کے کھوٹ تک کو کھول کر بیان کردے گا، اسی لئے دنیا میں اپنی تصویر کھچواتے وقت اور اپنی آواز ریکارڈ کراتے وقت جس طرح ہم اپنے حلیہ وشکل اور اپنی آواز کو خوبصورت اور صاف رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، حج بیت اللہ کے وقت اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہمیں اپنا ظاہر و باطن عمدہ اور پاکیزہ رکھنے کی ضرورت ہے۔(انتخاب الترغیب والترھیب ص ۶۸ ج ۳)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

حجر اسود دیکھنے میں پتھر کا ایک ٹکڑا ہے، لیکن اس میں ایک روحانیت ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہچانتا ہے جو اللہ کی نسبت سے ادب اور محبت کے ساتھ اس کو بلا واسطہ یا بالواسطہ چومتا ہے اور اس کا استلام کرتا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالی اس کو ایک دیکھنے اور بولنے والی ہستی بنا کر کھڑا کرے گا، اور وہ بندوں کے حق میں شہادت دے گا، جو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق عاشقانہ اور نیازمندانہ شان کے ساتھ اس کا استلام کرتے تھے۔

(معارف الحدیث ص ۲۵۱ ج ۴)

قیامت کے دن حجر اسود جبل ابی قبیس کی طرح بڑا ہوگا

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن اللہ تعالی حجر اسود کو لائیں گے تو وہ جبل ابی قبیس سے بھی بڑا ہوگا، اسے زبان اور دو ہونٹ عطا کئے جائیں گے اور وہ ان لوگوں کے حق میں شفارش کرے گا جنہوں نے خلوص نیت سے اس کے بوسے لئے تھے۔

اور یہ حجر اسود (یوں سمجھو کہ) خدا تعالی کا ہاتھ ہے جس سے وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتے ہیں۔(انتخاب الترغیب والترھیب ص ۶۸ ج ۳)

جبل ابی قبیس

جبل ابی قبیس بیت اللہ کے سامنے (مکہ مکرمہ کا مشہور پہاڑ) ہے۔ کوہ صفا سے ہوتے ہوئے اوپر چڑھ جاتے ہیں زیادہ چڑھائی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اسی جگہ ہوا تھا، مگر بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ منٰی میں ہوا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں اس پہاڑ کا نام ''امین'' تھا، کیونکہ حجر اسود طوفان نوح کے وقت سے اس جگہ رکھا ہوا تھا۔ ایک شخص ابوقبیس نامی نے جب اس پر مکان بنایا تو لوگ اس کو ''جبل ابوقبیس'' کہنے لگے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے سب پہاڑوں سے پہلے زمین پر اسی پہاڑ کو پیدا فرمایا۔ (معلم الحجاج ص ۳۰۹، بعنوان: جبال مقدسہ)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کی قبر جبل ابی قبیس کے اس غار میں ہے جس کو ''غار کنز'' کہتے ہیں۔ طوفان کے زمانے میں حضرت نوح علیہ السلام نے قبر سے نعش کو نکال لیا تھا اور تابوت میں رکھ کر اپنی کشتی میں لے گئے تھے، پھر جب طوفان فرد ہو گیا تو آپ نے دوبارہ نعش کو غار میں دفن کر دیا، واللہ اعلم۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ: حضرت حواء اور حضرت آدم علیہما السلام کی قبریں جبل ابی قبیس میں ہیں۔

ایام جاہلیت میں جبل ابی قبیس کو ''امین'' کہا جاتا تھا، اس لئے کہ طوفان کے زمانہ میں حجر اسود کو اس میں امانت کے طور پر رکھا گیا تھا۔

فاکھی کا بیان ہے کہ: جبل ابوقبیس میں جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ جبل ابوقبیس مکہ مکرمہ کے تمام پہاڑوں سے افضل ہے، اس لئے کہ بیت اللہ سے قریب تر پہاڑ یہی ہے۔ (رفیق حج ص ۱۱۳)

جبل ابی قبیس مسجد حرام کے نزدیک صفا پہاڑی سے متصل ایک پہاڑ ہے، اس کی بلندی سطح سمندر سے: ۴۲۰ ؍میٹر اور سطح زمین سے: ۱۲۰ ؍میٹر ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کو ''امین'' بھی کہا جاتا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ اسی پہاڑی میں حجر اسود ایک زمانہ تک محفوظ رہا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: حجر اسود آسمان سے اتارا گیا اور اس کو ابو قبیس پہاڑ پر چالیس سال رکھا گیا، پھر اس کو ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ دیوار بیت اللہ میں نصب کر دیا گیا، آسمان سے اتارے جانے کے وقت یہ پتھر سفید شیشہ کی طرح شفاف تھا۔ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں صحیح سند سے موقوفاً ذکر کی ہے۔

ایک حدیث میں اس پہاڑ کا ذکر یوں ہے کہ: ایک فرشتہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! ﷺ اگر آپ چاہیں تو ان لوگوں پر اخشبین کو گرا دوں؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: نہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو توحید کا علمبردار بنا دیں۔

رونق ہی اور ہے جبل بوقبیس کی — آئینہ دار جلوۂ رحمت ہے آج کل

اخشبین سے مراد مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں، ان میں سے ایک یہی جبل ابو قبیس ہے اور دوسرا جبل قعیقعان ہے۔

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم — یا جبال الحرم یا جبال الحرم

(تاریخ مکہ مکرمہ ص ۱۴۹)

قیامت کے دن حجر اسود کوہ احد کے مانند بڑا ہوگا

اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَاقُوْتَةٌ بَیْضَاءُ مِنْ یَّاقُوْتِ الْجَنَّةِ وَاِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَایَا الْمُشْرِکِیْنَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِثْلَ اُحُدٍ یَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ وَ قَبَّلَهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا۔

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حجر اسود جنت کے سفید یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے، اس کی نورانیت کو مشرکین کے گناہوں نے سیاہی میں تبدیل کر دیا، قیامت کے دن جب اسے میدان حشر میں لایا جائے گا تو وہ کوہ احد کے مانند بڑا ہوگا، دنیا میں جس نے اسے ہاتھ لگایا یا بوسہ دیا اس کے حق میں شہادت دے گا۔

(ابن خزیمة عن ابن عباس ، فیض القدیر ص۵۴۲ ج۳/رقم الحدیث:۳۸۰۳)

کوہ احد

کوہ احد مدینہ طیبہ کا مشہور پہاڑ ہے، مدینہ منورہ سے شمال کی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے، سن۳ھ میں غزوۂ احد اسی کے دامن میں ہوا تھا، اس پہاڑ پر آپ ﷺ بیٹھے ہیں اور فرمایا کہ: احد ایک پہاڑ ہے جو ہم کو محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: احد: جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: احد: جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے، جب تم اس کے پاس سے گذروں تو اس کے درختوں میں سے میوہ کھاؤ، اگر چہ کانٹے والا ہی ہو۔

ایک روایت میں ہے: احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے، کوہ طور کے پتھر تجلی ربانی سے چور ہوکر اڑے تو مدینہ منورہ میں احد پر بھی پڑے۔

کعبۃ اللہ کی بنیاد میں احد کے پتھر بھی استعمال ہوئے۔ یہی وہ پہاڑ ہے جس پر آپ ﷺ اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، اور وہ جنبش کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور

دوشہید رونق افروز ہیں۔

بقول بعض مؤرخین سیدنا ہارون علیہ السلام نے حج سے واپسی پر احد پر قیام فرمایا، اور وہیں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ ص ۳۴۷۔ عمدۃ الفقہ ص ۴۰۷ ج ۴)

حجر اسود مشرق ومغرب کو روشن کرتا ہے

اِنَّ الرُّکْنَ وَالْمَقَامَ مِن یَّاقُوْتِ الْجَنَّةِ، وَلَوْلَا مَا مَسَّهُمَا مِنْ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ لَاَضَاءَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَا مَسَّهُمَا مِنْ ذِیْ عَاهَةٍ وَلَا سُقْمٍ اِلَّا شَفٰی۔

ترجمہ:……حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں، اگر بنی آدم کے خطایا اس کو نہ چھوتے تو مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کردیتے، اور جو بھی آفت زدہ یا بیمار اس کو چھوتا تو تندرست ہوجاتا۔ (کنز العمال ص ۲۱۷ ج ۱۲، رقم الحدیث: ۳۴۷۴۳)

حجر اسود کا چھونا اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا ہے

ایک حدیث میں ہے: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے، اگر گناہوں کی نحوست جو فاجروں کے چھونے سے اس سے وابستہ ہوگئی نہ ہوتی تو جو اندھا، کوڑھی یا کسی اور مرض کا بیمار اس کو چھوتا تو وہ تندرست ہوجاتا۔

(اتحاف۔ فضائل حج ص ۱۰۱، فصل ۶، حدیث نمبر: ۳)

حجر اسود کا چھونا بیماری کو شفا دیتا ہے

ایک حدیث میں ہے: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے جو بیحد سفید تھا، اگر اسے مشرکین کے نجس ہاتھ نہ لگتے تو جو بیمار خواہ بیماری کیسی خطرناک کیوں نہ ہو، اسے

چھوتا تو وہ شفایاب ہو جاتا۔

(السنن الکبری ص۵۷ ج۵۔ جمع الفوائد ص۱۹۴ ج۱۔ مرقاۃ ص۳۱۹ ج۵۔ بحوالہٗ: تاریخ مکہ ص۲۰۴ ج۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اگر حجر اسود کو مشرکین کے نجس اور گنہگار ہاتھ مس نہ کرتے تو اسے چھونے اور بوسہ دینے والا ہر مرض سے شفایاب ہو جاتا۔ (جمع الفوائد ص۱۹۴ ج۱۔ تاریخ مکہ ص۲۰۵ ج۲)

ابن نباتہ ادیب شاعر نے خوب کہا ہے ؎

تکوّن دُرّۃً بیضاء لکن

تسوّد من ذنوب اولی القصور

حجر اسود سفید موتی تھا، لیکن گنہگاروں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا

زمین پر حجر اسود جنت کی چیز ہے

ایک روایت میں ہے:

اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنْ حِجَارَةِ الْجَنَّةِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجَنَّةِ غَیْرُہٗ وَکَانَ اَبْیَضُ کَالمَھَا وَلَوْلَا مَا مَسَّہٗ مِن رِجْسِ الْجَاھِلِیِّةِ مَا مَسَّہٗ ذُوْعَاھَةٍ اِلَّا بَرِء۔

(رواہ الطبرانی باسناد حسن۔ انتخاب الترغیب والترھیب ص۶۹ ج۳)

ترجمہ:...... حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور زمین پر اس کے علاوہ جنت کی اور کوئی چیز نہیں، یہ (جس وقت اترا تھا) بلّور کی طرح سفید و شفاف تھا، اگر اسے دور جاہلیت کی پلیدیوں (شرک و کفر کی گندگیوں) نے نہ چھویا ہوتا تو جو بھی آفت رسیدہ اور بیمار اسے ہاتھ لگاتا شفایاب ہو جایا کرتا۔

زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

لَیسَ مِنَ الجَنَّةِ فِی الاَرضِ شَئیٌ اِلَّا ثَلا ثَةَ اَشیَاءَ : غَرسُ العَجوَةِ ، والحَجَرُ ، واَوَاقٍ تَنزِلُ فِی الفُرَاتِ کُلَّ یومٍ بَرکَةً مِنَ الجَنَّةِ۔

(کنز العمال ص۲۱۶ ج۱۲، رقم الحدیث:۳۴۷۳۶۔فیض القدیر ص۴۸۵ ج۵، رقم الحدیث: ۷۶۶۸)

زمین پر جنت کی چیزوں میں سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں: عجوہ کھجور کا پودا (درخت)، حجر اسود، اور وہ برکت کی مقدار کثیر جو روزانہ جنت سے دریائے فرات پر اترتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے خطاب

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِیعَةَ قَالَ : رَأیْتُ عُمَرَ یُقَبِّلُ الحَجَرَ وَیقُوْلُ : اِنِّی لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ ، وَلَوْلَا اَنِّی رَأیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ۔

(بخاری، کتاب المناسک ، باب ما ذکر فی الحجر الاسود ۔مسلم، کتاب الحج ، باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف)

ترجمہ:...... عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ (تابعی) سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ: میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے (تیرے اندر کوئی خدائی صفت نہیں ہے) نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں نہ چومتا۔

تشریح:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات علی الاعلان اور علی رؤس الاشہاد اس لئے فرمائی کہ کوئی غیر تربیت یافتہ نیا مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر مسلمین کا حجر اسود کو چومنا دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس پتھر میں کوئی خدائی کرشمہ اور خدائی صفت اور بناؤ بگاڑ کی کوئی خدائی طاقت ہے، اس لئے اس کو چوما جارہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک اصولی اور بنیادی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی چیز کی جو تعظیم و تکریم اس نظریہ سے کی جائے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے وہ برحق ہے، لیکن اگر کسی مخلوق کو نافع اور ضار اور بناؤ بگاڑ کا مختار یقین کر کے اس کی تعظیم کی جائے تو وہ شرک کا ایک شعبہ ہے، اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

(معارف الحدیث ص۲۵۲ ج۴)

ایک روایت میں ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر ''لا تنفع ولا تضر'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو قریب ہی کھڑے تھے فرمایا: اے امیر المؤمنین! نفع اور نقصان دونوں چیزیں اس میں موجود ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: یہ کیسے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روز ازل میں جب حق تعالی نے اپنے بندوں سے اپنے رب العالمین ہونے کا اقرار لیا تھا تو اس اقرار کو کتاب میں درج کر کے اس پتھر میں محفوظ کر دیا تھا، چنانچہ قیامت کے دن یہ گواہی دے گا کہ فلاں شخص نے اقرار پورا کیا، یعنی مؤمن ہوگیا، اور فلاں نے انکار کیا اور کافر ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر فرمایا کہ: ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جن لوگوں میں آپ کی برگزیدہ ذات نہ ہو ان کو لطف و عیش حاصل نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا منشاء یہ تھا کہ عرب میں پہلے بت پرستی کا رواج

عام تھا، اور قلوب میں پتھروں کی تعظیم کا جذبہ موجود تھا، اور بعض لوگ بت پرستی سے نکل کر اسلام میں نئے نئے آرہے تھے، ایسا نہ ہو کہ جاہلیت کی طرح اسلام میں بھی پتھروں کی عظمت قلب میں جمی رہے، اس لئے عجیب انداز سے اس غلط فہمی کے امکان کو زائل کر دیا، اور بتلا دیا کہ حجر اسود کو جو فضیلت حاصل ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی تعمیل ارشاد کی وجہ سے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر ایک جانب تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری جانب بھی متوجہ کر دیا تا کہ دین میں افراط وتفریط نہ ہو۔

(تاریخ مکہ ص۲۰۹ ج۲۔ فضائل حج ص۹۹ فصل ۶، حدیث نمبر:۲۔ رفیق حج ص۸۱)

حجر اسود سے آپ ﷺ کا ''لا تنفع ولا تضر'' کا خطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ''انک لا تنفع ولا تضر'' بعض روایت میں مرفوعاً بھی ثابت ہے، یعنی آپ ﷺ نے حجر اسود کو اس طرح خطاب فرمایا، چنانچہ ''نسائی شریف'' کی روایت میں ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک پتھر ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ (نسائی، کتاب الحج، باب کیف یقبل)

ایک اور روایت میں تو یہ قول ''انک حجر لا تنفع ولا تضر'' حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کا نقل کیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''المطالب العالیۃ'' میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو حجر اسود کے سامنے دیکھا کہ کھڑے ہیں اور فرمایا: ''انی لاعلم حجر لا تضر ولا تنفع'' پھر اسے بوسہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ نے حج فرمایا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

انی لاعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقبلک ما قبلتک۔ [۱] (فضل الحجر الاسود ص۴۹)

نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد: ''انک حجر لا تنفع ولا تضر'' روایت میں ثابت ہے، اسی لئے بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول جوانہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر فرمایا تھا ''بل یضر و ینفع'' کی روایت کو ضعیف وبعید از تسلیم بتلایا ہے: فیبعد ان یصدر هذا الجواب عن علی اعنی قوله ''بل یضر و ینفع'' بعد ما قال النبی صلی الله علیه وسلم: لا یضر ولا ینفع' لانه صورة معارضة۔ (فتح القدير لابن الهمام)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

واما ما اخرجه الحاكم عن علی انه قال لعمر: بلی یا امیر المؤمنین! انه یضر و ینفع، فذكر حدیثا طویلا فلم یصححه الحاكم بل ضعّفه الذهبی، و قال: فیه ابو هارون العبدی ساقط، اه (۱/۴۵۷) بل هو كذاب خبیث، كما یظهر من ترجمته فی تهذیب التهذیب (۷/۴۱۳)۔ (اعلاء السنن ص۶۶ ج۱۰)

حضور ﷺ کا پہاڑ سے خطاب

اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حجر اسود سے کلام فرمایا، یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے، نبی پاک ﷺ کا اس طرح اور جمادات سے خطاب فرمانا صحیح احادیث سے ثابت

[۱]...... اس روایت کے متعلق حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: اسناده جید۔

ہے، مثلاً: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن) نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم (مدینہ کے مشہور پہاڑ) احد پر چڑھے تو وہ (خوشی کے مارے) ہلنے لگا، آنحضرت ﷺ نے اپنا قدم مبارک اس پر مارا اور فرمایا: اے احد! ٹھم جا، تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری۔مشکوۃ، باب مناقب ھولآء الثلثة ۔ترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب)

ایک روایت میں ایسا خطاب غار حرا سے کرنا بھی ثابت ہے، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (مکہ کے پہاڑ) حراء پر تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، اس ٹیلے پر حرکت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: رک جا! تجھ پر نبی، صدیق، اور شہداء کے علاوہ کوئی بھی نہیں۔

نوٹ:......اسی باب کی ایک دوسری روایت میں ''ثبیر پہاڑ'' کا تذکرہ بھی ہے: اسکن ثبیر ! فانما علیک نبیّ و صدیق و شهیدان۔

(ترمذی، ابواب المناقب، مناقب عثمان بن عفان)

حجر اسود کے پاس آنسو جاری ہو جاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے، پھر دونوں مبارک لبوں کو اس پر رکھا اور دیر تک روتے رہے، پھر پیچھے متوجہ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! یہاں بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم مکہ معظّمہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے، آپ ﷺ مسجد کے دروازہ کے سامنے تشریف لائے اور اپنے اونٹ کو بٹھایا، پھر مسجد میں تشریف لے گئے، اور حجر اسود سے (طواف کی) ابتدا کی اور اس کا استلام کیا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

(مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمه، سنن بیهقی، الترغیب والترهیب۔بحوالہ: فضل الحجر الاسود ص۴۷)

حجر اسود کا بوسہ لینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا پھر فرمایا: اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری، کتاب المناسک، باب ما ذکر فی الحجر الاسود۔مسلم، کتاب الحج، باب استحباب تقبیل الحجر)

سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور لپٹ گئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ کو دیکھا تجھ پر شفقت کرتے ہوئے۔

(مسلم، کتاب الحج، باب استحباب تقبیل الحجر۔نسائی، کتاب الحج، باب استلام الحجر الاسود)

ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے استلامِ حجر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے اور بوسہ دیتے ہوئے۔(بخاری، کتاب المناسک، باب تقبیل الحجر)

طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کا استلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف میں حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے تین میں رمل فرماتے۔

(بخاری، باب استلام الحجر الاسود۔ مسلم، باب استحباب الرمل فی الطواف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے: یہاں تک کہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ میں آئے تو آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا (اور طواف کے تین چکر میں) رمل کیا۔ (مسلم، باب حجة النبی صلی الله علیه وسلم)

حجر اسود کا استلام طواف کا شعار ہے

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہر چیز کا ایک شعار ہوتا ہے، اور طواف کا شعار حجر اسود کا استلام ہے۔

جو حجر اسود کا استلام نہ کرے اس کا حج ہی کامل نہیں ہوا

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: جو حجر اسود کا استلام نہ کرے اس کا حج ہی (کامل) نہیں ہوا، اس لئے کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

(روی الفاکهی فی اخبار مکة، فضل الحجر الاسود ص۵۵)

سعی سے پہلے حجر اسود کا استلام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ: اس کے بعد (یعنی دوگانہ طواف ادا کرنے کے بعد) آپ ﷺ حجر اسود کی طرف واپس آئے اور اس کا استلام کیا، پھر ایک

دروازہ سے (سعی کے لئے) صفا پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔

(مسلم، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ استلام سعی کے لئے تھا، جس طرح بیت اللہ کا طواف حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے اسی طرح سعی سے پہلے بھی استلام مسنون ہے۔ (اخبار مکہ بحوالہ: فضل الحجر الاسود ص ۵۹)

بغیر طواف کے بھی حجر اسود کا استلام مستحب ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ طواف یا بغیر طواف کے مسجد حرام سے بغیر حجر اسود کے استلام کے باہر نہیں نکلتے تھے۔ (فضل الحجر الاسود ص ۵۹)

علماء نے لکھا ہے کہ: ائمہ میں سے نماز سے قبل و نماز کے بعد حجر اسود کا استلام حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شروع فرمایا۔ (فضل الحجر الاسود ص ۵۹)

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ائمہ حرم منبر سے اتر کر اپنی جگہ آنے سے پہلے حجر اسود کا استلام کرتے تھے؟ فرمایا نہیں، پھر پوچھا گیا: کیا آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں، مگر حجر اسود کا استلام جتنا کثرت سے کیا جائے اس میں خیر ہے۔ (حوالۂ بالا)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب مسجد حرام میں داخل ہو طواف کرو یا نہ کرو الا یہ کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے حجر اسود کا استلام ضرور کرلو یا اسے بوسہ دو اور تکبیر کہو اور اللہ سے دعا کرو۔ (فضل الحجر الاسود ص ۵۹)

حضرت طاؤس رحمہ اللہ اپنے والد کے متعلق فرماتے ہیں کہ: وہ جب بھی مسجد سے نکلنے کا ارادہ فرماتے تو حجر اسود کا استلام فرماتے پھر نکلتے۔ (فضل الحجر الاسود ص ۵۹)

عصا یا ہاتھ سے یا ان کے اشارے سے استلام کرنا اور ان کو چومنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حجۃ الوداع میں نبی پاک ﷺ

نے اپنی اونٹنی پر طواف کیا اور حجر اسود کا استلام عصا کے ذریعہ کیا۔

(بخاری، باب استلام الركن بالمحجن)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے طواف کیا اور جو عصا آپ کے پاس تھا اس سے استلام کیا اور اس کو چوما۔

(مسلم، باب جواز الطواف على بعير و غيره)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پر طواف کیا، جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو اس کی طرف اشارہ کیا۔

(بخاری، باب من اشار الى الركن اذا أتى عليه)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کا استلام کیا، پھر اپنے ہاتھ کو چوما اور فرمایا: میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے تب سے کبھی اس کو ترک نہیں کیا۔

(مسلم، باب استحباب استلام الركنين)

حضرت عطاء تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب یہ حضرات حجر اسود کا استلام فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔

(الام للشافعی ص۱۷۱ ج۲۔ الازرقی ص۳۴۳ ج۱۔ مصنف عبدالرزاق ص۴۰ ج۵۔ سنن البیهقی ۵/۷۵، بحوالۂ: فضل الحجر الاسود ص۶۱)

حجر اسود کی تقبیل کے وقت آواز کو پست رکھنا

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حجر اسود کو بوسہ دو تو عورتوں کو بوسہ

دینے کی طرح اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ (فضل الحجر الاسود ص ۶۳)

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حجر اسود کا استلام کرو اور ہاتھ کو چومو تو آواز نہ نکالو۔ (فضل الحجر الاسود ص ۶۳)

استلام کے بعد ہاتھ کو چہرہ پر پھیرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کا استلام فرماتے تو اپنے ہاتھ کو چہرہ پر لمبائی میں پھیرتے۔ (فاکھی ص ۱۰۶ ج ۱)

محمد بن مرتفع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو دیکھا کہ یہ دونوں حضرات جب حجر اسود کا استلام فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرتے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲ ج ۵)

حضرت معمر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے بکثرت حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کو دیکھا حجر اسود کے استلام کے بعد ہاتھ کو چومتے اور چہرہ پر پھیرتے۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۲ ج ۵)

حمید بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کے استلام کے بعد اپنے ہاتھ کو پیشانی اور رخسار پر رکھتے۔ (فاکھی ص ۱۱۵ ج ۱)

استلام کے اشارہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حجر اسود کے استلام کے (اشارہ کے) وقت ہاتھوں کو اٹھاؤ۔ (شرح معانی الآثار ص ۱۷۸ ج ۲)

عبدالعزیز بن داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انہوں نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ کو دیکھا کہ جب حجر اسود کے پاس سے گذرے تو استلام نہ کیا (ہجوم کی وجہ سے موقع نہ ہوگا صرف)

ہاتھ کو اٹھایا اور تکبیر پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۵)

حضرت زید بن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب حجر اسود کے مقابل آئے تو استلام کے بغیر ہاتھ اٹھائے۔ (فاکھی ۱/۱۰۶)

حضرت عبدالملک بن سلیمان کا بیان ہے کہ: انہوں نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو دیکھا کہ جب وہ حجر اسود کے سامنے آئے تو استلام نہ کیا صرف تکبیر پڑھی اور ہاتھ اٹھائے۔
(مصنف عبدالرزاق ص ۳۱۱ ج ۵۔ یہ حوالجات فضل الحجر الاسود ص ۶۱ تا ص ۶۵ سے ماخوذ ہیں)

عورتوں کے لئے حجر اسود کا استلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے علیحدہ رہ کر طواف کرتی تھیں ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں، ایک عورت نے ان سے کہا: ام المومنین! چلئے (حجر اسود) کا استلام کرلیں تو آپ نے انکار کردیا (تنہائی میں آپ استلام کرتی تھیں لوگوں کے ہجوم میں مردوں کے اختلاط کی وجہ سے انکار کردیا)۔ (بخاری، باب طواف النساء مع الرجال)

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کیا، جب حجر اسود کے پاس آئی تو اس نے کہا: اے ام المؤمنین! کیا آپ استلام نہیں کریں گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا عورتیں اور کیا استلام رکن! چلی جاؤ۔

(فاکھی ص ۱۲۲ ج ۱۔ فضل الحجر الاسود ص ۶۶)

ایک دفعہ حج کے موقع پر چند عورتوں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! چلئے حجر اسود کو بوسہ دے لیں! فرمایا: تم جاسکتی ہوں میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جاسکتی۔

(سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۶۸، بعنوان: پردہ کا اہتمام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک آزاد کردہ عورت آپ کی خدمت میں آئی اور کہا:

میں نے تین مرتبہ حجر اسود کا استلام طواف کے سات چکروں میں کر لیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالی تجھے کوئی اجر نہ دے (یہ جملہ دو یا تین مرتبہ فرمایا) مردوں سے دھکم دھکا کرتی ہو، کیوں تکبیر پر اکتفا نہ کیا اور گذر جاتی؟۔

(الام للشافعی ص۱۷۲ ج۲۔ فاکھی ص۱۲۲ ج۱۔ السنن الکبری للبیھقی ص۸۱ ج۵۔
فضل الحجر الاسود ص۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت سے فرمایا: حجر اسود کے سامنے آؤ مزاحمت نہ کرو، اگر تنہائی دیکھو تو استلام کرو اور اگر ہجوم دیکھو تو تکبیر پڑھو اور تہلیل کہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (فضل الحجر الاسود ص۶۷)

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ حجر اسود کے استلام کا ارادہ کر رہی ہے تو آپ نے زور سے ڈانٹا اور فرمایا: اپنے ہاتھ کو ڈھانپ لو عورتوں کے لئے استلام نہیں (مردوں کے ہجوم میں بے پردگی ہوتی ہے ورنہ استلام کی اجازت ضرور ہے)۔
(فضل الحجر الاسود ص۶۷)

استلام کے وقت ایذاء مسلم سے بچنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! آپ طاقت ور آدمی ہو، حجر اسود پر مزاحمت نہ کرنا کہ ضعیف کو تکلیف ہو، اگر خلوت ہو تو استلام کر لو ورنہ حجر اسود کا استقبال کر کے تہلیل و تکبیر پڑھ لینا۔

(مسند احمد ص۲۸ ج۱۔ مجمع الزوائد ص۲۴۱ ج۳۔ مصنف عبدالرزاق ص۳۶ ج۵۔ بیہقی ص۸۰ ج۵،
بحوالۂ: فضل الحجر الاسود ص۸۶)

اس ارشاد نبوی ﷺ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل کیا تھا دیکھئے:

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب موقع ہوتا (یعنی آسانی ہوتی اور ہجوم کم ہوتا تو) حجر اسود کا استلام فرماتے، اور جب ہجوم ہوتا تو حجر اسود کے مقابل ہوکر تکبیر پڑھ لیتے۔ (ازرقی ص۳۳۴ ج۱۔ فضل الحجر الاسود ص۶۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مزاحمت کی کراہت وارد ہوئی ہے۔ آپ فرماتے تھے: نہ تکلیف دو نہ تکلیف اٹھاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ جملہ کتنا جامع اور عجیب ہے: لَا یُؤْذِیُ وَلَا یُؤْذٰی۔

(فاکھی ص۱۳۰ ج۱۔ فتح الباری ص۴۷۵ ج۳۔ فضل الحجر الاسود ص۶۸)

حضرت عطاء رحمہ اللہ حجر اسود کے سامنے لوگوں کو دھکا دینے کو ناپسند سمجھتے تھے اور بکثرت اس پر نکیر فرماتے اور فرماتے تھے: ''ایاکم واذی المسلمین'' مسلمانوں کو ایذا پہنچانے سے بچو۔ یہ بھی فرماتے: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ حجر اسود کے سامنے ہجوم کے وقت تکبیر پر اکتفا کرو اور مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(فاکھی ص۱۲۸ ج۱۔ فضل الحجر الاسود ص۶۹)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: حجر اسود پر بوسہ دینے کے لئے مزاحمت نہ کرو، ہاں موقع ہو تو بوسہ دے دو۔ (فاکھی ص۱۳۲ ج۱۔ فضل الحجر الاسود ص۶۹)

بعض روایات سے ازدحام کی حالت میں بھی استلام ثابت ہوتا ہے۔ (مگر اس میں بھی ایذاء مسلم سے بچنا بہرحال ضروری ہے)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ دیتے دیکھا ہے، اس پر سائل نے پوچھا کہ: اگر میں ازدحام کی وجہ سے پیچھے رہ جاؤں تو؟

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مگر کو یمن چھوڑ کر آؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کا استلام فرما رہے تھے اور اسے بوسہ دے رہے تھے۔

(بخاری، باب تقبیل الحجر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جواب اگر مگر کو یمن چھوڑ کر آؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل یمن کا رہنے تھا۔ حضرت کو ناگواری اس لئے ہوئی کہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں احتمالات نکالے جا رہے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کا استلام کرتے دیکھا ہے ہم نے ان دونوں رکن کا استلام نہ بھیڑ میں چھوڑا اور نہ آسانی میں۔

(متفق علیہ۔ مشکوۃ شریف، باب دخول مکۃ والطواف، الفصل الثالث)

روایات سابقہ میں مزاحمت کی ممانعت اور چند روایات سے مزاحمت کے وقت چھڑی وغیرہ سے استلام ثابت ہے اس لئے ایذائے مسلم سے بچنا بہرحال ضروری ہے۔

حجر اسود کے پاس دعا کا قبول ہونا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا:

حجر اسود زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے جس سے اللہ پاک اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح ایک مسلمان دوسرے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے، دنیا میں جس نے خلوص کے ساتھ اس کا استلام کیا تو قیامت کے دن یہ اس کے حق میں گواہی دے گا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے حجر اسود کے سامنے مسلمان اللہ تعالی سے جو دعا کرے گا وہ قبول ہوگی۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۳۹ ج ۵۔ تاریخ مکہ ص ۲۰۵ ج ۲)

حجر اسود پر فرشتوں کا آمین کہنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گذرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہوتے ہیں (جو وہاں دعا کرنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور فرشتے کی آمین قبولیتِ دعا میں جس قدر مؤثر ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے)۔(اخبار مکہ ص ۳۴۱، ج ا۔فضل الحجر الاسود ص ۴۶)

استلام کے بعد دعا قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے حجر اسود کا استلام کیا پھر دعا کی تو قبول کی جائے گی۔(مصنف عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۵۔فضل الحجر الاسود ص ۴۶)

علماء نے درمنثور کی روایت کی وجہ سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیانی حصہ کو خصوصیت سے دعا کے قبول ہونے کی جگہ بتایا ہے۔(فضائل حج ص ۱۰۲ فصل ۶، حدیث نمبر ۵)

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے: ۱۹/مقامات اجابتِ دعا کے بتلائے ہیں، ان میں ایک حجر اسود کو بھی ہے۔(رفیق حج ص ۷۵)

مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات

(۱)......مطاف۔

(۲)......ملتزم۔

(۳)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۴)...... بیت اللہ کے اندر۔

(۵)......چاہِ زمزم کے پاس۔

(۶)......مقام ابراہیم کے پاس۔

(۷)......صفا پر۔

(۸)......مروہ پر۔

(۹)......سعی کرنے کی جگہ یعنی صفا مروہ کے درمیان، خاص کر میلین اخضرین کے درمیان۔

(۱۰)......عرفات میں۔

(۱۱)......مزدلفہ میں۔

(۱۲)......منیٰ میں، خصوصاً مسجد خیف کے اندر۔

(۱۳)......جمرۃ العقبیٰ کے پاس۔

(۱۴)......جمرۃ الوسطیٰ کے پاس۔

(۱۵)......جمرۃ الاخریٰ کے پاس۔

(۱۶)......بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔

(۱۷)......رکن یمانی کے پاس۔

(۱۸)......رکن یمانی وحجر اسود کے درمیان۔

(۱۹)......حطیم کے اندر۔

(۲۰)......حجر اسود کے پاس۔

(۲۱)......مستجار کے پاس جو کہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔(دروازہ کی پشت پر تھا)

(۲۲)......نبی ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے پاس۔

(۲۳)......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس۔

(۲۴)......دار ارقم میں۔

(۲۵)......غار ثور میں۔

(۲۶)......غار حرا میں۔

(۲۷)......باب کعبہ کے سامنے۔

(۲۸)......سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس۔ یہ بیری عرفات میں تھی، لیکن اب اس کی جگہ غیر معروف ہے۔

(۲۹)......منیٰ میں ہر مہینہ کی چودھویں رات کے نصف میں۔

(ماخوذ از: عمدۃ الفقہ ص ۶۶۶ ج ۴۔ رفیق حج ص ۷۵)

حجر اسود کے پاس ملائکہ کا ازدحام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: (ایک مرتبہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے اور سر پر سرخ عمامہ تھا اور اس پر غبار لگا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے روح الامین! یہ آپ کے عمامہ پر غبار کیسا ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: میں نے بیت اللہ کی زیارت کی (اور میں نے دیکھا کہ) حجر اسود پر ملائکہ کا ازدحام ہے اور یہ جو غبار آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان فرشتوں کے پروں سے اڑا ہوا ہے۔ (اخبار مکہ، بحوالہ فضل الحجر الاسود ص ۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گذرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں، اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہیں۔

(فضل الحجر الاسود ص ۴۶)

استلام حجر اسود کے اذکار ودعائیں

(۱)......الله اکبر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ: آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر کیا، جب بھی آپ حجر اسود کے قریب پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے۔(بخاری، باب التکبیر عند الرکن)

(۲)......بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! ہم حجر اسود کے استلام کے وقت کیا پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر ، اِيْمَاناً بِاللّٰهِ ، وَتَصْدِيْقًا بِمَا جَاءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ۔(الام للشافعی ص۱۷۰ج۲)

(۳)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حجر اسود کا بوسہ دیتے تو یہ پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيقاً بِكِتَابِكَ ۔ پھر درود شریف پڑھتے۔

(قال الهيثمي في مجمع الزوائد ص۱۰۲ج۲/ رواه الطبراني في الاوسط و رجاله رجال صحيح)

(۴)......ایک روایت میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حجر اسود کا استلام کرتے تو یہ پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر ۔(فاکھی ص۱۰۲ج۱۔ازرقی ص۳۳۹ج۱۔بیہقی ص۷۹ج۵)

(۵)......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَا بَ النَّارِ ۔(فاکھی ص۱۰۰ج۱)

(۶)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے استلام کے وقت یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَاهَدَانَا ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ

وَ كَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ وَبِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَا يُدْعٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ' اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِى نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔(ازرقی ص۳۳۹ ج۱)

نوٹ:......حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ''فضائل حج'' میں بھی تھوڑے فرق سے یہ دعا نقل فرمائی ہے۔(فضائل حج ص۹۹، فصل ۶/حدیث نمبر:۲)

(۷)......ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صرف اتنی دعا بھی منقول ہے:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ كَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ۔(فاکھی ص۹۹ ج۱)

(۸)......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ استلام کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ' اَللّٰهُمَّ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ ' وَ سُنَّةَ نَبِيِّكَ صلى الله عليه وسلم۔(مصنف عبدالرزاق ص۳۳ ج۵)

(۹)......حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حجر اسود کے سامنے اکثر لوگوں کا ذکر یہ تھا: صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ۔(فاکھی ص۱۰۴ ج۱)

(۱۰)......حضرت ابوجعفر باقر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ نے حجر اسود کا استلام کیا تو یہ پڑھا:

اَللّٰهُمَّ اَمَانَتِى اَدَّيْتُهَا وَمِيْثَاقِى وَفَّيْتُ بِهٖ لِيَشْهَدَ لِىْ عِنْدَكَ بِالْوَفَاءِ۔(فاکھی ص۵۸ ج۱)

نوٹ:...... یہ تمام حوالجات ''فضل الحجر الاسود'' ص۷۵ تا ۷۷ سے ماخوذ ہیں۔

مسائل استلام

مسئلہ:...... حجر اسود کے استلام کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھیں اور اپنا منھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اس طرح رکھے جیسا کہ سجدہ کے وقت رکھتا ہے، اور بغیر آواز نرمی سے بوسہ دے، یعنی حجر اسود پر صرف ہونٹ رکھ دے، اگر ہجوم کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں کالی پٹی پر کھڑا ہو کر حجر اسود کے سامنے اس کی طرف سینہ اور منھ کئے ہوئے دونوں ہاتھ حجر اسود کے سامنے اس طرح پھیلائے کہ دونوں ہتھیلیوں کا رخ بالکل حجر اسود کی طرف ہو، خیال کرے کہ گویا دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے ہیں، یہ بھی خیال رہے کہ حجر اسود عام آدمی کے سینہ سے کچھ نیچے ہی ہوتا ہے، اس لئے اسی انداز سے ہاتھ آگے بڑھائے اور یہ دعا پڑھے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ' وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ'' اور اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے۔ (مسائل ومعلومات حج وعمرہ ص۱۴۱ رسلسلہ نمبر:۸۸)

مسئلہ:...... حجر اسود کے سامنے تکبیر کہنا مطلقاً سنت ہے (یعنی شروع میں بھی اور ہر چکر میں بھی جب حجر اسود کے سامنے آئے تکبیر کہنا سنت ہے)۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۸۰ ج۴)

مسئلہ:...... طواف شروع کرتے وقت ابتداء میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا، یعنی نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ دونوں کانوں تک یا دونوں کندھوں تک اٹھانا، یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجر اسود و خانۂ کعبہ کی طرف کرے، دونوں ہاتھوں کو نیت سے پہلے نہ اٹھائے، اور نیت کے وقت حجر اسود کے سامنے آنے سے پہلے بھی نہ اٹھائے، کیونکہ یہ بدعت ہے، بلکہ نیت کے وقت دونوں ہاتھ اس وقت اٹھائے جب کہ حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو کر تکبیر کہنے کے متصل ہی نیت کرے۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۸۰ ج۴)

مسئلہ:...... حجر اسود کا استلام یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا اور اس پر سجدہ کرنا مطلقاً سنت ہے، لیکن اس پر سجدہ کرنے کی روایت غیر مشہور ہے، اور مطلقاً کہنے سے مراد یہ ہے کہ خواہ طواف کے شروع میں یا درمیان میں یا آخر میں ہر چکر کے ساتھ استلام سنت ہے، اگر چہ بعض چکروں میں استلام بعض سے زیادہ مؤکد ہے، بلکہ بعض کے نزدیک اول و آخر کے چکر میں استلام سنت ہے اور باقی میں مستحب و ادب ہے۔

پس اگر کسی نے حجر اسود کا استلام کر کے طواف شروع کیا اور استلام کے ساتھ ہی ختم کیا اور درمیان کے چکروں میں استلام نہ کیا تو اس کے لئے کافی ہے، یا کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی، اور اگر بالکل ترک کر دیا یعنی کسی چکر کے ساتھ بھی نہ کیا تو اس نے برا کیا۔

اور ممکن ہے مطلقاً کہنے سے مراد یہ ہو کہ بوسہ دینا اور سجدہ کرنا اور دونوں کا نہ کرنا برابر ہے۔

اور استلام یعنی بوسہ دینے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھے اور اپنا منھ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں رکھے، اور چومنے کی آواز نکالے بغیر بوسہ دے، جب یہ دونوں باتیں یعنی ہتھیلیوں اور بوسہ دینا میسر ہو جائیں تب ایسا کرے ورنہ اپنی ہتھیلی سے حجر اسود کو مس کرے اور اس ہتھیلی کو بوسہ دے لے۔

پس اگر حجر اسود کو بوسہ دینا دوسرے کو اذیت کے بغیر یا خود اذیت اٹھائے بغیر ممکن نہیں ہے یا مطلقا بوسہ دینے پر قادر نہیں ہے تو اپنے دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ حجر اسود پر رکھے، پھر ان دونوں ہاتھوں یا ایک ہاتھ کو بوسہ دے لے، اور ایک ہاتھ رکھنے کی صورت میں اولی یہ ہے کہ دایاں ہاتھ ہو، اس لئے کہ جن کاموں میں شرافت ہے ان میں دایاں ہاتھ استعمال کیا

جاتا ہے۔اور یہ وجہ بھی ہے کہ حجر اسود یمین اللہ ہے،جس کے ساتھ اللہ تعالی اپنے بندے سے مصافحہ کرتا ہے،اور مصافحہ دائیں ہاتھ سے کیا جاتا ہے،اور اگر دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کا رکھنا بھی ممکن نہ ہوتو اپنے ہاتھ کو کسی چیز مثلاً چھڑی یا چھتری وغیرہ سے حجر اسود کو مس کرے، پھر اس چھتری وغیرہ کو بوسہ دے لے،اور کسی چیز سے مس کرنے پر بھی قادر نہ ہوتو اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف کرے،اور خیال کرے کہ یہ دونوں ہتھیلیاں گویا کہ حجر اسود پر رکھی ہوئی ہیں،یعنی اپنے دونوں ہاتھ کندھوں یا کانوں کے برابر اور اپنی ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف اس طرح سے کرے جیسا کہ ان سے حجر اسود کی طرف اشارہ کررہا ہے اور ہاتھوں کی پشت اپنے چہرے کی طرف ہو یہی ماثور طریقہ ہے، پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔(عمدۃ الفقہ ص۱۸۰ج۴)

مسئلہ:......طواف اور سعی کے درمیان استلام کرنا: یہ اس شخص کے لئے سنت ہے جو اس طواف کے بعد سعی کرے،اور اصل اس میں یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کی جائے اس کا دوگانۂ طواف پڑھنے کے بعد حجر اسود کے استلام کی طرف لوٹے ورنہ نہیں۔

(ایضاص۱۸۲)

مسئلہ:......تین بار حجر اسود کو بوسہ دینا اور تین دفعہ اس پر سجدہ کرنا،یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے، کیونکہ احادیث میں اس کا ثبوت ہے،اور بوسہ کا تین بار ہونا مستحب ہے،اور تین دفعہ بوسہ کے ساتھ حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے''لباب المناسک'' میں اس پر اعتماد کیا ہے،اور کہا ہے کہ یہ مستحب ہے،اور بوسہ کے ساتھ تین دفعہ اس کا تکرار کیا جائے،اور''بحر'' میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل فرمایا ہے،اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل فرمایا جیسا کہ''حاکم'' نے اس کو روایت کیا

ہے، اوراس کی تصحیح کی ہے، اور جمہور اہل علم اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

(عمدۃ الفقہ ص۱۸۳ ج۴)

مسئلہ:...... حجر اسود کے چاروں طرف چاندی کا پترا لگا ہوا ہے، بہت سے ناواقف استلام کرتے وقت اس چاندی پر ہاتھ لگاتے ہیں، استلام کے وقت اس پر ہاتھ رکھنا منع ہے، ایسی طرح استلام کرنا چاہئے کہ چاندی کو ہاتھ وغیرہ نہ لگے، (ہجوم کے زمانہ میں اس سے بچنا دشوار ہے، لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو تو استلام کے وقت چاندی کے پترے پر ہاتھ وغیرہ نہ لگائے)۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۹۷ ج۴)

مسئلہ:...... بعض ناواقف لوگ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اس طرح درود پڑھتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیٍّ قَبْلِکَ'' ان الفاظ سے کفر کا مفہوم نکلتا ہے، اس لئے اس کو ہرگز نہ پڑھا جائے، درود شریف کے جو الفاظ مشہور اور صحیح ہیں وہ پڑھے جائیں۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۹۴ ج۴)

حجر اسود کی توہین

سوال:...... جناب ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا ہے، وہ یہ کہ ایک سرمایہ دار خاتون حج کرنے کے لئے گئی اور واپس آکر انہوں نے بتایا کہ دوران حج سنگ اسود کو بوسہ دینے کے لئے جب میں گئی تو وہاں پر لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی، میں نے بوسہ نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ شریعت میں ایسی عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا دائرہ اسلام میں ہے یا اس سے خارج ہے؟

جواب:...... اگر اس عورت نے حجر اسود کی توہین و بے عزتی کے ارتکاب کی نیت سے یہ گفتگو کی ہو، اور اس کا مقصد حجر اسود ہی کی توہین ہو، اور اس بوسہ دینے کے عمل سے نفرت ہو تو یہ کلمہ کفر ہے، اس پر تجدید ایمان واجب ہے، اور اس کا نکاح شوہر سے ٹوٹ گیا، اور اگر اس کا ارادہ یہ ہو کہ چونکہ اس پر لوگوں کا لعاب وتھوک پڑتا ہے جو قابل نفرت ہے، یا اس کا مقصد تکبر کی بنا پر لوگوں کی اہانت ہے تو کفر نہیں ہوگا، لیکن بدترین قسم کے فسق (گناہ) ہونے میں کلام نہیں ہے، اس عورت پر توبہ واجب ہے، اور اگر اس خاتون کو اس بات سے گھن آئی کہ سب مرد عورتیں اکٹھے بوسے دے رہے ہیں اور ان کو حیا مانع آئی کہ وہ مردوں کے مجمع میں گھس کر بوسہ دے تو اس کا یہ فعل بلا شبہ صحیح ہے، اور کسی کے قول وعمل کو حتی الوسع اچھے معنی پر ہی محمول کرنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۱۱ ج ۴)

حجر اسود اور اس کی اہمیت

سوال:...... کہتے ہیں کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے، اگر یہ سب درست ہے تو پھر کیا جنت میں مادی اشیاء موجود ہیں، اگر یہ دنیاوی سنگ ہے تو پھر ہمارے رسول ﷺ نے اتنی اہمیت کیوں دی؟ کوئی مسلمان اگر اس کو ایک معمولی سا پتھر سمجھ کر اس کا بوسہ نہ لے تو اس کا حج درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:...... ممکن ہے کہ جواہر مجردہ میں سے رہا ہو، اور جب دنیا میں اتارا گیا تو متصف بالمادہ کر دیا ہو، کیونکہ دنیا عالم مادیات سے ہے، اور جواہر مجردہ کا اتصاف بالمادہ ممکن ہے، جیسا کہ روح جواہر مجردہ سے ہے، لیکن اس کا اتصاف باجسام الحیوان ہوتا ہے، حالانکہ اجسام کا مادی ہونا ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حجر اسود دنیاوی سنگ نہیں ہے کہ اس کو اس پر قیاس کیا جاوے، بلکہ یہ جنت کی ایک محبوب و معظم شئ ہے، اسی لئے سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو ایسی اہمیت دی ہے، پھر آپ کو حکم خداوندی اسی طرح کا تھا، اور امر تعبدی ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں، اور جب اس کا شئ محترم ہونا عقلاً ممکن ہے اور حضور ﷺ نے معاملہ احترام کا حکم دیا ہے تو اس کی تحقیر کرنا رسول اللہ ﷺ کی اور اصل احکم الحاکمین کے حکم کی نافرمانی ہوگی، جو اپنے اندر شان بغاوت رکھے گی، اس لئے یہ حرکت جائز نہ ہوگی، اور اس کا تقاضا بے شک یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حج ہی ادا نہ ہوگا، لیکن حضرت رسالت پناہ ﷺ کی شان رحیمی کا ظہور ہے کہ اس کا بوسہ نہ لینے سے کفارہ جنایت بھی لازم نہ آئے گا، اور فریضۂ حج ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ العبد: نظام الدین الاعظمی

مفتی دار العلوم دیوبند (منتخاب نظام الفتاوی ص۱۵۳ ج۱)

حجر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ

سوال:...... غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی پوجا کرتے ہیں، ان کو کیا جواب دیا جائے؟

جواب:...... حجر اسود کو بوسہ محبت کی غرض سے دیا جاتا ہے، بطور عبادت وعظمت اور حاجت روا جان کر نہیں دیا جاتا۔

مذکورہ اعتراض کا جواب آج سے چودہ سو سال پہلے دیا جا چکا ہے، نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا تھا: مجھے معلوم ہے تو ایک پتھر ہے، نفع نقصان پہنچانے پر قادر نہیں، میرا رب تجھے بوسہ دینے کا حکم نہ کرتا تو میں بوسہ نہ دیتا۔ (ابن ابی شیبہ)

اسی طرح اس مسئلہ کی تنقیح کرنے والے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ طواف فرما رہے تھے، اس وقت کچھ نو مسلم دیہاتی بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو ذرا ٹھہر گئے اور فرمایا: میں جانتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے (معبود نہیں) نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نے آپ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔

ذرا سوچئے کہ مسلمان حجر اسود کو قابل پرستش اور حاجت روا اور نفع ونقصان کا مالک جانتے ہوتے تو اس طرح خطاب کا کیا مطلب؟ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ بوسہ صرف جذبۂ محبت سے دیتے ہیں۔ اپنی اولاد اور بیوی کو بوسہ دیتے ہیں، کیا انہیں معبود اور حاجت روا سمجھ کر بوسہ دیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں، فقط۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۳۱ ج ۸)

حجر اسود کو ہاتھ لگانے اور چومنے پر اعتراض کا جواب

نادان کہتے ہیں کہ مسلمان پتھر کی پرستش کرتے ہیں، مگر آریہ اور عیسائی بتائیں کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت میں استتی (حمد) اور پراتھنا (یعنی دعا) اور اپاشنا (یعنی دھیان) ضرور ہے۔ بتائیں مسلمان کب اس پتھر سے دعا اور اس کا دھیان اور اس کی استت کرتے ہیں۔ کسی اسلامی عبادت میں اس پتھر کا ذکر بھی نہیں، بلکہ عبادات اسلامیہ میں تو مکہ کا بھی ذکر نہیں اس کی کیا ہوگی اگر اس کو ہاتھ لگانا عبادت ہے تو سب لوگ بیاہی ہوئی عورتوں کے عابد اور زمین کے پجاری ہوں گے۔

بات یہ ہے کہ مقدس مقام میں تصویری زبان کے اندر یہ گفتگو ہے کہ نبوت کے محمل سرا کونے کا پتھر یہاں مکہ سے نکلا ہے، بلکہ مسیح ابن مریم علیہ السلام نے ''متی'' باب: ۴۳/۲۱ میں خود کہا ہے کہ: یہ تمثیل ہے۔

حجر اسود تصویری زبان کا نمونہ ہے

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں بہت مدت سے تصویری زبان کا رواج تھا اور اب بھی ہے، چنانچہ رام چندر جی اور شیوا جی کی تصویری قصص ہندوؤں کے پاس خصوصاً ہند کے قدیم مصوروں کے پاس موجود ہیں۔ سکندر رومی جس کو حضرت دانیال رومی نے ذوالقرنین یعنی ایک سینگ کا بکرا خواب میں دیکھا یہ تصویری زبان کی شہادت ہے۔

(دیکھو! دانیال، باب: ۸)

اسی طرح دارا ایرانی بادشاہ کی تصویری زبان میں گفتگو عام نظموں میں موجود ہے۔ تصویری زبان کی کتابیں اور اخبارات ہند میں بکثرت موجود ہیں۔ اسکندریہ ملک مصر کے ایک جریدہ نے ایک رسالہ قدیمی تصویری زبان کے متعلق لکھ کر شائع کیا ہے جس میں

صرف حیوانات و آلات و اشجار وغیرہ کی اشکال ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں پہلے اس زبان کا عام رواج تھا، اب بھی یہ تصویری زبان ان بلاد میں جہاں تعلیم کا رواج کم ہے یا بالکل نہیں ہوتا زیادہ تر استعمال کی جاتی ہے، بلکہ اکثر تصویری زبان بہ نسبت تحریری کے زیادہ قوی ہوا کرتی ہے، اس واسطے یادگاروں کو عقلاً اور حکماً اکثر تصویری تحریروں میں ادا کرتے ہیں۔

یوشع بن نون نے یرون سے گذرتے وقت بارہ پتھر اٹھائے۔ (یوشع، باب:۶) وہ بقول عیسائیوں کے بارہ حواریوں کی پیشنگوئی تھی۔

یہود اور عیسائی غیر قوموں کے بعض خواص کو پتھر کہتے تھے یہ ان کا محاورہ تھا۔ بطراس کو پتھر اس واسطے کہا کہ کلیسا کے لئے فون ڈیش سٹون یعنی بنیادی پتھر ہوا۔ ان باتوں پر خوب غور کرو۔

اب تمہید کے بعد کتب مقدسہ میں ایک پیشنگوئی بہ نسبت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ بہت زور سے درج تھی۔ (دیکھو! لوقاء:۲۰/ باب:۱۶/۱۷)

وہ پتھر جسے راجگیر وں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ اور دیکھو! ''زبور'' ۱۸/۲۲/ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا۔ (متی: باب:۲۱/توریت ۴۲/۴۳)

غرض یہ ایک بشارت ہے جو کئی کتب مقدسہ میں مندرج ہے۔ اس بشارت اور پیشنگوئی کے اظہار و تصدیق کے لئے مکہ معظّمہ کی بڑی عبادت گاہ میں بطور تصویری زبان کے حجر اسود کونے پر رکھا گیا تھا۔ محمدیوں سے صدہا سال پہلے سے یہ پتھر ابراہیمی عبادت گاہ کے کونے پر منصوب تھا، اور عرب کے لوگ اسے چومتے اور اس سے ہاتھ ملاتے۔ گویا قدیم زمانہ میں بنی عرب سے پہلے یہ فقرہ تصویری طور پر مکہ معظّمہ کی مقدس مسجد پر رکھا تھا کہ اس شہر میں وہ

کونے کا پتھر ظاہر ہوگا، جسے یوں کیا جائے گا کہ نبوت اور رسالت کی عظیم الشان اور مستحکم عمارت جو کہ انبیاء اور رسولوں کی وجود ذی جود سے تیار ہوئی ہے، اسی پتھر سے پوری ہوئی اور اسی کونے کے پتھر کی یہ شان ہوگی کہ ان کی بیعت رحمٰن کی بیعت اور ان کی اطاعت رحمٰن کی اطاعت ہے، حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(دیکھو! مشکوۃ)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه وترک منه موضع اللبنة الی ان قال فکنت انا سددت موضع اللبنة وفی روایة فانا تلک اللبنة۔

ترجمہ:...... میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس محل کی ہے کہ وہ بہت خوبصورت بنایا گیا اور ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی رکھی گئی سو وہ اینٹ میں ہوں۔

(''المصالح العقلیه للاحکام النقلیه'' یعنی ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' ص۱۲۳)

کیا مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں؟

جواب :...... جواب یہ ہے کہ: تقبیل حجر عظمت سے نہیں ، بلکہ محبت سے ہے ، جیسے بیوی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں، اگر بوسہ دینا عبادت وعظمت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا ہر شخص اپنی بیوی کی عبادت کرتا ہے، اوراس کا لغو ہونا بدیہی ہے۔ معلوم ہوا تقبیل عبادت و تعظیم کی مستلزم نہیں ، بلکہ کبھی محبت سے بھی تقبیل ہوا کرتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ پھر تم حجر اسود سے محبت کیوں کرتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میرے گھر کی بات ہے، اس کے متعلق کسی مخالف کو سوال کرنے کا حق نہیں۔ دیکھئے! اگر کوئی شخص عدالت میں یہ مقدمہ دائر کرے کہ فلاں مکان میری ملکیت ہے تو اس سے اس پر ثبوت طلب کیا جائے گا، لیکن جب وہ ثبوت پیش کردے تو خصم کو اس سوال کا حق نہیں کہ اچھا مکان تو تمہارا ہی ہے، مگر یہ بتلاؤ کہ اس گھر میں کیا کیا سامان ہے؟ یا کوئی شخص بیوی کا بوسہ لے تو اس سے سوال ہوسکتا ہے کہ تم اس کا بوسہ کیوں لیتے ہو؟ جب وہ یہ بتلا دے کہ میں محبت کی وجہ سے لیتا ہوں تو پھر اس سوال کا حق نہیں کہ تم کو بیوی سے محبت کیوں ہے اور تم دن رات میں کتنے بوسے لیتے ہو؟

اور اس کا مطلب نہیں کہ ہم اس کی وجہ بتلا نہیں سکتے کہ ہم کو حجر اسود سے محبت کیوں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخالفین کے اعتراض کا جواب اسی حد تک دینا چاہئے جہاں تک ان کو سوال کا حق ہے اور جو سوال ان کے منصب سے باہر ہو اس کا جواب نہ دینا چاہئے، بلکہ صاف کہہ دینا چاہئے کہ تم کو اس سوال کا کوئی حق نہیں۔ مخالفین کا دماغ ہر بات کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہیں۔ امور دقیقہ کو ان کے سامنے بیان نہ کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ وجہ کونسی ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں، آخر

ہم بھی تو انسان ہیں، اگر باریک بات ہمارے سامنے بیان کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو نہیں سمجھ سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایسی بات ہے تو میں ایک ریاضی دان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اقلیدس کی کوئی شکل ایک کھدے کو سمجھا دیں جس نے اقلیدس کے مبادی واصول موضوعہ کو کبھی نہ سنا ہو، یقیناً وہ اقرار کرے گا کہ میں ایسے شخص کو اقلیدس کے اشکال نہیں سمجھا سکتا، آخر کیوں؟ کیا وہ انسان نہیں؟ مگر بات وہی ہے کہ بعض امور کے لئے مبادی ومقدمات کا سمجھنا ضروری ہوتا ہے، اس لئے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے ذہن میں تمام مبادی ومقدمات حاضر ہوں، ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا اور یہ بالکل موٹی بات ہے، مگر حیرت ہے آج کل کے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

مگر میں تبرعاً اس کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ تقبیل حجر کے راز کے متعلق میں کہہ چکا ہوں کہ اس کا منشاء عظمت وعبادت نہیں بلکہ محض محبت اس کا منشاء ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو مجمع عام میں ظاہر کر دیا۔

ایک بار آپ طواف کر رہے تھے، اس وقت کچھ لوگ دیہات کے موجود تھے، جب آپ نے تقبیل حجر کا ارادہ کیا تو حجر کے پاس ذرا ٹھہرے اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر دے سکتا ہے، اور اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ کیا خشک معاملہ کیا حجر اسود کے ساتھ، بھلا اگر مسلمانوں کا یہ معبود ہوتا تو کیا اس سے بھی خطاب کیا جاتا کہ نہ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس تقبیل کا منشاء محض محبت ہے، اور محبت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو بوسہ دیا ہے، حضور ﷺ کا فضلہ بھی کسی جگہ اگر ہو تو ہم کو اس جگہ

سے بھی محبت ہوگی، چہ جائیکہ وہ جگہ جہاں حضور ﷺ کے ہاتھ لگے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ کا دہن مبارک لگا ہو۔

بامید آں کہ جاناں روزے رسیدہ باشد   باخاک آستانش داریم جبہہ رسائی

رہا یہ کہ حضور ﷺ نے اس کو کیوں بوسہ دیا؟ اس سوال کا کسی کو حق نہیں اور نہ ہم کو اس کی وجہ بتلانا ضروری ہے۔ ہاں اتنی بات یقینی ہے کہ حضور ﷺ نے بطور عبادت وعظمت کے بوسہ نہیں دیا، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیباکی کے ساتھ ''لا تضر ولا تنفع'' نہ فرماتے، وہ حضور ﷺ کے مزاج شناس تھے، جب انہوں نے حجر اسود کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس تقبیل کا منشاء عبادت ہرگز نہیں۔

اور تبرعاً اس کا جواب بھی بتائے دیتا ہوں کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ کو حجر اسود کے اندر تجلیات الٰہیہ کا بہ نسبت دوسرے حصصِ بیت کے زیادہ ہونا منکشف ہوا ہو، پس منشاء اس تقبیل کا تلبس زائد ہے تجلیاتِ الٰہیہ سے، اور جس چیز کو محبوب کے انوار سے زیادہ تلبس ہو اس کا بوسہ دینا اقتضائے محبت ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلی   اقبل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیارا

(اشرف الجواب ص۲۱ / حصہ اول)

حجر اسود اور حوادثات

جنت کا یہ انمول موتی عالی مرتبت، مقدس ومتبرک یاقوت گردش ایام کی ستم رانیوں سے محفوظ نہ رہ سکا، متعدد بار اسے فساق و فجار ظالموں کے ہاتھوں تختۂ مشق بننا پڑا، بارہا حوادثات کا شکار ہوا، اور اس کے نازنین بدن پر کتنی ہی مرتبہ زخم آئے۔

امام سہیلی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ: بنو مضر سے بنو خزاعہ کو کعبۃ اللہ کی ولایت کیسے حاصل ہوئی؟ جب حرم بنو نزار پر تنگ ہو گیا تو انہوں نے بغاوت شروع کر دی تو انہیں بنو مضر نے مکہ سے نکال دیا، انہوں نے رات کے اندھیرے میں حجر اسود کو اکھاڑ کے ساتھ لے جانے کی ناکام جسارت کی، چنانچہ اسے اکھاڑ کر اور ایک اونٹ پر لاد کر چلنے لگے، مگر کرشمۂ خداوندی سے اونٹ نڈھال ہو کر گر گیا اور حجر اسود زمین پر آپڑا، اس اونٹ کو چھوڑ کر دوسرے اونٹ پر لادا، مگر جب وہ بھی گر گیا تو حجر اسود کو زمین میں دفن کر کے چلے گئے، یہ منظر بنو خزاعہ کی ایک عورت دیکھ رہی تھی، صبح کے وقت جب لوگوں نے حجر اسود کو غائب پایا تو سخت تشویش ہوئی کہ یہ درّ مکنون ہم سے چھن گیا، لیکن جب اس عورت نے اپنی قوم کو امر واقعہ بتایا اور اس کی نشاندہی کر دی تو انہوں نے اسے نکال کر پھر اس کی جگہ نصب کر دیا، پھر اس کے بعد بنو مضر کی حکومت مکہ پر مستحکم ہو گئی۔ (روض الانف ص ۸۴ ج ۱)

دور جاہلیت میں قریش کی تعمیر کعبہ سے قبل ایک عورت کعبہ شریف کو خوشبو دار دھونی دے رہی تھی، جس سے ایک شرارہ کعبہ شریف کے غلاف پر پڑا اور آگ بھڑک اٹھی جس نے کعبہ شریف کو شدید نقصان پہنچایا اور حجر اسود بھی اس المیہ میں جھلس گیا۔

۶۴ھ میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یزیدی فوجوں نے کعبہ شریف پر سنگ باری کی اور اسی اثناء میں کعبہ شریف خوفناک آگ کی لپٹ میں آ گیا، اس

حادثۂ عظیمہ میں حجر اسود کو بھی شدید صدمہ پہنچا، یہ ٹوٹ کر تین ٹکڑوں میں بٹ گیا جسے شعبہ ابن زبیر نے چاندی کے تین انچ موٹے خول میں مضبوطی کے ساتھ محفوظ کر دیا۔

۱۸۹ھ کو خلیفہ ہارون الرشید جب عمرہ کی ادائیگی کے لئے آیا تو اس نے دیکھا کہ مذکورہ چاندی ڈھیلی پڑ گئی ہے، خلیفہ نے حجر اسود کے ٹکڑوں کو مربوط اور محفوظ کرنے کی غرض سے ابن الطھان مولی المشعل سے الماس کے ذریعہ اس میں سوراخ کرائے اور ان میں چاندی بھر دی وہ چاندی آج بھی موجود ہے (علامہ ازرقی کے زمانہ میں)۔(اخبار مکہ ص ۲۴۶)

۳۱۷ھ میں جب مکہ مکرمہ قرامطہ کے دست تصرف میں آیا تو ابو طاہر سلیمان بن الحسن نے جو قرامطہ کا سردار تھا حرم محترم میں خون کی ہولی کھیلی۔ ۸/ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو اس قدر قتل عام ہوا کہ حجاج کی لاشوں سے چاہ زمزم بھر گیا، شہر اور مضافات کے تیس ہزار بے قصور افراد کو موت کی نیند سلا دیا، جن میں سترہ سو حاجی اور سات سو طواف کرنے والے بھی شہید ہو گئے، اس نے یہ سارا کھیل میزاب رحمت یعنی کعبہ شریف کا پرنالہ جو سونے کا تھا اکھاڑنے' مقام ابراہیم اور حجر اسود چوری کرنے کی نامشکور جسارت کے لئے کھیلا تھا۔

دو آدمی اس مذموم حرکت کے لئے کعبہ شریف پر چڑھے، مگر آنِ واحد میں سر کے بل زمین پر گر کر واصل جہنم ہو گئے، مقام ابراہیم تو اس کے دست تصرف سے مامون رہا، کیونکہ خدام حرم نے اسے پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا تھا، مگر ۱۴/ ذی الحجہ ۳۱۷ھ بروز اتوار عصر کے وقت جعفر بن حلاج نے ابو طاہر کے حکم سے حجر اسود کو کدال سے اکھاڑ لیا، اس پر کئی ضربیں لگائیں، جس سے کچھ ریزے ٹوٹ گئے، اور اپنے ساتھ بحرین لے گئے، اور اس کی جگہ خالی رہ گئی، طواف کرنے والے بس اس جگہ ہاتھ رکھ کر ہاتھ ہی کو بوسہ دے لیا کرتے تھے، تقریباً بائیس سال کا طویل زمانہ گذر جانے کے بعد بحرین کے شہر ہجر سے بروز بدھ: ۱۰/

ذی الحجہ ۳۳۹ھ کو یہ مبارک پتھر واپس ہوا، واپسی بھی معجزہ نما تھی، قرامطیوں سے بار بار واپسی کا مطالبہ جب زور پکڑ گیا تو انہوں نے یہ عذر لنگ پیش کیا کہ وہ پتھر تو دوسرے پتھروں میں مل جل گیا ہے، ان میں سے اسے الگ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں، اگر تمہارے پاس اس کی کوئی علامت ہے تو اسے تلاش کرلو، چنانچہ علماء کرام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ: ان سب پتھروں کو آگ میں ڈالا جائے، جو پتھر آگ میں پگھل یا پھٹ جائیں وہ حجر اسود نہیں، لیکن حجر اسود کو آگ متاثر نہیں کرسکتی، کیونکہ یہ جنت کا پتھر ہے، اس طرح اس مقدس پتھر کی برتری اور مقبولیت کا لوہا منوا کر اسے واپس لوٹایا گیا اور پھر سے کعبہ شریف کی زینت بنادیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: یہ ظالم ابو طاہر چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہوا، اس کا جسم پھٹ گیا، اور نہایت ذلت کے ساتھ مرا۔اس واقعہ کے بعد اس کی حفاظت کے لئے تین ہزار سینتیس درہم چاندی کا ایک وزنی طوق بنا کر اس کے اندر نصب کردیا گیا جو آج تک موجود ہے۔(علامہ قطب الدین کے زمانہ تک)

(اعلام الاعلام ص ۱۶۵۔مرقاۃ ص ۳۲۰ ج ۵)

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابو طاہر کرامتی بد بخت کو ابرہہ کی طرح بیت اللہ کے بجائے اپنے شہر ہجر میں حج کا اجتماع کرانے کا جنون دماغ میں پیدا ہوا، اس نے اس غرض سے ایک عالی شان محل بنوایا، جس کا نام ''دار الھجرہ'' رکھا، چنانچہ ۳۱۷ھ میں حج کے ایام میں ایک لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا، طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور احرام کی حالت میں حاجیوں پر دست ستم دراز کیا، حد یہ کہ حرم محترم کے اندر بھی بے دریغ قتل کیا، شہر کے علاوہ

گرد ونواح میں قتل عام کا بازار گرم کیا، تیس ہزار بے گناہ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیئے، اس قدر روح فرسا واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا تھا، وہ ظالم کہتے تھے کہ تم مسلمان کہتے ہو: ﴿ من دخله کان اٰمنا ﴾ بتاؤ! اب امن کہاں گیا؟۔

ایک آدمی میزاب کعبہ اکھاڑنے کے مذموم ارادہ سے کعبہ شریف کی چھت پر چڑھا، جسے جبل ابی قبیس سے کسی نے تیر کا نشانہ بنا لیا اور وہ آناً فاناً مردار ہو کر نیچے گر پڑا، پھر دوسرے آدمی کو حکم دیا کہ: تم میزاب رحمت اتار لاؤ! وہ بد بخت جب چھت پر چڑھا تو سر کے بل گر کر جہنم رسید ہو گیا۔ لوٹ کھسوٹ کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک آدمی قاضی یحیٰ بن عبدالرحمٰن بن ہارون القرشی جو بمعہ اہل وعیال وادی رہجان میں روپوش ہو گئے تھے، ان کے گھر کا تمام اثاثہ جس کی مالیت ایک لاکھ دینار تھی لوٹ لیا گیا۔ لوگ اس سال فریضۂ حج کی ادائیگی سے بھی محروم رہے، اور حج اس فتنۂ کبریٰ کی نذر ہو گیا۔

(اعلام الاعلام ص ۱۶۳/۱۶۴)

علامہ ابن خلدون رقم طراز ہیں:

ابو طاہر نے کعبۃ اللہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، غلاف کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے فوجیوں میں بانٹ دیا، حجر اسود کو اکھاڑ کے ساتھ لے گیا، اہل مکہ کے گھر بار اور مال ومتاع لوٹ لیا، اس نے روانگی کے وقت یہ اعلان کیا آئندہ سے حج اس کے ہاں ہوا کرے گا۔

خلافت مستکفی کے امراء نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح حجر اسود واپس آجائے، انہوں نے پچاس ہزار دینار سرخ کی پیش کش بھی کی، مگر قرامطی ٹس سے مس نہ ہوئے، وہ اس خیال فاسد پر قائم تھا کہ یہ ناپاک جسارت اپنے امام عبید اللہ المہدی والیٔ افریقہ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہے، لیکن جب منصور اسماعیل نے قیروان سے حجر اسود کی واپسی کا مطالبہ

شدت سے کیا اور ادھر عبید اللہ المہدی نے بھی ابو طاہر کو سختی سے ڈانٹا کہ اگر حجر اسود واپس نہ کرو گے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، اس لئے مجبوراً ۳۳۹ھ میں واپس کرنا پڑا، جب کہ اس سے قبل خلافت مستکفی کی جانب سے پچاس ہزار دینار کے عوض بھی واپسی کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا تھا۔ (ابن خلدون ص۱۹۶ ج۵)

خلیفہ ابو طاہر کا خط جو ابو طاہر قرامطی کو لکھا گیا تھا اس کا متن حسب ذیل ہے:

تیرا خط دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ تو نے ایسی ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کیوں کیا؟ اور تجھے ایسے افعال شنیعہ کی جرأت کیسے ہوئی؟ تو نے اس مقدس گھر کی عزت وتوقیر کو تخت وتاراج کر دیا، زمانۂ جاہلیت میں بھی خونریزی اور اہل مکہ کی اہانت ممنوع اور حرام سمجھی جاتی تھی، تو نے کتنی بڑی زیادتی کی کہ حجر اسود جو "یمین الله فی الارض" زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ اپنے بندے سے مصافحہ کرتے ہیں، اسے اکھاڑ لایا، اس فعل شنیع اور قبیح حرکت پر تیرا دل خوش تھا کہ میں تیرا شکرادا کروں، تیرے اس فعل شنیع پر خدا کی لعنت ہو اور پھر لعنت ہو، اور سلام ہو اس انسان پر جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔

(ابن خلدون ص۲۱۴ ج۵)

علامہ تقی الدین فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حجر اسود کی واپسی چار دن کم بائیس سال بعد ۱۰؍ ذی الحجہ ۳۳۹ھ کو ہوئی۔

سنبر بن حسن قرامطی حجر اسود لایا اور اپنے ہاتھوں سے اسے نصب کیا، اس پر پہلے سے کچھ چاندی موجود تھی، مگر اس نے چونا لگا کر اسے مضبوط کر دیا۔

حافظ نجم الدین بن فہد القرشی فرماتے ہیں:

قرامطی مکہ مکرمہ میں گیارہ دن رہے، اور مکہ معظّمہ سے ہجَر تک حجر اسود کو لے جانے

میں چالیس اونٹ راستہ میں ہلاک ہوئے۔ (تاریخ الکعبہ ص ۵۴)

امام علی بن سلطان القاری رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ہلاک ہونے والے اونٹوں کی تعداد ایک سو بیان کی ہے، جب کہ ہجر سے مکہ شریف تک واپسی میں صرف ایک ہی اونٹ پر آسانی سے لے آئے تھے۔ (مرقاۃ ص ۳۲۰ ج ۵)

اس واقعہ کے چند ماہ بعد کعبہ شریف کے خدام آل شیبی نے حجر اسود کو صحیح طرح مضبوط کرنے کی غرض سے اکھاڑا، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے چاندی میں مڑھا تھا، اسی طرح چاندی کا خول بنا کر نہایت مضبوطی کے ساتھ اسے نصب کیا جائے تا کہ آئندہ کے لئے اس کی حفاظت بھی رہے، چنانچہ انہوں نے ۳۰۹۷/ درہم چاندی تقریباً گیارہ سیر چار چھٹانک اور ۵/ ماشے کا طوق بنا کر نصب کر دیا۔

امام تقی الدین فاسی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ: یہ چاندی بھی ۵۸۵ھ میں داؤد بن عیسی بن فلیتہ الحسنی امیر مکہ نے اپنی معزولی سے پہلے اتار لی تھی، جس کی بنا پر موجودہ چاندی ۳۳۹ھ میں آل شیبی کی لگائی ہوئی نہیں ہے۔

۳۶۳ھ میں ایک دن دوپہر کے وقت جب کہ گرمی شباب پر تھی اور طواف کرنے والے اکا دکا ہی تھے، ایک آدمی نقاب پوش وارد ہوا، اس کے ہاتھ میں پھاؤڑا تھا، تیزی کے ساتھ حجر اسود کی طرف بڑھا، کسی کو کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے؟ آتے ہی پوری قوت کے ساتھ حجر اسود پر کدال ماری، ابھی دوسری ضرب لگانے نہیں پایا تھا کہ ایک یمنی نے جو طواف کر رہا تھا جرأت کر کے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حرم شریف کے کونے کونے سے لوگ جمع ہو گئے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ رومی باشندہ تھا، جسے بڑی تعداد میں مال دیا گیا کہ حجر اسود کو نکال کر لے آؤ، لیکن اللہ رب العزت

نے اس کے شر سے حجر اسود کو محفوظ فرمالیا، لوگوں نے گھسیٹ کر اسے حرم شریف سے باہر نکالا، بہت سی لکڑیاں جمع کر کے جلا دیا۔ (تاریخ الکعبہ ص ۱۶۵)

امام فاکہی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

۴۱۳ھ میں ایک آدمی نے کدال سے تین ضربیں حجر اسود پر لگائیں، جس سے ناخن کے برابر چند ٹکڑیں جدا ہوگئے اور حجر اسود میں شگاف پڑ گیا، دو دن یہ مبارک پتھر اسی حال میں رہا، اور بنی شیبہ نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ اس کی مرمت کس چیز کے ذریعہ کی جائے؟ طے پایا کہ لاکھ میں کستوری ملا کر ان ٹکروں کو جوڑ دیا جائے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ۴۱۴ھ کے حوادثات میں ذکر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: جمعہ کے دن سرخ رنگ، لمبے قد، لمبے بالوں والا ایک موٹا تازہ شخص حرم میں داخل ہوا، جس کے ایک ہاتھ میں کدال اور دوسرے میں تلوار تھی، معلوم یہ ہوتا تھا کہ حجر اسود کا استلام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس نے آتے ہی تین کدال سے وار کیا، جس سے حجر اسود کے تین ٹکڑے ناخن کے برابر ٹوٹ گئے، اور کہنے لگا: حجر اسود! تو کب تک لوگوں کا معبود بنا رہے گا؟ آج میں تجھے اور کعبہ کو مسمار کر کے جاؤں گا، اس کی پشت پناہی کے لئے دس گھوڑ سوار حرم کے دروازہ پر کھڑے تھے، حاضرین اس کی بیباکی سے خوف زدہ ہو گئے، لیکن اہل مکہ میں سے ایک آدمی نے اسے دبوچ لیا اور تلوار سے پے در پے وار کر کے اسے قتل کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس کے معاونین پر بھی لوگوں نے ہلہ بول دیا اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس ظالم کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو آگ میں جلا دیا۔

اسی طرح ۹۱۹ھ میں ایک عجمی نے حجر اسود پر کدال سے حملہ کیا، جب کہ اس وقت مکہ

مکرمہ میں ناصر جاوش امیر تھے۔

علامہ سنجاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ: اوائل ربیع الاول ۱۰۹۷ھ میں شیخ الحرم نے حجر اسود کا ایک نیا مضبوط طوق بنا کر اس کے اوپر لگایا جو: ۱۳۵۱ھ تک قائم رہا۔

اس سال محرم کے اواخر میں افغانستان کا ایک فارسی باشندہ آیا اور ایک ٹکڑا حجر اسود کا توڑ لیا، اور ستارہ کعبہ کا کچھ حصہ چرا لیا، اور کعبہ شریف کی سیڑھی جو چاہ زمزم اور باب شیبہ کے مابین رکھی ہوئی تھی اس سے چاندی کا کچھ حصہ اتارا، لیکن بعد میں گرفتار کر کے اسے بھی کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔

۲۸/ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو ملک عبد العزیز بن عبد الرحمٰن الفیصل آل سعود طائف سے ریاض جاتے ہوئے مکہ مکرمہ میں آیا، اس کے ساتھ رئیس القضاۃ الشیخ عبد اللہ بن حسن اور شیخ عبد اللہ الشیبی اور دیگر معززین اور امراء و کبراء بھی تھے اور پولیس کپتان محمد مہدی بک بھی آموجود ہوئے، چنانچہ ایک کیمیاوی مرکب میں کستوری اور عنبر ملا کر مذکورہ افغانی کے توڑے ہوئے ٹکڑوں کو شاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کی جگہ نصب کیا اور پھر کاریگروں نے انہیں اچھی طرح مضبوط کر دیا۔ (تاریخ الکعبہ ص ۱۵۲ تا ۱۵۸)

علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں:

مختلف اوقات میں حجر اسود پر جو حوادثات آتے رہے، اور ٹوٹ کر ٹکڑے جدا ہوتے رہے، انہیں دوبارہ مسالہ وغیرہ لگا دیا جاتا تھا، چنانچہ ۱۳۳۶ھ میں چھوٹے بڑے پندرہ ٹکڑے سامنے نظر آتے تھے، لیکن ربیع الاول ۱۳۷۶ھ میں آٹھ ٹکڑے شمار کئے ہیں جن کی تصویریں پیش خدمت ہے۔ (تاریخ القویم ص ۳۲۱، ج ۳)

راقم الحروف (علامہ کردی) کو بھی شوال ۱۳۹۳ھ میں مطابق نومبر ۱۹۷۲ء کو یہ ٹکڑے

دیکھنے اور شمار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اس وقت اس کی تعداد سات تھی، ہوسکتا ہے کہ ایک ٹکڑا پوشیدہ ہو جو نظر نہ آسکا۔

علامہ کردی نے حجر اسود کو چاندی کے طوق میں محفوظ کرنے کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں:

۶۴ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے چاندی کا طوق پہلی مرتبہ چڑھایا۔
۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے حجر اسود کے نیچے اور اوپر والے پتھر میں الماس کے ذریعہ سوراخ کر کے چاندی کا طوق مضبوطی سے چڑھایا۔
۳۱۷ھ میں جب قرامطہ اسے اکھاڑ کر لے گئے تھے اور پھر ۳۳۹ھ میں واپس لایا گیا تو اسے عارضی طور پر چونا وغیرہ لگایا گیا تھا، مگر ۳۴۰ھ میں آل شیبہ نے ۳۰۹۷/درہم وزنی چاندی کا طوق بنا کر اسے مضبوطی سے نصب کیا۔
۱۰۹۷ھ میں شیخ الحرم احمد پاشا نے نیا طوق چڑھایا۔
۱۲۶۸ھ میں سلطان عبدالحمید خان نے سونے کا طوق چڑھایا، جس پر آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔
۱۲۸۱ھ میں سلطان عبدالعزیز خاں نے سونے کا طوق اتار کر چاندی کا طوق چڑھایا۔
۱۳۳۱ھ میں سلطان محمد رشاد خان نے چاندی کا نیا طوق چڑھایا جو آج تک موجود ہے۔ (تاریخ القویم ص ۳۲۸ ج ۳)

مقام ابراہیم

اس رسالہ میں مقام ابراہیم کی وجہ تسمیہ، مقام ابراہیم کی تنصیب کی جگہ، اس کے فضائل، اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے احکام، مقام ابراہیم کے پیچھے دعا کی قبولیت وغیرہ امور کو بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى بيّن فى القرآن الكريم ذكر المقام ، وجعله من آيات بينات للحجاج والزائرين الكرام ، وأمرنا ان نجعل موضع الصلوة فى الحرم خلف المقام، والصلوة والسلام على رسوله سيد الانام ، وعلى اله واصحابه وازواجه وعلماء امته العظام ، اما بعد۔

حق تعالیٰ شانہ نے حرم محترم میں ظاہری وباطنی بیشمار نشانیاں اپنی وحدانیت، انبیاء علیہم السلام کی نبوت ورسالت اور دین اسلام کی حقانیت کی رکھی ہیں۔ منجملہ ان نشانیوں کے ''مقام ابراہیم'' بھی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا: ﴿فيه ايات بينات مقام ابراهيم﴾

یہ وہ بابرکت پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی، اوراس پر کھڑے ہوکر (ایک روایت کے مطابق) ﴿ واذن فى الناس ﴾ کا پیغام دیا، جس میں آپ کے قدم مبارک کے نشانات موجود ہیں۔

یہ جنت کا وہ یاقوت ہے جس کے متعلق فرمایا کہ: اگراس کا نور زائل نہ ہوتا تو مشرق و مغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کردیتا، اور یہ بھی فرمایا کہ بنی آدم کے خطایا اس کو نہ چھوتے تو جو بھی آفت زدہ یا بیمار اسے چھوتا تو تندرست ہوجاتا۔

یہ وہ پتھر ہے جہاں طواف کے دوگانہ خصوصاً اور عام نوافل مطلق پڑھنے کا استحبابی حکم نص قطعی سے بایں الفاظ ﴿ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى ﴾ دیا گیا، اور خود نبی پاک ﷺ اور آپ کے بعد صحابۂ کرام اور تابعین وعلماء رحمہم اللہ نے اس حکم پر عمل فرمایا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہیں، علماء نے مکہ مکرمہ کے مقامات اجابت دعا میں

مقام ابراہیم کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی پاک ﷺ وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس جگہ پر دعا مانگنا روایات سے ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا: ''**اللھم انک تعلم سری و علانیتی**'' تو یہاں ایسی قبول ہوئی کہ حق تعالی نے فرمایا:

اے آدم! آپ نے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے قبول کرلیا، اور تیرے گناہوں کو بخش دیا، اور تیری پریشانیوں اور تیرے غموں کو دور کردیا، اور تیری اولاد میں جو شخص بھی تیرے بعد یہ دعا کرے گا مگر یہ کہ میں اس کی دعا قبول کروں گا، اور اس کے فقر اور محتاجگی کو سلب کرلوں گا، اور ہر تاجر کے مقابلہ میں اس کے لئے تجارت کرنے والا ہوں گا، اور دنیا اس کے پاس مجبوراً آئے گی خواہ وہ اس کا ارادہ نہ کرے۔

اس مختصر اجمال کی قدرے تفصیل اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے۔ حق تعالی اس ناچیز خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے، ذریعۂ نجات بنائے، ذخیرۂ آخرت بنائے، لغزشوں کو معاف فرمائے آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۳ / ربیع الاول ۱۴۱۹ھ، ۱۵ / جولائی ۱۹۹۸ء، منگل

....

ابوطالب کا شعر

وموطئ ابراهيم فی الصخر رطبة على قدميه حافيا غير ناعل

پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے دونوں قدم مبارک کے نشانات موجود ہیں جب کہ آپ ننگے پاؤں بغیر جوتے کے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۲ ج ۱)

مقام کے لغوی معنی

لغت میں مقام (بفتح المیم) کھڑے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں، اس کی جمع مقامات ہیں۔ (مصباح اللغات)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر بیت اللہ کی تعمیر فرمائی، اوراس پر حضرت علیہ السلام کے قدموں کے نشانات پڑ گئے۔

مقام ابراہیم کی وجہ تسمیہ

اس پتھر کا نام مقام ابراہیم اس لئے ہوا کہ اس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں اور بنائے کعبہ کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اس وقت دونوں حضرات (حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام) نے بیت اللہ کی عمارت پر تعمیر شروع کی، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں بلند ہوگئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اسے رکھ دیا، اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگے، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں حضرات یہ دعا پڑھتے جاتے تھے: ﴿ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ﴾ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کیجئے بیشک آپ بڑے سننے والے اور بہت جاننے والے ہیں۔ (بخاری، کتاب الانبیاء ، باب یزفون)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’تو اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر لائے‘‘ اس سے مراد

مقام ابراہیم ہے: قوله جاء بهذا الحجر يعني المقام۔ (فتح الباری ص۴۰۶ ج۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پتھر پر قیام کرنا اور بہو کا سر دھونا

ایک وجہ مقام ابراہیم کی یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے تشریف لائے، مگر آپ موجود نہیں تھے، ان کی بیوی (عمارہ) نے ٹھہرانا چاہا لیکن آپ نے انکار فرمایا، پھر انہوں نے عرض کیا تھوڑی ہی دیر ٹھہر جائیں تا کہ میں آپ کا سر مبارک دھولوں، آپ نے قبول فرمایا، وہ ایک پتھر لائیں اور اسے آپ کے دائیں پاؤں کے نیچے رکھ دیا، آپ نے پتھر پر پاؤں رکھ کر سر کو دائیں جانب جھکا دیا اور بہو نے اسے دھویا، پھر پتھر بائیں پاؤں کے نیچے رکھ کر سر کو دوسری جانب بھی دھویا، جہاں آپ نے پتھر پر پاؤں مبارک رکھے تھے وہاں قدموں کے نشانات پڑ گئے، اور خدا تعالی نے اس پتھر کو باعظمت نشانیوں میں سے قرار دیا۔

(تفسیر کبیر للرازی ص۵۳ ج۴۔ تفسیر طبری ص۵۳۷ ج۱۔ تفسیر ابن کثیر ص۱۶۹ ج۱ بحوالہ: فضل الحجر الاسود و مقام ابراہیم ص۹۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان حج مقام ابراہیم پر سے تھا

مقام ابراہیم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان فرمایا تھا، اعلان حج کے بعد اس پتھر کو باب کعبہ کے سمت کر کے اپنا قبلہ بنالیا، اس پتھر میں آپ کے پاؤں مبارک کی سات انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ (رواہ الازرقی۔ رفیق حج ص۷۷)

مفسرین نے بھی ﴿ واذن فی الناس بالحج ﴾ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرمائی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

حج کا اعلان مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر کیا ہے، چنانچہ بغوی نے لکھا ہے کہ: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرضیت حج کے اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالی سے عرض کیا (یہاں تو جنگلی میدان ہے، کوئی سننے والا نہیں) جہاں آبادی ہے وہاں میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالی نے فرمایا: تمہاری ذمہ داری صرف اعلان کرنے کی ہے، اس کو ساری دنیا میں پہنچانے اور پھیلانے کی ذمہ داری میری ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر کھڑے ہوئے تو اللہ تعالی نے اس پتھر کو بلند ترین پہاڑ کے برابر اونچا کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ کر چہرے کو دائیں بائیں اور شرقا اور غربا ہر طرف گھماتے ہوئے یہ ندا دی: اے لوگو! تمہارے رب نے اپنا گھر بنایا ہے، اور تم پر اس کا حج کرنا فرض کر دیا تو تم سب اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرو۔ اللہ تعالی نے اس آواز کو ساری دنیا میں پہنچا دیا، اور صرف اس وقت کے زندوں تک نہیں، بلکہ جو انسان آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے تھے بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچا دی گئی، اور جس کی قسمت میں اللہ تعالی نے حج کرنا لکھ دیا تھا ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں ''لبیک اللھم لبیک'' کہا یعنی حاضر ہونے کا اقرار کیا۔ حج کے تلبیہ کی اصل بنیاد یہی نداء ابراہیمی کا جواب ہے۔

سب سے پہلے ''لبیک'' کہنے والے اہل یمن تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے لبیک کہنے والے اہل یمن تھے، اسی لئے یمنی لوگ سب سے زیادہ حج کرتے ہیں۔

(تفسیر مظہری اردو ص ۷۴ ج ۸۔ معارف القرآن ص ۲۴۴ ج ۶)

حفیظ جالندھری مرحوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

کہ اے لوگو یہاں حج وعبادت کے لئے آؤ
خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لئے آؤ
یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آکے اونچی شان والوں کا
یہاں اہل طواف اہل قیام اہل قعود آئیں
یہاں اہل رکوع آئیں یہاں اہل سجود آئیں
کوئی پیدل چلے کوئی سوار ناقۂ لاغر
کریں حج وعبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر
یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے
ہمارا کام ہے تبلیغ دیکھیں کون آتا ہے

(شاہنامۂ اسلام)

مقام ابراہیم کس جگہ نصب ہے؟

مقام ابراہیم آج وہیں ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تھا جیسا کہ علامہ ازرقی نے ''اخبار مکہ'' میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ویسے اس سلسلہ میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں، اس لئے علماء کے اقوال مقام ابراہیم کی جگہ کے سلسلہ میں مختلف ہوگئے، تفصیل کا طالب ''فضل الحجر الاسود ومقام ابراہیم'' کی مراجعت کرے، یہاں پر ازرقی کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سن ۱۷ھ کو زبردست

بارش ہوئی جس سے تباہ کن سیلاب آ گیا اور کعبہ شریف میں بھی پانی داخل ہو گیا، یہ سیلاب ''امّ نہشل'' کے نام سے مشہور تھا، کیونکہ اس سیلاب میں امّ نہشل بنت عبیدہ بن سعید بن العاص ڈوب کر مر گئی تھی، سیلاب مقام ابراہیم کو بھی بہا کر لے گیا اور مکہ کے نشیبی علاقہ میں جا پھینکا، بڑی جد و جہد کے بعد اسے تلاش کیا گیا اور کعبہ شریف کے متصل نصب کر دیا اور حادثہ کی اطلاع امیر المؤمنین کو بھی کر دی گئی، انہیں اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپ رمضان شریف میں عمرہ کے لئے تشریف لائے اور لوگوں کو جمع کر کے اعلان فرمایا کہ اگر کسی کو مقام ابراہیم کی جگہ کا صحیح علم ہو تو آگاہ کریں! چنانچہ مطلب ابن ابی وداعہ نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے اس کی صحیح جگہ کا علم ہے، اس بات کا مجھے پہلے ہی خدشہ تھا، جس کے پیش نظر میں نے ایک مضبوط رسی سے اس کی مختلف مقامات سے پیمائش کر لی تھی، میں نے حجر اسود سے مقام ابراہیم کا فاصلہ حطیم کے دروازے سے اور چاہ زمزم سے اس کا فاصلہ ناپ لیا تھا، اور وہ رسی میرے گھر میں محفوظ ہے، خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ میرے پاس تشریف رکھیں اور آدمی بھیج کر رسی منگوا لی، جب وہ رسی آ گئی تو آپ نے ہر سمت سے ناپا تو یہی جگہ متعین ہوئی جہاں آج بھی مقام ابراہیم جلوہ فگن ہے، اس کے باوجود امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے بھی دریافت کیا: کیا یہی جگہ تھی؟ تو سب نے اس بات کی شہادت دی، تب مقام ابراہیم وہاں نصب فرما دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ۲۰۲ھ میں بھی زبردست سیلاب آیا جس سے مقام ابراہیم ظاہر ہو گیا تھا اور لوگوں نے اس کا دیدار کیا۔

(اخبار مکہ ص ۳۳ ج ۲، بحوالہٗ: فضل الحجر الاسود و مقام ابراہیم ص ۱۰۸۔ تاریخ مکۃ المکرّمۃ ص ۷۱ ج ۲)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاں مقام ابراہیم کو اپنے دست مبارک سے نصب

فرمایا تھا، اسی جگہ آج بھی موجود ہے، اور انشاء اللہ قیامت تک اسی جگہ رونق افروز رہے گا۔

۱۳۷۷ھ میں سعودی حکومت نے طواف کرنے والوں کی تکلیف کے پیش نظر مطاف سے باہر منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا، کیونکہ حج کے دوران اس مقام پر طواف کرنے والوں کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن علماء کرام نے حکومت کی اس تجویز کے خلاف بیانات دیئے جس کی وجہ سے حکومت نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ (تاریخ مکہ ص۲۷۳ ج۲)

مقام ابراہیم پر قبہ

دور نبوت کے بعد تمام خلفاء اور امراء نے مقام ابراہیم کی تعظیم اور اس کے احترام میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، چنانچہ بعض خلفاء نے رفام (سنگ مرمر) کا چبوترہ بنوا کر اس پر اس پتھر کو نصب کیا۔

خلیفہ منتصر باللہ نے اس چبوترے پر چاندی کی زمین بچھائی، ۹۰۰ھ میں مقام ابراہیم پر ایک چھوٹا سا گنبد تعمیر کروایا، جو مختلف حکومتوں کے دور میں اونچا ہوتا گیا، یہاں تک کہ اس کی شکل ایک مربع کمرے کی ہوگئی، جس کی چھت پر ایک منقش گنبد نصب تھا، جس کو باب شیبہ کا نام دیا جانے لگا۔

یہ کمرہ جو کعبۃ اللہ سے متصل تھا طواف کرنے والوں اور نمازیوں کی تعداد میں اضافے کے بعد اچھی بھلی رکاوٹ ثابت ہونے لگا، چنانچہ رابطۃ العالمی الاسلامی نے اس موضوع پر بحث و تحقیق کے بعد شاہ فیصل شہید کی خدمت میں یہ تجویز رکھی کہ اس کمرے کو ختم کر کے مقام ابراہیم پر اس سائز میں شیشے کا ایک مخروطی (گاؤدم، گاجر کی شکل کا) بکس فٹ کردیا جائے، جس سے مطاف کی جگہ بھی کھلی ہوجائے گی، نیز کمزور ایمان مسلمانوں کا اس کمرے سے متعلق یہ اعتقاد بھی ختم ہوجائے گا کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔

رابطہ کی اس سفارش کو شاہ فیصل نے قبول کرلیا، چنانچہ ۱۳۸۷ھ میں مقام ابراہیم کے اوپر انتہائی قیمتی کرسٹل (بلور، بلورنما) کا مخروطی بکس نصب کردیا گیا، مزید مضبوطی کے لئے اس کے اطراف سونا پلائی ہوئی جالیاں بھی نصب کردی گئیں، جن کا اجمالی وزن ۱۷۰۰ کلو گرام ہے اوراس کی اونچائی تقریباً ۳ رمٹر ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم ص۲۴، شمارہ مارچ واپریل ۱۹۹۸ء، حج نمبر)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مقام ابراہیم کے سائز کا ایک بے حد نفیس بلّور کا خول چڑھا کر اس پر کرسٹل کا قبہ نما خول جس میں جالی اور شیشہ لگا ہوا ہے چڑھا دیا گیا، شیشہ اس قدر صاف وشفاف ہے کہ قدم مبارک کے نشانات بالکل صاف دکھائی دیتے ہیں، پیتل کا یہ قبہ مغربی ممالک میں واقع بلجیم کا سے بنوایا گیا۔ (معارف السنن ص۱۹۰ ج۶۔ تاریخ المکہ ص۳۸۵ ج۲)

مقام ابراہیم آیات بینات میں سے ہے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ انّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وّ ھدًی للعلمین فیہ اٰیٰت بینت مقام ابراھیم ﴾۔ (پ:۴ رسورۂ ال عمران، آیت نمبر:۹۶)

ترجمہ:...... سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے (سب کے لئے) برکت والا اور سارے جہاں کے لئے راہنما ہے اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ (ترجمہ از تفسیر ماجدی)

خلاصۂ تفسیر:...... یقیناً وہ مکان جو سب (مکانات عبادات) سے پہلے لوگوں (کے عبادت گاہ بننے) کے واسطے (من جانب اللہ) مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ (شہر) مکہ میں ہے

(یعنی خانۂ کعبہ) جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے (یعنی اس میں دینی نفع یعنی ثواب ہے)اور (عبادت خاص یعنی نماز کا رخ بتلانے میں) جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے (مطلب یہ کہ حج وہاں ہوتا ہےاور مثلاً نماز کا ثواب بروئے تصریح حدیث وہاں بہت زیادہ ہوتا ہے، دینی برکت تو یہ ہوئی ،اور جو وہاں نہیں ہے ان کو اس مکان کے ذریعہ سے نماز کا رخ معلوم ہوتا ہے یہ رہنمائی ہوئی غرض) اس میں (کچھ تشریعی کچھ تکوینی) کھلی نشانیاں (اس کی افضلیت کی موجود) ہیں (چنانچہ تشریعی نشانیوں میں اس کا ''مبارک'' اور ''ہدیٰ'' بتفسیر مذکور ہونا تو بیان ہو چکا،اور کچھ مقام ابراہیم کے بعد مذکور ہیں،یعنی اس میں داخل ہونے والے کا مستحق امن ہو جانا، اور اس کا حج بشرائط فرض ہونا جو کہ مطلق مشروعیۃ مذکورہ سابق پر زائد مفہوم ہے۔ یہ چار نشانیاں تو تشریعی اس جگہ مذکور ہیں۔اب درمیان میں تکوینی کا ذکر فرماتے ہیں کہ: منجملہ ان (نشانیوں) کے ایک مقام ابراہیم (نشانی) ہے۔(خلاصۂ تفسیر،از:بیان القرآن)

تشریح:......﴿ فیہ آیات بینت ﴾ (اس میں صداقت وحقانیت کی بکثرت واضح علامات موجود ہیں) مثلاً پرندے اس کے اوپر نہیں اڑتے۔شکاری جانور حرم کے باہر اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے،لیکن اگر شکار بھاگ کر حرم میں داخل ہو جائے تو درندہ اندر نہیں آتا باہر ہی رک جاتا ہے۔

مقام ابراہیم:......ان نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی دیوار اونچی کی تھی،اور اس پر آپ کے پاؤں کے نشانات پڑ گئے تھے،لیکن (حاجیوں) کے ہاتھوں کی رگڑ سے رفتہ رفتہ مٹ گئے۔

پس پتھر کی چٹان پر قدموں کے نشانات پڑ جانا، اور چٹان کے اندر قدموں کا ٹخنوں تک سما جانا، اور پتھر میں اتنا گہرا گڑھا پڑ جانا اور آثار انبیاء (علیہم السلام) میں صرف اسی اثر کا اتنے زمانہ تک باقی رہنا، اور کثرت اعداء کے باوجود ہزاروں برس تک اس کا محفوظ رہنا، ان امور میں سے ہر چیز کعبہ کے قبلہ ہونے کی واضح نشانی ہے۔ (تفسیر مظہری ص ۱۰۱ ج ۲)

مقام ابراہیم میں چند نشانیاں

شیخ سائد بکداش زید مجدہ ''آیات بینات'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''مقام ابراہیم خود اپنی جگہ حق تعالی کی کئی ایک نشانیاں کو لئے ہوئے ہے، مثلاً:

(۱)......ایک بے جان پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان مستقل ایک نشانی ہے۔

(۲)......(بعض روایات کے مطابق) کعبین (ٹخنوں) تک نشان کا پڑ جانا۔

(۳)......ایک حصہ کا نرم ہو جانا، بقیہ حصہ کا سخت رہنا۔

(۴)......مقام ابراہیم کا بناء کے وقت بلند ہونا۔

(۵)......مرور زمان کے باوجود اس کا محفوظ رہنا۔

(٦)......دشمنوں کی عداوت کے باوجود اس کی حفاظت، جیسا کہ ۳۱۷ھ میں قرامطہ کے دور میں جب کہ انہوں نے حرم میں فساد پھیلایا تھا، ابو طاہر القرامطی اس فساد میں مقام ابراہیم کو اپنے ساتھ لیجانے کی کوشش کرتا رہا، مگر کامیاب نہ ہو سکا اور کعبۃ اللہ کے دربانوں نے اسے مکہ کی وادیوں میں ایک محفوظ مقام پر چھپا رکھا تھا۔

(۷)......اللہ تعالی نے مقام ابراہیم کو دور جاہلیت میں بھی عبادت سے محفوظ رکھا، باوجود صنم پرستی کے عادی ہونے کے اس مبارک پتھر کی عبادت نہ کرنا یہ بھی اس کی نشانی میں سے

ہے۔

شیخ محمد طاہر کردی نے خوب تحریر فرمایا:

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل عرب نے دور جاہلیت میں باوجود احجار پرستی اور بالخصوص حرم محترم و مکۃ المکرّمہ کے پتھر کی انتہائی عظمت کے کبھی یہ نہ سنا گیا کہ کسی نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کی عبادت کی ہو۔

ہم نے اس راز پر غور و فکر کیا تو سمجھ میں یوں آیا کہ یہ محض اللہ تعالی (کی حکمت و مصلحت) سے ان کی حفاظت تھی (کہ ان دونوں پتھروں کو اس نے پوجے جانے سے محفوظ رکھا) اگر دور جاہلیت میں ان پتھروں کو پوجا جاتا، پھر اسلام اس کے تقدس کو حجر اسود کے استلام اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز کا حکم دے کر باقی رکھتا تو منافقین اور دشمنان اسلام (مسلمانوں کو ضرور یہ طعنہ دیتے کہ) اسلام نے بعض پتھروں کے احترام کا حکم دے کر شرک کے شائبہ کو باقی رکھا، اس لئے اللہ تعالی نے ان دونوں بابرکت پتھروں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے آج تک معبود بننے سے محفوظ رکھا۔ یہ دقیق نقطہ ہے جس کی طرف ہر ایک نے توجہ نہیں دلائی۔

(۸)...... مقام ابراہیم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے، اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ (یہ بھی ایک نشانی ہے)

(۹)...... مقام ابراہیم کی نشانیوں میں سے یہ بھی (ایک نشانی ہے کہ) رات دن کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ جس کے پیچھے کوئی سجدہ ریز یا بحالت رکوع وغیرہ نماز میں کھڑا نہ ہو۔

(فضل الحجر الاسود و مقام ابراهيم ص۱۳۱/۱۳۲/۱۳۳)

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ

﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبرَاھِیمَ مُصَلّیً ﴾۔(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۲۵)

ترجمہ:......اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو۔

خلاصۂ تفسیر: ...... (امت محمدیہ کو یہ حکم دیا گیا کہ: برکت حاصل کرنے کے لئے) مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو۔ (ترجمہ وخلاصۂ تفسیر از: بیان القرآن)

تشریح:......''وَاتَّخِذُوا'' سے مخاطب تمام مسلمان ہیں ''وَاتَّخِذُوا'' صیغۂ امر ہے اور یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے امت اسلامیہ سے ہے: **والخطاب لامة صلی الله علیه وسلم**۔(بیضاوی) **المامور به الناس کما هو ظاهر** (روح)(تفسیر ماجدی ص۴۹)

آیت کا شانِ نزول

ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ: حضور اکرم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پاس لے گئے، اور فرمایا عمر! یہ مقام ابراہیم ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم اسے نماز کی جگہ کیوں نہ مقرر کرلیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمیں ابھی تک اس بات کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے ہی یہ آیت نازل ہوگئی۔ (تفسیر''روح المعانی''ص ج۱)

نوٹ:......ابن کثیر نے بھی یہ روایت ذرا فرق سے بیان فرمائی ہے۔ (ص۱۶۱ ج۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''فتح الباری'' میں یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ (ص۱۶۹ ج۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میری رائی اتفاقاً میرے رب سے تین باتوں میں موافق آگئی - یا یوں فرمایا کہ: میرے رب نے مجھ سے موافقت فرمائی -:

(۱)......ایک تو یہ کہ میں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! میں اگر مقام ابراہیم کو مصلی بناؤں تو بہتر ہو، اسی وقت اللہ تعالی نے آیت ''واتخذوا'' نازل فرمائی۔

(۲)......دوسری بات یہ کہ میں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! آپ کی خدمت میں نیک کاروبدکار سب ہی طرح کے آدمی آتے ہیں، آپ امہات المؤمنین (یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) کو اگر پردہ کا حکم فرمادیں تو اچھا ہو، اسی وقت اللہ تعالی نے پردہ کی آیت نازل فرمائی۔

(۳)......تیسرے یہ کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ: حضور ﷺ نے بیویوں پر عتاب فرمایا ہے، یہ سن کر میں گیا اور کہا کہ: یا تو تم اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالی اپنے رسول ﷺ کو تمہارے بدلے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا، اسی وقت اللہ تعالی نے آیت:

﴿ عَسٰی رَبُّہ اِن طَلَّقَکُنَّ اَن یُبدِلَہُ اَزوَاجاً خَیراً مِنکُنَّ ﴾

(سورۂ تحریم، آیت نمبر: ۵۔ ترجمہ از: تفسیر ماجدی)

(اگر پیغمبر تمہیں طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار تمہارے عوض انہیں تم سے بہتر بیویاں دےدے گا) نازل فرمائی۔

(بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی القبلۃ۔ مسلم، باب فضائل عمر۔ تفسیر مظہری اردو ص ۲۱۶ ج ۱)

مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ واجب الطّواب پڑھنا مستحب ہے

دوگانہ واجب الطّواف کا مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا مستحب مؤکد ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص ۱۷۶ ج ۴)

شامی میں ہے: ویستحب مؤکداً اداؤھا خلف المقام۔

(شامی، کتاب الحج قبیل: مطلب: فی السعی بین الصفا والمروۃ ص ۵۱۳ ج ۳ مکتبہ دار الباز)

صحیح احادیث میں بھی آپ ﷺ کا عمل مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے کا منقول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خانۂ کعبہ کا سات (چکروں) میں طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری، کتاب المناسک، باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے:

یہاں تک کہ ہم بیت اللہ میں آپ ﷺ کے ساتھ آئے، آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا (پھر آپ ﷺ نے طواف کے تین چکر میں) رمل کیا اور چار (چکر میں) چلے، پھر مقام ابراہیم کے پاس آئے اور یہ آیت پڑھی: ﴿واتّخذوا من مقام ابراهيم مصلى﴾ اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں ﴿قل يا ايها الكافرون﴾ اور ﴿قل هو الله احد﴾ پڑھی۔

(مسلم شریف، باب حجة النبی صلی الله عليه وسلم)

دوگانہ مقام ابراہیم سے کتنے فاصلہ پر پڑھی جائے

عن ابن عمر: انه اذا اراد ان يركع خلف المقام جعل بينه و بين المقام صفاً او صفين أو رجلا او رجلين، رواه عبد الرزاق۔

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک یا دو صف یا ایک یا دو آدمی کا فاصلہ رکھتے تھے۔ (شامی، کتاب الحج، قبیل: مطلب فی السعی بین الصفا والمروۃ ص۵۱۲ ج۳)

ہجوم کے وقت دوگانہ واجب الطّواف کہیں بھی پڑھ سکتا ہے

یہ دوگانہ طواف مقام ابراہیم کے پیچھے اگر سہولت سے جگہ مل جائے تو (مقام ابراہیم کو

بیت اللہ اور اپنے بیچ میں کر کے) پڑھ لے، ورنہ اس کے آس پاس جہاں جگہ مل جائے وہاں پڑھے، چونکہ وہاں اکثر ہجوم رہتا ہے اور بعض لوگ نادانی سے بے ادبی کی حرکت کرتے ہیں اس لئے اگر وہاں اطمینان نہ ہوتو اس کے قریب کہیں پڑھ لے، ورنہ حطیم میں یا مطاف میں یا حرم بیت اللہ میں کسی بھی جگہ پڑھ سکتا ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۴۳۳ ج۴)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ:......دوگانۂ طواف مقام ابراہیم کے پیچھے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مقام ابراہیم نمازی اور بیت اللہ کے درمیان آجائے، مقام ابراہیم سے جتنا قرب ہو سکے بہتر ہے، اور کچھ فاصلہ بھی ہوتو مضائقہ نہیں۔لوگوں کو تکلیف دے کر آگے پہنچنا جہالت ہے۔بھیڑ کے وقت بالکل قریب جانے میں اپنے کو تشویش اور دوسروں کو ایذاء ہوتی ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ فاصلہ سے پڑھ لے، مگر بلا ضرورت دور نہ جائے اور مقام ابراہیم اس کے اور بیت اللہ کے درمیان رہے۔

مسئلہ:......دوگانۂ طواف کے لئے جس کو مقام ابراہیم کے قریب جگہ مل جائے اس کو چاہئے کہ مختصر قرأت کے ساتھ پڑھے اور مختصر دعاء کر کے جگہ چھوڑ دے تاکہ دوسروں کو موقع مل جائے اور انہیں تکلیف نہ ہو، طویل دعا یا نوافل یہاں نہ پڑھے، بلکہ وہاں سے ہٹ کر پڑھے۔(احکام حج ص۵۲/۵۳)

مقام ابراہیم کے پیچھے مطلق اور نماز بھی مستحب ہے

علماء نے لکھا ہے کہ: مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی نماز کے علاوہ اور نماز پڑھنا بھی مستحب ہے۔امام ہراسی رحمہ اللہ [۱] اپنی تصنیف ''احکام القرآن'' میں ﴿ واتخذوا من

[۱]......امام ہراسی رحمہ اللہ: فقہاء شوافع میں سے تھے، م:۵۰۴ھ ۔

مقام ابراهيم مصلىً ﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت رکعت طواف اوران کے علاوہ اور نمازوں (کے مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنے پر) بھی دلالت کرتی ہے: يدل على ركعتي الطواف و غيرها من ا لصلوات۔

(احکام القرآن ص ۷۱ ج ۱۔ طبع بیروت ۱۴۰۳ھ)

مفتیٔ بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ اپنی بے نظیر تفسیر ''روح المعانی'' میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت میں حکم استحبابی ہے اور ''مصلیً'' سے مفہوم مطلق نماز کی جگہ ہے، والامر فيها لاستحباب اذا المتبادر من مصلىً موضع الصلوة مطلقاً۔

(روح المعانی ص ۳۸۰ ج ۱)

صحابۂ کرام اور تابعین سے بھی مقام ابراہیم کے پیچھے نوافل وغیرہ پڑھنا ثابت ہے، چنانچہ فاکھی نے عامر بن عبدہ کی روایت بیان کی ہے کہ:

ایک رات میں مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا تھا تو دیکھا کہ ایک بزرگ بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے عمدہ خوشبو سے معطر (وہاں نماز میں مشغول ہیں) اور ایک آدمی ان کو بوقت ضرورت لقمہ دیتا ہے، پس میں نے دیکھا تو وہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

(اخبار مکہ ص ۴۶۶ ج ۱)

حضرت طاؤس رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: مسجد حرام میں بوقت سحر بحالت سجدہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ یہ دعا'' اللهم فاطر السمٰوات والارض عالم الغيب والشهادة '' الخ، پڑھ رہے تھے۔ (اخبار مکہ ص ۴۶۲ ج ۱)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے کبھی بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہ کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، مگر یہ کہ مقام ابراہیم ان کے اور بیت اللہ کے درمیان نہ ہو۔(اخبار مکہ ص۴۶۴ ج۱)

حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرا، آپ مقام ابراہیم کے پیچھے (اتنے خشوع سے نماز پڑھ رہے تھے) گویا کہ لکڑی نصب ہو۔(اخبار مکہ ص۴۶۲ ج۱)

عباد بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نوافل بہت ہی عاجزی وخشوع سے پڑھتے ہوئے دیکھا۔
(اخبار مکہ ص۴۶۶ ج۱۔ ماخوذ از ''فضل الحجر الاسود و مقام ابراہیم'' ص۱۴۶/۱۴۵)

مقام ابراہیم کا مسح (چھونا) و بوسہ ثابت نہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے لوگوں کو مقام ابراہیم کا مسح کرتے دیکھا تو فرمایا: '' انکم لم تؤ مروا بمسحه ' انما امرتم بالصلوة عنده '' تم کو چھونے کا حکم نہیں دیا گیا (بلکہ صرف) اس کے قریب نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
(اخبار مکہ ص۴۵۷ ج۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۶۱ ج۴۔ مصنف عبدالرزاق ص۴۹ ج۵۔ رفیق حج ص ۷۸)

ابن جریج فرماتے ہیں: میں نے عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے کسی کو دیکھا کہ مقام ابراہیم کو بوسہ دیتا ہو اور اسے مس کرتا ہو؟ حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا کوئی عمل کرے تو اس کا یہ عمل معتبر ہوگا؟ (ہرگز) نہیں۔

(اخبار مکہ ص۴۵۸ ج۱۔ مصنف عبدالرزاق ص۴۹ ج۵)

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: آپ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی آدمی

مقام ابراہیم کو بوسہ دے یا اسے مس کرے۔(اخبار مکہ ص۴۵۸ ج۱۔رفیق حج ص۷۸)

علامہ ابن خلیل فرماتے ہیں کہ: مقام ابراہیم کو ہاتھوں سے چھونا اور بوسہ دینا مسنون نہیں، ہم کوصرف اس کے قریب نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ازرقی ص۲۹ ج۲۔تفسیر مظہری ص۵۳۷ ج۲)

نوٹ:......''رفیق حج'' کے علاوہ تمام حوالجات ''فضل الحجر الاسود و مقام ابراہیم'' ص۱۵۹ر سے ماخوذ ہیں۔

مقام ابراہیم جنت کا یاقوت ہے

عن عبد الله بن عمرو قَالَ : سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ : اِنَّ الرُّكنَ وَالمَقَامَ يَا قُوتَتَانِ مِن يَاقُوتِ الجَنَّةِ ، طَمَسَ اللّٰهُ نُورَهُمَا ، وَ لَو لَم يُطمَس نُورُهُمَا لَاَضَائَتَا مَا بَينَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ۔

(ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فى فضل الحجر الاسود ۔مشکوۃ، باب دخول مكة)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے سنا آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ: حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالی نے ان کا نور زائل کر دیا ہے (تاکہ ایمان بالغیب رہے) اگر اللہ تعالی ایسا نہ کرتے (یعنی ان کا نور باقی رہتا) تو مشرق و مغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کر دیتا۔

تشریح:......عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۴۳۴ ج۲ر تحت رقم الحدیث:۲۰۰۳)

بعض روایات میں بجائے ''یاقوت'' کے ''یواقیت'' کا لفظ آیا ہے، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

الرکن والمقام یاقوتتان من یواقیت الجنة۔

(فیض القدیر ص ۷۷ ج ۴، رقم الحدیث: ۴۵۴۲۲)

ایک روایت اس طرح بھی آئی ہے: ان الرکن والمقام من الجنة ۔

(فضل الحجر الاسود ص ۳۷)

حدیث پاک میں رکن سے مراد حجر اسود ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"الرکن ای الحجر الاسود" ۔

(مرقاۃ ص ۳۲۰ ج ۵، باب دخول مکة۔ معارف السنن ص ۱۸۸ ج ٦)

یاقوت کا شمار اعلیٰ ترین احجار میں ہوتا ہے۔ پھر دنیا کا فانی یاقوت نہیں جنتی یاقوت فرمایا، جس سے مقام ابراہیم کی فضیلتِ ظاہری بھی ظاہر ہورہی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں مصلحت وحکمت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حجر اسود اور مقام ابراہیم واقعی جنت کے پتھر ہیں یا مجاز ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں دراصل جنت کے پتھر ہیں، جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ان پر دنیوی زندگی کے احکام مرتب ہوں، کیونکہ جگہ کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی آتی ہے، ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں جا بستا ہے تو رنگ، مزاج اور قد وغیرہ میں تبدیلی آجاتی ہے، چنانچہ زمین میں اتارنے کے بعد ان کی روشنی مٹادی گئی، اور وہ زمین کے پتھروں جیسے نظر آنے لگے۔ اس صورت میں ان کی فضیلت کی وجہ ان کا جنتی پتھر ہونا ہے۔

(رحمة الله الواسعة شرح حجة الله البالغة ص ۲۴۲ ج ۴)

مقام ابراہیم آسمان سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارا گیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مقام ابراہیم اور حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے رات کے وقت اتارے گئے، صبح کے وقت جب آپ نے دونوں کو دیکھا تو پہچان لیا اور ان سے لپٹ گئے اور پیار کرنے لگے۔

مقام ابراہیم مغرب ومشرق کوروشن کرتا

اِنَّ الرُّکنَ وَالمَقَامَ مِن یَاقُوتِ الجَنَّۃِ ' وَلَولَا مَا مَسَّھُمَا مِن خَطَایَا بَنِی آدَمَ لَاَضَاءَ مَا بَینَ المَشرِقَ وَالمَغرِبَ ' وَمَا مَسّھُمَا مِن ذِی عَاھَۃٍ وَلَا سَقمٍ اِلَّا شَفٰی۔

ترجمہ:...... حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں، اگر بنی آدم کے خطایا ان کو نہ چھوتے تو مشرق ومغرب کے درمیان کوروشن کردیتے، اور جو بھی آفت زدہ یا بیمار ان کو چھوتا تو تندرست ہوجاتا۔ (کنز العمال ص۲۱۶ ج ۱۲، رقم الحدیث: ۳۴۷۴۳)

مقام ابراہیم اجابت دعا کی خاص جگہ ہے

مکہ مکرمہ کے وہ متبرک مقامات جہاں دعا قبول ہوتی ہے ان کی تعداد پندرہ سے انتیس تک ہیں، ان میں مقام ابراہیم بھی ہے۔ حج کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔

(فضائل حج ص۱۰۲۔ رفیق حج ص۵۷۔ معلم الحجاج ص۳۰۵۔ عمدۃ الفقہ ص۶۶۶ ج ۴۔ شامی، مطلب : فی اجابۃ الدعاء۔ فتاوی قاضی خان ص۱۴۱ ج۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اہل مکہ کے نام ایک گرامی نامہ میں پندرہ مواقعِ اجابت میں مقام ابراہیم کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ (حصن حصین مع ترجمہ فضل مبین ص۶۶۔ فضائل حج ص۱۰۲)

مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات

(۱)......مطاف۔

(۲)......ملتزم۔

(۳)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۴)......بیت اللہ کے اندر۔

(۵)......چاہِ زمزم کے پاس۔

(۶)......مقام ابراہیم کے پاس۔

(۷)......صفا پر۔

(۸)......مروہ پر۔

(۹)......سعی کرنے کی جگہ یعنی صفا مروہ کے درمیان؛ خاص کر میلین اخضرین کے درمیان۔

(۱۰)......عرفات میں۔

(۱۱)......مزدلفہ میں۔

(۱۲)......منیٰ میں، خصوصاً مسجد خیف کے اندر۔

(۱۳)......جمرۃ العقبیٰ کے پاس۔

(۱۴)......جمرۃ الوسطیٰ کے پاس۔

(۱۵)......جمرۃ الاخریٰ کے پاس۔

(۱۶)......بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔

(۱۷)......رکن یمانی کے پاس۔

(۱۸)......رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان۔

(۱۹)......حطیم کے اندر۔

(۲۰)......حجر اسود کے پاس۔

(۲۱)......مستجار کے پاس جو کہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔(دروازہ کی پشت پر تھا)

(۲۲)...... نبی ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے پاس۔

(۲۳)......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس۔

(۲۴)......دارارقم میں۔

(۲۵)......غار ثور میں۔

(۲۶)......غار حرا میں۔

(۲۷)......باب کعبہ کے سامنے۔

(۲۸)......سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس۔ یہ بیری عرفات میں تھی، لیکن اب اس کی جگہ غیر معروف ہے۔

(۲۹)......منیٰ میں ہر مہینہ کی چودہویں رات کے نصف میں۔

(ماخوذ از: عمدۃ الفقہ ص۲۶۶ ج۴۔ رفیق حج ص۷۵)

مقام ابراہیم کے پیچھے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

روایت میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے یہ دعا فرمائی:

اللهم اِنَّکَ تَعلَمُ سِرِّی وَعَلَانِیَّتِی ' فَاقبَل مَعذِرَتِی ' وَ تَعلَمُ حَاجَتِی فَاَعطِنِی سُؤلِی ' وَتَعلَمُ مَافِی نَفسِی فَاغفِرلِی ذُنُوبِی، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ اِیمَانَاً یُّبَاشِرُ قَلبِی ' وَیَقِیناً صَادِقاً حَتّٰی اَعلَمَ اَنَّهُ لا یُصِیبُنِی اِلَّا مَا کَتَبتَ لِی وَرِضاً بِمَا قَسَمتَ لِی یَا اَرحَمَ

الرَّاحِمِينَ۔

اے اللہ! آپ میرے چھپے اور کھلے کے جاننے والے ہیں تو میری معذرت قبول فرمالیجئے، اور آپ میری ضرورت کو جانتے ہیں تو مجھ کو میری حاجت کی چیز عطا فرمادیجئے، اور آپ جانتے ہیں جو کچھ مجھ میں ہے تو میرے گناہ بخش دیجئے، اے اللہ! میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے، اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ وہ بات جو آپ نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آ سکتی ہے، اور رضا مندی مانگتا ہوں (اس زندگانی پر) جو آپ نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا، اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت (نمازِ طواف) پڑھیں، اس کے بعد اوپر والی دعا مانگی۔

ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

يَا آدَمُ! اِنَّکَ دَعَوتَنِی دُعَاءً اِستَجبتُ لَکَ وَغَفرتُ ذُنوُبَکَ وَفَرَّجتُ هُمُومَکَ وَغُمُومَکَ، وَلَن يَّدعُو بِه اَحَدٌ مِن ذُرِّيَّتِکَ مِن بَعدِکَ اِلَّا فَعَلتُ ذٰلِکَ بِه، وَنَزَعتُ فَقرَه مِن بَينِ عَينَيهِ، وَاتَّجَرتُ لَه مِن وَرَاءِ کُلِّ تَاجِرٍ وَاَتَتهُ الدُّنيَا وَهِيَ کَارِهَةٌ وَاِن لَم يُرِدُهَا۔

اے آدم! (علیہ السلام) آپ نے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے قبول کرلیا، اور تیرے گناہوں کو بخش دیا، اور تیری پریشانیوں اور تیرے غموں کو دور کردیا، اور تیری اولاد میں سے کوئی شخص بھی تیرے بعد یہ دعا کرے گا، مگر یہ کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں گا، اور

اس کے فقر اور محتاجگی کو سلب کرلوں گا، اور ہر تاجر کے مقابلہ میں اس کے لئے تجارت کرنے والا ہوں گا، اور دنیا اس کے پاس مجبوراً آئے گی خواہ وہ اس کا ارداہ نہ کرے۔ [۱]

سحبان الہند مولانا سعید احمد صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنی تصنیف ''خدا کی باتیں'' میں یہ روایت نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

یعنی تمہاری یہ دعا میں نے قبول کرلی اور اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اولاد میں سے جو یہ دعا کرے گا اس کی بھی قبول کروں گا۔

(دین کی باتیں ص ۲۸۵، بعنوان انبیاء سابقین سے خطاب، حدیث نمبر: ۳۷)

اس روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا مقام ابراہیم کے پیچھے مانگنے کا ذکر ہے، مگر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا رکن یمانی کے پاس مانگنا بھی دوسری روایت سے ثابت ہے:

'' وورد انّ آدم علیه السلام دعا به خلف المقام ' وفی روایة : عند الملتزم ، وفی روایة : عند الرکن الیمانی ، ولا منافاة بین الروایات ' لاحتمال انه دعا به فی کل المقامات۔ (مناسک ملا علی قاری ص۹۴)

مقام ابراہیم کے پیچھے حضور ﷺ کی دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے مقام ابراہیم کے

---

[۱]...... ذکره الامام علی القاری فی المناسک : ص ۹۴/ وقال '' رواه الازرقی، والطبرانی فی الاوسط ، والبیهقی فی الدعوات ، وابن عساکر ، وورد فی الدر المنثور للسیوطی ۱/ ۵۹، وکنز العمال ۵/ ۵۷، وممن ذکره ایضا علی انه دعاء ماثور الامام ابن الهمام فی فتح القدیر ۲/ ۳۶۰ ، وابن حجر الهیثمی فی حاشیته علی مناسک النووی ص ۲۶۰ ، وغیرهما۔

(ماخوذ از ''فضل الحجر الاسود و مقام ابراهیم'' ص۱۳۸)

پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ هٰذا بَلَدُکَ وَالمَسجِدُ الحَرَامُ وَ بَیتُکَ الحَرَامُ ، وَاَنَا عَبدُکَ وَابنُ عَبدِکَ وَابنُ اَمَتِکَ ، وَقَد جِئتُکَ طَالِباً رَحمَتَکَ مُبتَغِیاً مَرضَاتِکَ وَاَنتَ مَنَنتَ عَلَیَّ بِذٰلِکَ فَاغفِرلِی وَارحَمنِی اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیئٍ قَدِیر۔

اے اللہ! یہ آپ کا شہر ہے اور مسجد حرام اور بیت اللہ الحرام ہے، اور میں آپ کا بندہ ہوں، اور آپ کے بندے کا بیٹا ہوں، اور آپ کی بندی کی اولاد ہوں، اور میں آپ کی رحمت کا طالب اور آپ کی رضا مندی کی تلاش میں آیا ہوں، اور آپ ہی نے مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے، پس میری مغفرت فرمادیں اور مجھ پر رحم فرمادیں، بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لائے تو آپ نے طواف کے سات چکر کے بعد دو رکعت پڑھی (ظاہر ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس ہی پڑھی ہوگی، کیونکہ روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول ایسا ہی نقل کیا گیا ہے:

”عن نافع قال : ما رأیت ابن عمر مصلیاً فی المسجد الحرام قط الا والمقام بینه و بین البیت “اور یہ تو دوگانۂ طواف کی بات ہے۔ فتدبر (فاکھی ۱/۴۶۴) اور اس میں لمبا قاعدہ فرمایا اور اتنا لمبا کہ ان کے قیام سے زیادہ تھا، اپنے رب کی حمد اور اپنے حاجات کی طلب کی وجہ سے آپ بار بار یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اعصِمنِیْ بِدِینِکَ وَ طَاعَتِکَ وَطَوَاعِیَةِ رَسُولِکَ صلی الله علیه وسلم ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبنِی حُدُودَک ، اَللّٰهُمَّ اجعَلنِی مِمَّن یُّحِبُّکَ وَ یُحِبُّ مَلَائِکَتَکَ وَیُحِبُّ

رُسُلکَ وَيُحِبُّ عِبَادَکَ الصَّالِحِينَ ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرلِی اليُسریٰ وَجَنِّبنِی العُسریٰ وَاغفِرلِی فِی الآخِرَةِ وَالاُولٰی ، اَللّٰهُمَّ اجعَلنِی أوفٰی بِعَهدِکَ الَّذِی عَاهَدتَّ عَلَيهِ ' وَاجعَلنِی مِن اَئِمَّةِ المُتَّقِينَ ' وَمِن وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ وَاغفِرلِی خَطِيئَتِی يَومَ الدِّينِ ۔

(ہدایۃ السالک ص۸۶۳ج۲)

’’ مَا دَعَا اَحَدٌ بِشَئيٍ فِی ھٰذَا المُلتَزَم اِلَّا استُجِیبَ ‘‘

ملتزم

اس رسالہ میں ملتزم کے معنی، وجہ تسمیہ، آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ملتزم سے چمٹنا اور اس کا طریقہ، ملتزم کے پاس آنے کا وقت، ملتزم کے پاس نماز پڑھنا، ملتزم کے پاس دعا کا قبول ہونا، اس کے پاس گناہوں کا معاف ہونا اور حضرت آدم علیہ السلام کا ملتزم کے پاس عجیب دعا مانگنا وغیرہ کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الحمد لله رب العالمين ، الذى جعل الملتزم فى البيت للزائرين ، وتقبل عنده دعاء الداعين ، والصلوة والسلام على رحمة للعالمين ، وعلى اٰله و اصحابه واولاده وازواجه المطهرين ، اما بعد۔

بیت اللہ کے وہ متبرک مقامات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں ان میں ملتزم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ،صحابۂ کرام ،تابعین اور علماء امت کا اس جگہ پر دعا مانگنا اور اس میں الحاح وزاری کی کیفیت کا ہونا جس کی تفصیل کتب میں موجود ہے ثابت ہے۔

نبی پاک ﷺ نے ملتزم کی دعا کے متعلق فرمایا: ملتزم ایسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، بلکہ ایک روایت میں تو قسم کھا کر فرمایا کہ: جب کبھی میں نے ملتزم پر دعا کی وہ ضرور قبول ہوئی۔ایک روایت میں ہے کہ: ملتزم کے پاس گناہوں کی معافی چاہنے والا نو مولود بچہ کی طرح بخش دیا جاتا ہے۔

خود نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ملتزم سے چمٹنا جیسے کہ بچہ ماں کے سینے سے چمٹتا ہے احادیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کی دعا: ’’اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعلَمُ سِرِّی وَ عَلَانِیَّتِی ‘‘تو ملتزم کے پاس ایسی قبول ہوئی کہ حق تعالی نے فرمایا:

’’اے آدم آپ نے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے قبول کرلیا، اور تیرے گناہوں کو بخش دیا، اور تیری پریشانیوں اور تیرے غموں کو دور کر دیا، اور تیری اولاد میں جو شخص بھی

تیرے بعد یہ دعا کرے گا، مگر میں اس کی دعا قبول کروں گا، اور اس کے فقر اور محتاجگی کو ختم کر دوں گا، اور ہر تاجر کے مقابلہ میں اس کے لئے تجارت کرنے والا ہوں گا، اور دنیا اس کے پاس مجبوراً آئے گی خواہ وہ اس کا ارادہ نہ کرے۔

اس مختصر اجمال کی قدرے تفصیل اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے۔ حق تعالی اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے، ذخیرۂ نجات بنائے، غلطیوں کو معاف فرمائے۔

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہوں

خطا وسہو کا پتلا ہوں استغفار کرتا ہوں

مرغوب احمد لاجپوری

۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۹۸ء

ملتزم کے معنی اور وجہ تسمیہ

ملتزم لَزِمَ سے ہے جس کے معنی ہے لازم رہنا، چمٹے رہنا۔ملتزِم کے معنی ہوئے چمٹے رہنے والا،اور ملتزَم یعنی چمٹنے کی جگہ۔ملتزم کو اس لئے ملتزم کہتے ہیں کہ لوگ اس سے لپٹ لپٹ کر چمٹ چمٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

سمی ذلک لالتزامه بالدعاء والتعوذ۔(معجم البلدان ص۱۴۶ج۹)

دعا اور تعوذ کے التزام کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یقال له الملتزم لان الحاج اذا اراد الرجوع یستحب له ان یلتزم الملتزم عند الوداع۔(بذل المجهود ص۱۶۳ج۹/ مکتبه امدادیه ، مکة المکرمة)

یعنی ملتزم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ: حاجی جب واپسی کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ رخصت ہوتے وقت ملتزم سے چمٹے (اور دعا کرے)۔

ملتزم کہاں ہے؟

باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ملتزم ہے: **هو حصة جدار البیت مابین الباب و رکن الحجر۔**(بذل ص۱۶۳ج۹)

خود حدیث میں بھی فرمایا: **ما بین الرکن والمقام ملتزم۔**

(کنز العمال ص۲۲۱ج۱۲، رقم الحدیث :۳۴۷۵۹)

ملتزم کتنا حصہ ہے؟

باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان چھ فٹ کا حصہ ملتزم کہا جاتا ہے۔

(تاریخ مکہ المکرّمۃ ص۱۴۰ ج۲)

حضرت مولانا زوار حسین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ملتزم حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان اڑھائی گز شرعی کے قریب بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص۴۳۳ ج۴)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

خانۂ کعبہ کی دیوار کا قریباً دو گز کا جو حصہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے۔ (معارف الحدیث ص۲۶۹ ج۴)

طواف کے بعد ملتزم سے چمٹنا

عَن عَمرَو بنِ شُعَیبٍ عَن اَبِیه ' قَالَ : قُلتُ : اَطُوفُ مَعَ اَبِی عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَمر و بنِ العَاص وَرَأیتُ قَوماً اِلتَزَمُوا البَیتَ ' فَقُلتُ لَه : اِنطَلِق بِنَا نَلتَزِمُ البَیتَ مَعَ هٰؤُ لآءِ ' فَقَالَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِن طَوَافِه اِلتَزَمَ البَیتَ بَینَ البَابِ وَالحَجَرِ وَقَالَ : هٰذَا وَاللّٰهِ المَکَانَ الَّذِی رَأیتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِلتَزَمَه۔

ترجمہ:......عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: انہوں نے بیان کیا کہ: میں اپنے دادا عبد الرحمٰن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کر رہا تھا، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ سے چمٹ رہے ہیں تو میں نے اپنے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا کہ ہم کو یہاں لے چلئے ان لوگوں کے ساتھ ہم بھی ان کی طرح بیت اللہ سے چمٹ جائیں، انہوں نے فرمایا: میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں

شیطان مردود سے، (شعیب کہتے ہیں:) پھر جب میرے دادا طواف سے فارغ ہو گئے تو دیوار کعبہ کے خاص اس حصہ پر آئے جو باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ہے (جس کو ملتزم کہتے ہیں) اور مجھ سے فرمایا: خدا کی قسم یہی وہ جگہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ چمٹے تھے۔ (بیہقی)

تشریح:......حضرت کا یہ فرمانا" اعوذ بالله من الشيطان الرجيم " اس کا مطلب غالبًا یہ تھا کہ اگر میں طواف کے درمیان ان لوگوں کی طرح ملتزم کی خاص جگہ کا خیال کئے بغیر بیت اللہ کی کسی دیوار سے چمٹ جاؤں تو یہ خلاف سنت اور غلط کام ہوگا، اور اس سے خدا راضی نہیں ہوں گے، بلکہ شیطان راضی ہوگا، اور اس مردود سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملتزم سے چمٹنے والا یہ عمل طواف کے بعد ہونا چاہئے اور اس کی خاص جگہ ملتزم ہی ہے۔ اللہ کے دیوانوں کو اس میں جو کیفیت نصیب ہوتی ہے وہ بس انہی کا حصہ ہے، اور حج کی خاص الخاص کیفیات میں سے ہے۔

(معارف الحدیث ص۲۶۹ ج۴/حدیث نمبر:۱۹۸)

آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ملتزم سے چمٹنا

عن عَبدِ الرَّحمٰن بن صَفوَان قَالَ : لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ قُلتُ : لَاَلبَسَنَّ ثِيَابِي وَكَانَت دَارِى عَلٰى الطَّرِيقِ فَلَاَ نظُرَنَّ كَيفَ يَصنَعُ رَسُول اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ؟ فَانطَلَقتُ ' فَرَأيتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَد خَرَجَ مِنَ الكَعبَةِ هُوَ وَاَصحَابه قَدِ استَلَمُوا البَيتَ مِنَ البَابِ اِلٰى الحَطِيمِ وَقَد وَضَعُوا خُدُودَهُم عَلَى البَيتِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَسَطَهُم۔

(ابوداؤد، کتاب الحج ، باب الملتزم)

ترجمہ:...... حضرت عبدالرحمٰن بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ: میں آج ضرور (نئے) کپڑے پہنوں گا، اور (چونکہ) میرا مکان راستہ پر ہے تو ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے ہیں؟ پس میں گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خانۂ کعبہ سے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تھے، پس سب لوگ خانۂ کعبہ کے دروازے سے لے کر حطیم تک چمٹ گئے، اور اپنے رخسار کعبہ سے لگا دیئے، اور رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان میں تھے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتزم کا حصہ باب کعبہ سے حطیم تک کا ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول حطیم تک چمٹنے کا بیان ہو رہا ہے، مگر دوسری روایات سے مثلاً:

" وَاَقَامَ بَینَ الرُّکنِ وَالبَابِ "

اسی طرح ایک روایت میں ہے:

" رَأیتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُلتَزِماً البَابَ مَا بَینَ الحَجَرِ وَالبَابِ وَرَأیتُ النَّاسَ مُلتَزِمِینَ البَیتَ مَعَ رَسُول اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "

ایک اور روایت میں ہے:

" رَأیتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَینَ الحَجَرِ وَالبَابِ وَاضِعاً وَجھَہ عَلَی البَیتِ "

سے سمجھ میں آتا ہے کہ ملتزم حجر اسود اور باب کعبہ کا درمیانی حصہ ہے۔ ان دونوں طرح کی روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیانی حصہ میں ہی (جو کہ ملتزم ہے) سے چمٹ کر تشریف فرما ہوں اور صحابۂ کرام چونکہ بڑی

تعداد میں تھے، ان کے لحاظ سے جگہ تنگ تھی، اس لئے حسب موقع حطیم تک جہاں جگہ ملی مشغولِ دعا تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طویل حدیث کو راوی نے بالمعنی بیان کیا ہو۔ (بذل المجہود ص ۱۶۵ ج ۹)

ملتزم سے چمٹنے کا طریقہ

عَن عَمرو بن شُعَیب عَن اَبِیه ' قَالَ : طُفتُ مَعَ عَبدِ اللّٰهِ ' فَلَمّا جِئنَا دُبُرَ الکَعبَةِ قُلتُ : اَلَا تَتَعَوَّذُ ؟ قَالَ اَعُوذُ بِا للّٰهِ مِنَ النَّارِ ، ثُمَّ مَضٰی حَتّٰی استَلَمَ الحَجَرَ وَاَقَامَ بَینَ الرُّکنِ وَالبَابِ فَوَضَعَ صَدرَهُ وَوَجهَه وَذِرَاعَیهِ وَکَفَّیهِ هٰکَذَا – وَبَسَطَهُمَا بَسطاً –ثُمّ قَالَ : هٰکَذَا رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَفعَلهُ ۔ (ابوداؤد، باب المتزم)

حضرت شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: انہوں نے فرمایا کہ: میں نے حضرت عبداللہ (بن عمرو بن العاص ۔ بذل المجہود ص ۱۶۶ ج ۹) کے ساتھ طواف کیا، جب ہم کعبہ کے پیچھے آئے تو میں نے (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ: آپ اللہ سے پناہ طلب نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا: ہم جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر (وہ حجر اسود کے استلام کے لئے) گئے اور حجر اسود کا استلام کیا اور حجر اسود اور (بیت اللہ کے) دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر اپنا سینہ، چہرہ، دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں اس طرح رکھیں اور ان کو پھیلایا، پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

''عمدۃ الفقہ'' میں ہے:

''نمازِ طواف اور اس کے بعد کی دعا سے فارغ ہو کر ملتزم پر آئے، یہ حجر اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان اڑھائی گز شرعی کے قریب بیت اللہ شریف کی دیوار کا حصہ ہے، یہ دعا کی مقبولیت کا خاص مقام ہے، یہ وہ مقام ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اس طرح لپٹ

جاتے تھے جس طرح بچہ ماں کے سینہ سے لپٹ جاتا ہے۔

پس جب ملتزم پر آئے تو اگر موقع ملے اس سے لپٹ جائے، اور انشاء اللہ موقع مل ہی جائے گا، اپنا سینہ اور پیٹ اس سے لگا دے، اور کبھی دایاں رخسار اور کبھی بایاں رخسار اس پر رکھے، اور کبھی پورا چہرہ اس سے لگا دے، اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ان کو بازوؤں سمیت بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ لگا کر نہایت خشوع خضوع سے خوب رو رو کر دعائیں مانگے، جو دل میں آئے، اور جس زبان میں چاہے دعا مانگے، کوئی کمی نہ کرے، اور یہ سمجھ کر مانگے کہ رب کریم کے آستانہ پر پہنچ گیا ہوں، اور اس کی چوکھٹ سے لگا کھڑا ہوں، وہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے، اور آہ وزاری کو سن رہا ہے۔

یہاں تکبیر وتہلیل اور اللہ تعالی کی حمد وثنا اور اذکار پڑھے، اور اول وآخر درود شریف بھی پڑھے، اس موقع پر جہنم سے نجات اور بغیر حساب جنت میں داخلہ کی دعا ضرور کرے، اور اس مقصد کے لئے یہ مختصر الفاظ یاد کرلے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذاَ البَیتِ العَتِیقِ اَعتِق رِقَا بَنا مِنَ النَّارِ وَاَدخِلنَا الجَنَّةَ بِغَیرِ حِسَاب۔

اس موقع کے لئے ایک ماثورہ دعا یہ بھی ہے:

یـا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ ! لَا تَزَل عَنِّی نِعمَةً اَنعمتَ عَلَیَّ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی عَبدُکَ وَابنُ عَبدِکَ وَاقِفٌ تَحتَ بَابِکَ مُلتَزِمٌ بِاَعتَابِکَ مُتَذَلِّلٌ بَینَ یَدَیکَ ' اَرجُو رَحمَتَکَ وَاَخشٰی عَذَابَکَ مِنَ النَّارِ یَا قَدِیمَ الاِحسَانِ ، اَللّٰھُمَّ حَرِّم شَعرِی وَ جَسَدِی عَلَی النَّارِ ، اَللّٰھُمَّ کَمَا صُنتَ وَجھِی عَن سُجُودِ غَیرِکَ فَصُن وَجھِی عَن مَسئَلَةِ غَیرِکَ ، اَللّٰھُمَّ یَارَبَّ البَیتِ العَتِیقِ ! اَعتِق رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا یَا کَرِیمُ یَا غَفَّارُ یَا عَزِیزُ یَا جَبَّارُ یَا ذَا الجُودِ وَالفَضلِ وَالمَنِّ وَ العَطَاءِ وَالاِحسَانِ۔

اور یہ بھی کہے:

رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ وَتُب عَلَینَا اِنَّکَ اَنتَ التَّوَّا بُ الرَّحِیم۔

ایک اور دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَحسِن عَاقِبَتَنَا فِی الاُمُورِ کُلِّھَا ' وَاَجِرنَا مِن خِزیِ الدُّنیَا وَعَذَابِ الآخِرَۃِ ' اَللّٰھُمّ اِنِّی اَسئَلُکَ اَن تَرفَعَ ذِکرِی وَتَصنَعَ وِزرِی وَتُصلِحَ اَمرِی وَتُطَھِّرَ قَلبِی وَ تُنَوِّرَ لِی فِی قَبرِی وَتَغفِرَلِی ذَنبِی ' وَاَسئَلُک الدَّرَجَاتِ العُلیٰ مِن الجَنۃِ آمینَ۔

یہ بات پھر سن لیجئے اور یاد رکھئے کہ یہ دعا یا کوئی اور خاص دعا مقرر نہیں، اصل بات وہی ہے کہ دل سے مانگے چاہے کسی زبان میں مانگئے، اپنے والدین اور دوسرے اعزہ اور دوستوں ومحسنوں کے لئے مانگئے، اور رسول اللہ ﷺ کی پوری امت کے لئے مانگئے، اور دنیا وآخرت کی ہر ضرورت اور ہر نعمت مانگئے۔

ملتزم پر کب آنا چاہئے

جاننا چاہئے کہ طواف کی دو رکعت نماز ودعائے ملتزم اور آب زمزم پینے میں ترتیب تین طرح پر منقول ہے:

اول:...... یہ کہ طواف ختم کرنے کے بعد پہلے طواف کی دو رکعت نماز پڑھے، پھر ملتزم پر آئے، پھر زمزم شریف پر آکر آب زمزم پیئے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہی افضل ہے، اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر طواف کی دو رکعت نماز کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو''درمختار'' میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

دوسری:......صورت یہ ہے کہ پہلے ملتزم پر آئے، پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے، پھر چاہِ زمزم پر آئے، اس کو''المنسلک الکبیر'' میں اختیار کیا ہے اور''شرح اللباب'' میں کہا ہے کہ

یہ اسہل اور افضل ہے اور اسی پر عمل ہے۔

تیسری:......صورت یہ ہے کہ پہلے طواف کی دورکعت نماز پڑھے، پھر چاہ زمزم پر آکر زمزم پیئے، پھر ملتزم پر آئے، اس کو ''سراجی'' نے نقل کیا ہے اور ''فتح القدیر'' میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ''کرمانی'' اور ''زیلعی'' نے تصریح کی ہے کہ یہ اصح ہے اور ''بدائع'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ''شرح اللباب'' میں اس کو طواف صدر کے بیان میں ذکر کیا ہے اور ''فتح القدیر'' و ''عنایہ'' و ''کفایہ'' میں بھی طواف صدر میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہ اسی موقع کے لئے مختار ہے۔

اور یہ اس لئے ہے کہ تمام افعال کے بعد بیت اللہ شریف سے لپٹ کر روانگی ہو اور رخصت کے وقت اس کا آخری عمل خانۂ کعبہ سے ملاقات ہو۔

''ہدایہ'' و ''قدوری'' و ''کافی'' و ''مجمع'' و ''بدائع'' وغیرہ بہت سی کتابوں میں طواف قدوم کے دوگانہ طواف کے بعد حجر اسود کا استلام کر کے سعی کے لئے صفا کی طرف نکلنا مذکور ہے اور اس طواف کے بعد زمزم شریف و ملتزم پر آنے کا ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ طوافِ وداع کے بعد ان کا ذکر کیا ہے، شاید یہ اس لئے ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد سعی میں جلدی کی جائے، کیونکہ یہ دونوں غیر مؤکد ہیں جیسا کہ شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طواف کے بعد سعی نہیں ہے اس کے بعد ملتزم اور چاہِ زمزم پر آنا سنت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (عمدۃ الفقہ ص ۴۳۵ ج ۴)

ملتزم کے پاس نماز پڑھنا

عَن مُحَمَّد بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ السَّائبِ عَن اَبِيه :اَنَّه كَانَ يَقُودُ ابن عَبَاس فَيُقِيمُهُ عِندَ الشِّقَّةِ الثَّالِثَةِ مِمَّا يَلِى الرُّكنَ الَّذِى يَلِى البَابَ ' فَيَقُولُ لَه ابن عَبَاس : اُنبِئتَ اَنَّ رَسُولَ

اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُصَلِّی ھٰھُنَا فَیَقُولُ نَعَم فَیَقُوم فَیُصَلِّی۔

(ابوداؤد، کتاب الحج ، باب الملتزم)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کھینچا کرتے تھے (جب کہ آپ اپنی آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے) اوران کو خانۂ کعبہ کے دروازہ کے قریب حجراسود کے پاس تیسرے کونے میں کھڑا کردیتے تھے [۱] پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا: کیا تم کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے؟ میں نے کہا: ہاں! پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہاں کھڑے ہوکر (یعنی ملتزم کے پاس) نماز پڑھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سنتِ نبوی ﷺ کا اتباع ملاحظہ فرمائیں! اللھم ارزقنا اتباعہ۔

ملتزم قبولیت دعا کی جگہ ہے

عَن ابنِ عباس یَقُولُ : سَمِعتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ : المُلتَزَم مَوضِعٌ یُستَجَابُ فِیہِ الدُّعَاءُ ' مَا دَعَا اللّٰہَ فِیہِ عَبدٌ اِلَّا استَجَابَھَا۔

(رواہ فی المسلسلات للشاہ ولی اللہ الدھلوی ' وذکرہ الجزری فی الحصن مجملاً ۔

فضائل حج ص۱۰۲،فصل ۶/ رقم الحدیث :۵)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ: ملتزم ایسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، کسی بندہ نے وہاں ایسی دعا نہیں کی جو قبول نہیں ہوئی ہو۔

''کنزالعمال'' میں اس طرح کی دوروایتیں نقل کی گئیں ہیں جن کے الفاظ یہ ہیں:

---

[۱]......یعنی ملتزم کے پاس۔ (بذل المجھود ص۱۶۸ج۹)

(۱)......مَا دَعَا اَحَدٌ بِشَئيٍ فِي هٰذَا المُلتَزَمِ اِلَّا استُجِيبَ۔

یعنی اس ملتزم کے پاس جو بھی آدمی جس ضرورت کی دعا کرے گا وہ ضرور قبول کی جائے گی۔

(۲)......مَابَينَ الرُّكنِ وَالمَقَامِ مُلتَزَمٌ مَا يَدعُوا بِه صَاحِبُ عَاهَةٍ اِلَّا بَرِئَ۔

(کنز العمال ص۲۲۱ ج ۱۲/ رقم الحدیث :۳۴۷۵۸/۳۴۷۵۹)

حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ملتزم ہے، جو بھی کوئی آفت زدہ وہاں فریاد کرے گا ضرور اس آفت سے بری ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: اس حدیث کو سننے کے بعد میں نے جو دعا (وہاں) مانگی وہ قبول ہوئی، اور یہی بیان ان تمام حضرات کا ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ (رفیق حج ص ۸۳)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

''اس جگہ کے متعلق جو حدیث دعا کے قبول ہونے کی نقل کی جاتی ہے میرے حضرت نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک ہر استاذ حدیث سناتے وقت اپنا ذاتی تجربہ یہ بتاتا ہے کہ میں نے اس جگہ دعا کی اور وہ قبول ہوئی اور اس ناپاک کا بھی ذاتی تجربہ ہے۔ (فضائل حج ص ۱۰۲/ فصل ۶، رقم الحدیث: ۵)

ملتزم اجابت دعا کی خاص جگہ ہے

مکہ مکرمہ کے وہ متبرک مقامات جہاں دعا قبول ہوتی ہے، ان کی تعداد پندرہ سے انتیس تک ہیں، ان میں ملتزم بھی ہے۔ حج کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں

اس کا ذکر آیا ہے۔

(فضائل حج ص۱۰۲۔رفیق حج ص۵۷۔معلم الحجاج ص۳۰۵۔عمدۃ الفقہ ص۶۶۶ ج۴۔شامی، مطلب فی اجابة الدعاء ۔فتاوی قاضی خان ص۱۴۱ ج۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اہل مکہ کے نام ایک گرامی نامہ میں پندرہ مواقعِ اجابت میں ملتزم کا بھی ذکر فرمایا ہے۔(حصن حصین مع ترجمہ فضل مبین ص۶۶۔فضائل حج ص۱۰۲)

مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات

(۱)......مطاف۔

(۲)......ملتزم۔

(۳)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۴)......بیت اللہ کے اندر۔

(۵)......چاہِ زمزم کے پاس۔

(۶)......مقام ابراہیم کے پاس۔

(۷)......صفا پر۔

(۸)......مروہ پر۔

(۹)......سعی کرنے کی جگہ یعنی صفا مروہ کے درمیان، خاص کر میلین اخضرین کے درمیان۔

(۱۰)......عرفات میں۔

(۱۱)......مزدلفہ میں۔

(۱۲)......منیٰ میں، خصوصاً مسجد خیف کے اندر۔

(۱۳)......جمرۃ العقبی کے پاس۔

(۱۴)......جمرۃ الوسطیٰ کے پاس۔

(۱۵)......جمرۃ الاخریٰ کے پاس۔

(۱۶)......بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔

(۱۷)......رکن یمانی کے پاس۔

(۱۸)......رکن یمانی وحجر اسود کے درمیان۔

(۱۹)......حطیم کے اندر۔

(۲۰)......حجر اسود کے پاس۔

(۲۱)......مستجار کے پاس جو کہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔(دروازہ کی پشت پر تھا)

(۲۲)......نبی ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے پاس۔

(۲۳)......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس۔

(۲۴)......دارارقم میں۔

(۲۵)......غارثور میں۔

(۲۶)......غار حرا میں۔

(۲۷)......باب کعبہ کے سامنے۔

(۲۸)......سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس۔یہ بیری عرفات میں تھی،لیکن اب اس کی جگہ غیر معروف ہے۔

(۲۹)......منیٰ میں ہر مہینہ کی چودھویں رات کے نصف میں۔

(ماخوذ از:عمدۃ الفقہ ص۶۶۶ ج۴۔رفیق حج ص۷۵)

خدا کی قسم ملتزم کے پاس میں نے جو دعا کی ضرور قبول ہوئی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم میں نے جب کبھی ملتزم کے پاس دعا کی وہ ضرور قبول ہوئی۔

(الکفایۃ مع فتح القدیر ص۴۰۰، بحوالۂ: تاریخ مکۃ المکرّمہ ص۱۴۳ ج۲)

ملتزم کے پاس دعا سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: جس آدمی نے ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کی تو اللہ تعالی اسے گناہوں سے اس طرح پاک کردیتا ہے جس طرح وہ پیدائش والے دن گناہوں سے پاک تھا۔

(تاریخ القویم ص۳۱۱ ج۳، بحوالۂ: تاریخ مکۃ المکرّمہ ص۱۴۳ ج۲)

ملتزم کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

روایت میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعلَمُ سِرِّی وَعَلَانِیَّتِی فَاقبَل مَعذِرَتِی ' وَ تَعلَمُ حَاجَتِی فَاَعطِنِی سُؤلِی ' وَتَعلَمُ مَافِی نَفسِی فَاغفِرلِی ذُنُوبِی، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ اِیمَانَاً یُّبَاشِرُ قَلبِی ' وَیَقِیناً صَادِقاً حَتّٰی اَعلَمَ اَنَّہُ لَا یُصِیبُنِی اِلَّا مَا کَتَبتَ لِی ' وَرِضاً بِمَا قَسَمتَ لِی یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ۔

اے اللہ! آپ میرے چھپے اور کھلے کے جاننے والے ہیں تو میری معذرت قبول فرمالیجئے، اور آپ میری ضرورت کو جانتے ہیں تو مجھ کو میری حاجت کی چیز عطا فرمادیجئے، اور آپ جانتے ہیں جو کچھ مجھ میں ہے تو میرے گناہ بخشد یجئے۔ اے اللہ! میں آپ سے وہ

ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے، اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ وہ بات جو آپ نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے، اور رضا مندی مانگتا ہوں (اس زندگانی پر) جو آپ نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا، اس کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت (نمازِ طواف) پڑھیں، اس کے بعد اوپر والی دعا مانگی۔

ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

يَا آدَمُ! اِنَّکَ دَعَوتَنِی دُعَاءً اِستَجَبتُ لَکَ وَغفَرتُ ذُنُوبَکَ وَفَرَّجتُ هُمُومَکَ وَغُمُومَکَ ' وَلَن يَّدعُو بِه اَحَدٌ مِن ذُرِّيَّتِکَ مِن بَعدِکَ اِلّاَ فَعَلتُ ذٰلِکَ بِه وَنَزَعتُ فَقرَه مِن بَينِ عَينَيهِ وَاتَّجَرتُ لَه مِن وَرَاءِ کُلِّ تَاجِرٍ ' وَاتَتهُ الدُّنيَا وَهِيَ کَارِهَةٌ وَاِن لَم يُرِدُهَا۔

اے آدم! (علیہ السلام) آپ نے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے قبول کرلیا، اور تیرے گناہوں کو بخش دیا، اور تیری پریشانیوں اور تیرے غموں کو دور کردیا، اور تیری اولاد میں سے کوئی شخص بھی تیرے بعد یہ دعا نہیں کرے گا مگر یہ کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں گا، اور اس کے فقر اور محتاجگی کو سلب کرلوں گا، اور ہر تاجر کے مقابلہ میں اس کے لئے تجارت کرنے والا ہوں گا، اور دنیا اس کے پاس مجبوراً آئے گی خواہ وہ اس کا ارداہ نہ کرے۔

ذکرہ الامام علی القاری فی المناسک ص ۹۴ وقال " رواہ الازرقی، والطبرانی فی الاوسط، والبیہقی فی الدعوات، وابن عساکر " وورد فی الدر المنثور

للسیوطی ۱ / ۵۹، و کنز العمال ۵ / ۵۷، وممن ذکرہ ایضا علی انه دعاء ماثور الامام ابن الھمام فی فتح القدیر ۲ / ۳۶۰ ،وابن حجر الھیثمی فی حاشیته علی مناسک النووی ص ۲۶۰، وغیرھما. (ماخوذ از:فضل الحجر الاسود و مقام ابراھیم ص۱۳۸)

سحبان الہند مولانا سعید احمد صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنی تصنیف ’’خدا کی باتیں‘‘ میں یہ روایت نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

یعنی تمہاری یہ دعا میں نے قبول کر لی، اوراس کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اولاد میں سے جو یہ دعا کرے گا اس کی بھی قبول کروں گا۔

(دین کی باتیں ص ۲۸۵، بعنوان انبیاء سابقین سے خطاب، حدیث نمبر:۳۷)

اس روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا مقام ابراہیم کے پیچھے مانگنے کا ذکر ہے، مگر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا رکن یمانی کے پاس مانگنا بھی دوسری روایت سے ثابت ہے:

وورد انّ آدم علیه السلام دعا به خلف المقام ' وفی روایة عند الملتزم ' وفی روایة عند الرکن الیمانی ، ولا منافاة بین الروایات لاحتمال انه دعا به فی کل المقامات۔(مناسک ملا علی قاری ص۹۴)

رکن یمانی اور حجر اسود جنت کے دو دروازے ہیں

رکن یمانی

اس رسالہ میں بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک رکن جسے ’’رکن یمانی‘‘ کہتے ہیں کے فضائل، اس کے استلام کے احکام، حجر اسود اور رکن یمانی کے حکم میں فرق اور اس کے فقہی مسائل تفصیل سے بیان کئے گے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الحمد لله الذى جعل فى البيت الركنين ، وفضّل اليمانيين على الشاميين ، والصلوة والسلام على رسوله الذى المبعوث الى الثقلين ، وعلى اٰله واصحابه و ازواجه واهل بيته خصوصا على الحسنين ، اما بعد۔

بیت اللہ کے چار گوشے اوران کے اسماء

کعبۂ مقدسہ کے چار گوشے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو رکن کہتے ہیں۔ ہر رکن علیحدہ علیحدہ نام سے موسوم ہے۔ایک رکن تو وہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے،اس کے بالمقابل مغربی جانب کا گوشہ ''رکن یمانی'' کہلاتا ہے،باقی دو گوشے ہیں: شمال مشرقی ''رکن عراقی'' کے نام سے اور شمال مغربی ''رکن شامی'' یا ''رکن غربی'' کے نام سے موسوم ہے۔

کبھی کبھی ان دو رکنوں کو یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو رکن یمانی یا رکنین یمانیین اور دوسرے دو رکنوں کو رکن شامی یا رکنین شامیین سے بھی یاد کرتے ہیں۔

بعض کو بعض پر فضیلت

ان چار ارکان میں حجر اسود والے رکن کو دوہری فضیلت حاصل ہے،ایک فضیلت تو یہ ہے کہ: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے، اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ: اس میں حجر اسود نصب ہے، اور رکن یمانی کو ایک فضیلت حاصل ہے، وہ یہ کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ: جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تو یہ چار ارکان پر مشتمل تھا، اور آپ علیہ السلام طواف کے دوران ان سب کا استلام کرتے تھے، لیکن قریش کی تعمیر کے وقت خرچہ کی کمی کے باعث بیت اللہ شریف کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا تو گویا کہ رکن عراقی وشامی قواعد ابراہیمی کے مطابق نہ رہے، اور اس حصہ میں نصب دائرہ کی صورت میں نشاندہی کے لئے دیوار بنادی گئی، جسے حطیم کہا جاتا ہے۔

(تاریخ مکۃ المکرّمہ ص ۲۲۵ ج ۲)

استلام دو رکن ہی کا ہے

بقیہ دو رکن شامی اور عراقی کی کوئی فضیلت نہیں آئی۔ حاصل یہ کہ رکن حجر اسود اور رکن یمانی کو رکن عراقی وشامی پر فضیلت و برتری حاصل ہے، اسی لئے ''استلام'' انہیں دو رکنوں کے ساتھ مختص ہے۔

دو رکن کے استلام کی حکمت

پھر رکن حجر اسود کا استلام بوسہ دے کر یا ہاتھ سے چھو کر کیا جاتا ہے، چونکہ اسے دوہری فضیلت حاصل ہے اور رکن یمانی کا استلام صرف ایک ہاتھ لگا کر ہوگا، بوسہ دے کر نہیں (سوائے امام محمد رحمہ اللہ کی روایت کے) کیونکہ اس میں صرف ایک فضیلت پائی جاتی ہے، اور رکن عراقی اور رکن شامی چونکہ قواعد ابراہیمی پر نہیں، اس لئے اس کا استلام بھی نہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۱۵ ج ۵، باب دخول مكة والطواف، تحت حديث : عروة بن الزبير)

مرتب کا ایک رسالہ ''حجر اسود''

احادیث میں حجر اسود اور رکن یمانی کے بڑے فضائل آئے ہیں، خیال ہوا کہ ان دونوں

کے فضائل کو جمع کیا جائے، چنانچہ پہلے ''حجر اسود'' کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا، جس میں حجر اسود کے فضائل و خصائص، اس کی وجہ تسمیہ، نبی کریم ﷺ کے دست با برکت سے حجر اسود کی تنصیب، حجر اسود پر جو حوادثات آئے وہ واقعات، تقبیل و استلام کے مفصل احکام و فقہی مسائل اور آخر میں بعض نادانوں کا یہ اعتراض کہ مسلمان حجر اسود کی عبادت کرتے ہیں کا تفصیلی جواب وغیرہ امور بیان کئے گئے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں ''رکن یمانی'' کے فضائل اور اس کے متعلق فقہی مسائل کو جمع کیا ہے اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالی میں شرف قبولیت سے نوازیں، آمین۔

ناظرین سے مرتب کی درخواست

ناظرین کی خدمت میں راقم کی درخواست ہے کہ رسالہ میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو بجائے تنقید و تشہیر کے خود مرتب کو مطلع فرمادیں، انشاء اللہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کردی جائے گی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۹ر صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۴ر جون ۱۹۹۸ء

بروز بدھ

رکن یمانی کا استلام گناہوں کو مٹاتا ہے

عن عبد الله بن عبید اَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ! مَا اَرَاکَ تَسْتَلِمُ اِلَّا هٰذَیْنِ الرُّکْنَیَیْنِ ؟ قَالَ : اِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ : اِنَّ مَسْحَهُمَا یَحُطَّانِ الْخَطِیْئَةَ ، وَ سَمِعْتُهُ یَقُولُ مَنْ طَافَ سَبْعاً فَهُوَ کَعَدْلِ رَقَبَةٍ۔

(نسائی، کتاب الحج ، باب ذکر الفضل فی الطواف بالبیت)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں دیکھتا ہوں کہ آپ صرف ان دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کا استلام کرتے ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ان دونوں رکنوں کا چھونا گناہوں کو مٹادیتا ہے، نیز میں نے یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ: طواف کے سات چکر کرنا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

رکن یمانی کے استلام کے لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوشش

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَیْر : اَنَّ ابنَ عُمَرَ کَانَ یُزَاحِمُ عَلَی الرُّکْنَیْنِ زِحَاماً مَا رَأَیْتُ اَحَداً مِنْ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُزَاحِمُ عَلَیْهِ ، قَالَ : اِنْ اَفْعَلُ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ یَقُوْلُ : اِنَّ مَسْحَهُمَا کَفَّارَةٌ لِلْخَطَایَا ، وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ : مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَیْتِ اُسْبُوعاً فَاَحْصَاهُ کَانَ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ ، وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ : لَایَضَعُ قَدَماً وَلَا یَرْفَعُ اُخْرٰی اِلَّاحَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً وَکَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً۔

(ترمذی، باب ما جاء فی استلام الرکنیین۔ مشکوة، باب دخول مکة والطواف ، الفصل الثانی)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمیر رحمہ اللہ (تابعی) کہتے ہیں کہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما دونوں رکن (حجر اسود اور رکن یمانی) کو ہاتھ لگانے میں لوگوں سے جس طرح سبقت حاصل کرتے تھے اس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی صحابی کو (ان دونوں رکنوں میں سے) کسی پر سبقت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: اگر میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کروں تو مجھے مت روکو [۱] کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں رکن کو ہاتھ لگانا گناہوں کے لئے کفارہ ہے، اور میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص خانۂ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور اس کی محافظت کرے (یعنی طواف کے سنن وآداب اور واجبات بجالائے) تو اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔

نیز میں نے سنا کہ: آپ ﷺ فرماتے تھے (طواف کرتے وقت) جب بھی کوئی قدم رکھتا ہے اور پھر اٹھاتا ہے تو اللہ تعالی قدم رکھنے کے عوض اس کا گناہ ختم کرتے ہیں اور قدم اٹھانے کے عوض اس کے لئے نیکی لکھتے ہیں (یعنی طواف کرنے والے کا جب قدم رکھا جاتا ہے تو اس سے گناہ دور کردیا جاتا ہے، اور جب قدم اٹھتا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس طرح پورے طواف میں اس کے گناہ ختم ہوتے رہتے ہیں، اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)۔

رکن یمانی کے استلام کے لئے ایذا رسانی جائز نہیں

سبقت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ: وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کے لئے لوگوں کے ہجوم کو چیر پھاڑ کر آگے بڑھتے اور ان دونوں رکن کو ہاتھ لگاتے، لیکن ان کی یہ

[۱] ...... ایک عمدہ ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: اگر میں ایسا کروں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

سبقت اس طرح ہوتی تھی کہ لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص استلام کے لئے لوگوں کو ڈھکیلتا' گراتا ان دونوں رکنوں تک پہنچے، اور لوگ اس کی وجہ سے ایذا محسوس کریں تو وہ گنہگار ہوگا، لہذا ہجوم کی صورت میں ہاتھ کے ذریعہ اشارہ کر لینے پر اکتفا کر لینا چاہئے۔(مظاہر حق ص ۶۹۸ ج ۲۔ مرقاۃ ص ۳۲۱ ج ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی:

واما ما يفعله العوام من الزحام المشتمل على اذى الانام كالمدافعة والمسابقة في هذه الايام فهو موجب لزيادة الآثام۔(مرقاۃ ص ۳۲۱ ج ۵)

یعنی ایام حج میں لوگوں کو تکلیف پہنچا کر دھکا لگا کر استلام رکن کا عوام کا عمل بجائے ثواب کے گناہ کی زیادتی کا باعث ہے۔

آپ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مزاحمت سے منع فرمانا

ایذا رسانی کے ساتھ استلام رکن جائز نہیں، روایت مذکور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا زحام بھی اسی پر محمول ہے کہ وہ بغیر ایذا کے ہوتا تھا، اگرچہ استلام حجر کی سنت پوری کرنے کا وہ نہایت اہتمام فرماتے تھے۔(درس ترمذی ص ۲۴۸ ج ۳)

نبی کریم ﷺ سے تو اس بارے میں صراحۃً ایذاء مسلم کی نفی وارد ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! آپ طاقتور آدمی ہو، حجر اسود پر مزاحمت نہ کرنا کہ ضعیف کو تکلیف ہو، اگر خلوت ہو تو استلام کر لو ورنہ حجر اسود کا استقبال کر کے تہلیل و تکبیر پڑھ لینا۔

(مسند احمد ص ۲۸ ج ۱۔ مجمع الزوائد ص ۲۴۱ ج ۳۔ مصنف عبدالرزاق ص ۳۶ ج ۵۔ بیہقی ص ۸۰ ج ۵ بحوالۂ: فضل الحجر الاسود ص ۶۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس پر عمل

اس ارشاد نبوی ﷺ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل کیا تھا، دیکھئے!

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب موقع ہوتا (آسانی ہوتی اور ہجوم کم ہوتا) تو حجر اسود کا استلام فرماتے، اور جب ہجوم ہوتا تو حجر اسود کے مقابل ہو کر تکبیر پڑھ لیتے۔ (ازرقی ص۳۳۴ ج۱۔ فضل الحجر الاسود ص۶۸)

لَا یُوْذِی وَلَا یُوْذٰی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مزاحمت کی کراہت وارد ہوئی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ: نہ تکلیف دو نہ تکلیف اٹھاؤ: لَا یُؤْذِی وَلَا یُؤْذٰی۔

(فاکھی ص۱۳۰ ج۱۔ فتح الباری ص۴۷۵ ج۳۔ فضل الحجر الاسود ص۶۸)

ایاکم و أذی المسلمین

حضرت عطاء رحمہ اللہ بھی لوگوں کو دھکا دینے کو ناپسند سمجھتے تھے، اور بکثرت اس پر نکیر فرماتے اور فرماتے تھے: ''اِیَّاکُمْ وَاَذَی الْمُسْلِمِیْنَ'' مسلمانوں کو ایذا پہنچانے سے بچو۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ ہجوم کے وقت تکبیر پر اکتفا کرلو مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (فاکھی ص۱۲۸ ج۱۔ فضل الحجر الاسود ص۶۹)

''من طاف اسبوعاً'' میں تین احتمال ہیں:

ایک تو یہ کہ...... سات شوط کرے، یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے۔

دوسرے یہ کہ...... سات طواف کرے۔

تیسرے یہ کہ...... سات روز تک طواف کرے۔ (مظاہر حق ص۶۹۸ ج۲)

من طاف اسبوعا ' کا صحیح مفہوم

مولانا عبداللہ طارق صاحب مدظلہ نے ان معانی کی تردید کی ہیں، موصوف تحریر فرماتے ہیں:

حدیث کے بعض شراح اور مترجمین کو دھوکا ہوا ہے کہ انہوں نے حدیث کے لفظ ''اسبوع'' کا مطلب ایک ہفتہ سمجھ لیا، حالانکہ ''اسبوع'' سات کے مجموعے کو کہتے ہیں، جس طرح اردو زبان میں جوڑا' چوکا' پنجا' دو' چار اور پانچ کے مجموعے کا نام ہے اسی طرح ''اسبوع'' ایک ''ستا''یعنی سات کا مجموعہ ہے، یہ معنی علاوہ لغت کے متعدد حدیثی روایات سے بھی ظاہر ہیں۔

(المطالب العالیۃ ص۳۳۸ ج۱۔ القری ص۳۱۸ الی ص۳۲۱۔ مجمع الزوائد ص۲۴۵/۲۴۶ ج۳۔ بحوالۂ: انتخاب الترغیب والترھیب ص۶۱ ج۳)

استلام کن کن رکن کا ہوگا؟

پھر استلام صرف رکنین یمانیین کا ہوگا یا رکنین شامیین کا بھی؟ اس بارے میں دو مذاہب ہیں۔ (اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول بھی دو طرح کا ملتا ہے)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دو معمول

حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت جابر بن یزید، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت سوید بن غفلۃ رضوان اللہ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ استلام تمام ارکان کا ہوگا۔

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

حضرت عمر، حضرت ابن عباس (حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہم کے نزدیک استلام صرف رکن اسود اور رکن یمانی کا ہوگا۔

عطاء رحمہ اللہ نے حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم کا عمل اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔

احناف کا عمل

حضرات احناف کا عمل بھی یہی ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے۔

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ استلام صرف رکنین یمانیین کا ہو، اس لئے کہ یہی دونوں رکن بناء ابراہیمی کی بنیادوں پر ہیں، اور رکن اسود کو مزید فضیلت یہ حاصل ہے کہ اس میں حجر اسود بھی ہے۔ ان دونوں کے مقابلہ میں رکنین شامیین میں نہ حجر اسود ہے، اور نہ وہ قواعد ابراہیمی پر ہیں، اگر یہ قواعد ابراہیمی پر ہوتے تو چاروں کا استلام ہوتا۔

صرف بائیں ہاتھ سے رکن یمانی کا استلام نہیں ہوگا

واضح رہے کہ رکن یمانی کا استلام دونوں ہاتھوں سے یا دائیں ہاتھ سے ہوگا، صرف بائیں ہاتھ سے نہیں ہوگا ''کما یفعلہ بعض الجھلة والمتکبرة''۔

رکن یمانی کی تقبیل نہیں ہے

پھر رکن یمانی کی تقبیل نہیں ہوگی، بلکہ صرف لمس ہوگا، اور ہجوم وغیرہ کی وجہ سے اگر لمس ممکن نہ رہے تو حجر اسود کی طرح وہاں اشارہ نہ ہوگا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ رکن یمانی استلام اور تقبیل میں حجر اسود کی طرح ہے۔

رکنین شامیین کی طرف اشارہ بدعت ہے

پھر رکنین شامیین کے استلام کے بارے میں تو اختلاف ہے، لیکن اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ان کی طرف اشارہ نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ یہ بدعت ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اپنے طرز عمل کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے تھے: ﴿ لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ﴾۔ (سورۂ احزاب، آیت: ۱۲) (تمہارے لئے حضور ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) یعنی جب آپ ﷺ نے صرف دو کا استلام کیا ہے تو تم بھی بس اسی پر اکتفا کرو۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: معمول نبوی سے مطابقت کی بنا پر مجھے دوسری بات ہی (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلک) زیادہ پسند ہے۔

(القری للمحب الطبری ص۲۵۴/۲۵۶۔ ماخوذ از: انتخاب الترغیب والترھیب ص۶۲ ج۳)

آپ ﷺ صرف دو رکن کا استلام کرتے تھے

عن ابن عمر قال: لم أر النبي صلى الله عليه وسلم يستلم من البيت الا الركنيين اليمانيين۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ، باب دخول مكة والطواف، الفصل الاول)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کے صرف دو رکن کا استلام کرتے دیکھا ہے جو یمن کی سمت ہیں۔

عن ابی الطفيل قال كنا مع ابن عباس و معاوية لا يمر بركن الا استلمه ' فقال له ابن عباس : ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يستلم الا الحجر الاسود والركن اليماني۔ (ترمذی، باب ما جاء في استلام الحجر والركن اليماني دون ما سواهما)

ترجمہ:...... حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم ابن عباس اور حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہم کے ساتھ طواف کر رہے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی کونے سے گذرتے تو اسے بوسہ دیتے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آنحضرت ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی رکن کو بوسہ نہیں دیتے تھے۔

استلام کے معنی ہے لمس کرنا یعنی چھونا، یہ چھونا خواہ ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ ہو یا بوسہ کے ساتھ یا ان دونوں کے ساتھ، لہذا جب یہ لفظ رکن اسود کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس سے حجر اسود کو چومنا مقصود ہوتا ہے، اور جب رکن یمانی کی نسبت استعمال ہوتا ہے تو اس سے رکن یمانی کو صرف چھونا مراد ہوتا ہے۔ (مظاہر حق ص۶۹۲ ج ۲)

حجر اسود اور رکن یمانی کے حکم میں فرق

حجر اسود اور رکن یمانی کے حکم میں یہ فرق ہے کہ اگر حجر اسود کی تقبیل یا استلام کا موقع نہ ملے تو دور سے اشارہ کر کے ہاتھوں کو چوم لینا مسنون ہے، لیکن رکن یمانی میں اگر ہاتھ سے استلام کا موقع مل جائے تو فبہا ورنہ دور سے اشارہ مسنون نہیں، چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فاذا عجز عن استلامه فلا يشير اليه الا رواية عن محمد كذا في شرح اللباب۔** (دیکھئے! منحة الخالق على البحر الرائق ص۳۳۰ ج ۲، باب الاحرام)

حجر اسود کی طرح رکن یمانی کی تقبیل ثابت ہے؟

دوسرا فرق یہ ہے کہ حجر اسود کی طرح رکن یمانی کی تقبیل ثابت نہیں، البتہ علامہ ازرقی نے ''اخبار مکہ'' میں ایک روایت حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مرسلاً نقل کی ہے کہ:

'' **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستلم الركن اليماني ويضع خده عليه**''۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۱۲۷ ج ۴۔ سنن دارقطنی ص۲۹۰ ج ۲۔ الفاکھی ص۱۳۸ ج ۱۔ الازرقی ص۳۳۸ ج ۱، سنن بیہقی ص۷۶ ج ۵ ر بحوالۂ: فضل الحجر الاسود ص۸۰)

آپ ﷺ رکن یمانی کا استلام فرماتے تھے اور اپنے رخسار مبارک کو اس پر رکھتے تھے۔ غالبًا اسی روایت کی بنا پر امام محمد رحمہ اللہ سے رکن یمانی کی تقبیل کا قول مروی ہے، چنانچہ صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں: **واما اليمانی فيستحب ان يستلمه ولا يقبله و عند محمد : هو سنة وتقبيله مثل الحجر الاسود۔**

(بحرالرائق ص ۳۳۰ ج ۲، باب الاحرام)

استلام حجر اسود اور رکن یمانی کی اہمیت

عن ابن عمر قال : ماتركنا استلام هذين الركنين اليمانی والحجر فی شدّة و رخاء منذ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يستلمهما۔

(متفق علیہ، بخاری، باب الرمل فی الحج والعمرة۔ مشکوۃ، باب دخول مكة والطواف ، الفصل الثالث)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں رکن کا استلام کرتے دیکھا ہے ہم نے ان دونوں رکن یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام نہ سخت حالات میں چھوڑا نہ نرم حالات میں۔

ازدحام کے وقت استلام کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

رکن یمانی پر دعا اور وہاں متعین فرشتوں کی آمین

عن ابی هريرة قال : وكّل به سبعون ملكا يعنی الركن اليمانی فمن قال : اللهم انی اسألک العفو والعافية فی الدنيا والاخرة ربنا اٰتنا فی الدنيا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار قالوا ، آمين۔

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہاں یعنی

رکن یمانی پر ستر فرشتے ہیں، چنانچہ جو شخص (وہاں) یہ دعا پڑھتا ہے: اے اللہ! میں آپ سے گناہوں کی معافی اور دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں، اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک ، باب فضل الطواف ، رقم الحدیث:۲۹۵۷۔مشکوۃ، باب دخول مكة والطواف ، الفصل الثالث)

عن عبد الله بن السائب قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ما بين الركنين ﴿ ربنا آتنا في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ﴾۔

(ابوداؤد، باب الدعاء في الطواف)

ترجمہ:...... حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے سنا رسول اللہ ﷺ دونوں رکن (یعنی رکن یمانی اور حجر اسود) کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: ربنا ، الخ۔

ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں، بایں طور کے جب آپ ﷺ طواف کے درمیان رکن یمانی کے پاس پہنچتے اور چلتے ہوئے یہ دعا شروع فرماتے تو ظاہر ہے کہ اس دعا کا پڑھنا رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہی ہوتا ہوگا، کیونکہ طواف کرتے ہوئے دعا کے لئے ٹھہرنا تو درست ہی نہیں، چنانچہ جو لوگ طواف کے دوران ٹھہر کر دعا پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ (مظاہر حق ص۲۰۷ ج۲)

رکن یمانی پر دو فرشتوں کا آمین کہنا

عن ابن عمر قال : على الركن اليماني ملكان يؤمّنان على دعاء من مرّ بهما ' وان على الحجر الاسود ما لا يحصى۔ (الازرقی ص۳۴۱ ج۱۔فضل الحجر الاسود ص۴۶)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو

وہاں سے گذرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں، اور حجر اسود پر تو بیشمار فرشتے ہوتے ہیں۔

رکن یمانی کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

روایت میں آیا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے یہ دعا فرمائی:

اللھم اِنَّکَ تَعلَمُ سِرّی وَعَلانِیَّتِی فَاقبَل مَعذِرَتِی ' وَ تَعلَمُ حَاجَتِی فَاَعطِنِی سُؤلِی ' وَتَعلَمُ مَا فِی نَفسِی فَاغفِرلِی ذُنُوبِی ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ اِیمَاناً یُّبَاشِرُ قَلبِی ' وَیَقِیناً صَادِقاً حَتّٰی اَعلَمَ اَنَّہُ لَا یُصِیبُنِی اِلَّا مَا کَتَبتَ لِی ' وَرِضاً بِمَا قَسَمتَ لِی یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ۔

اے اللہ! آپ میرے چھپے اور کھلے کے جاننے والے ہیں تو میری معذرت قبول فرمالیجئے، اور آپ میری ضرورت کو جانتے ہیں تو مجھ کو میری حاجت کی چیز عطا فرمادیجئے، اور آپ جانتے ہیں جو کچھ مجھ میں ہے تو میرے گناہ بخش دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے، اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ وہ بات جو آپ نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے، اور رضا مندی مانگتا ہوں (اس زندگانی پر) جو آپ نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اس کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت (نمازِ طواف) پڑھیں، اس کے بعد اوپر والی دعا مانگی۔

ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

یَا آدَمُ ! اِنَّکَ دَعَوتَنِی دُعَاءً اِستَجَبتُ لَکَ وَغَفَرتُ ذُنُوبَکَ وَفَرَّجتُ

هُمُومَکَ وَغُمُومَکَ ، وَلَن یَّدعُوَ بِه اَحَدٌ مِن ذُرِّیَّتِکَ مِن بَعدِکَ اِلّاَ فَعَلتُ ذٰلِکَ بِه ' وَنَزَعتُ فَقرَه مِن بَینِ عَینَیهِ ' وَاتَّجَرتُ لَه مِن وَرَاءِ کُلِّ تَاجِرٍ ' وَاتَتهُ الدُّنیَا وَهِیَ کَارِهَةٌ وَاِن لَم یُرِدُهَا۔

اے آدم! (علیہ السلام) آپ نے ایسی دعا کی ہے جس کو میں نے قبول کرلیا، اور تیرے گناہوں کوبخش دیا، اور تیری پریشانیوں اور تیرے غموں کو دور کردیا، اور تیری اولاد میں سے کوئی شخص بھی تیرے بعد یہ دعا کرے گا مگر یہ کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں گا، اور اس کے فقر اور محتاجگی کو سلب کرلوں گا، اور ہر تاجر کے مقابلہ میں اس کے لئے تجارت کرنے والا ہوں گا، اور دنیا اس کے پاس مجبوراً آئے گی خواہ وہ اس کا ارادہ نہ کرے۔

ذکره الاما م علی القاری فی المناسک ص۹۴/ وقال ” رواه الازرقی ، والطبرانی فی الاوسط ، والبیهقی فی الدعوات ، وابن عساکر “ وورد فی الدر المنثور للسیوطی ص۵۹ج۱، وکنز العمال ص۷۵ج۵، وممن ذکره ایضا علی انه دعاء ماثور الامام ابن الهمام فی فتح القدیر ص۳۶۰ج۲، وابن حجر الهیثمی فی حاشیته علی مناسک النووی ص۲۶۰، وغیرهما۔

(ماخوذاز: فضل الحجر الاسود و مقام ابراهیم ص۱۳۸)

سحبان الہند مولانا سعید احمد صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنی تصنیف ”خدا کی باتیں“ میں یہ روایت نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں: یعنی تمہاری یہ دعا میں نے قبول کرلی اور اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اولاد میں سے جو یہ دعا کرے گا اس کی بھی قبول کروں گا۔

(دین کی باتیں ص۲۸۵، بعنوان انبیاء سابقین سے خطاب، حدیث نمبر:۳۷)

اس روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا مقام ابراہیم کے پیچھے مانگنے کا ذکر ہے،

مگر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا یہ دعا رکن یمانی کے پاس مانگنا بھی دوسری روایت سے ثابت ہے:

’’وورد انّ آدم علیہ السلام دعا بہ خلف المقام ، وفی روایۃ : عند الملتزم ، وفی روایۃ : عند الرکن الیمانی ، ولا منافاۃ بین الروایات لاحتمال انہ دعا بہ فی کل المقامات۔ (مناسک ملا علی قاری ص۹۴)

آسمان وزمین کی پیدائش سے رکن یمانی پر فرشتے مقرر ہیں

عن ابن عباس : علی الرکن الیمانی ملک مؤکل منذ خلق اللہ السمٰوات والارض فاذا مررتم بہ فقولوا : ﴿ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ﴾ الایۃ ، فانہ یقول آمین آمین۔ (کنزالعمال ص۲۲۰ ج۱۲، رقم الحدیث:۳۴۷۵۴)

ترجمہ:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رکن یمانی پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا، پس تم وہاں سے گذرو تو ’ربنا‘ الخ، پڑھا کرو، اس لئے کہ وہ تمہاری اس دعا پر آمین آمین کہتا ہے۔

’’کنزالعمال‘‘ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

’’ما اتیت الرکن الیمانی الا لقیت عندہ الف الف ملک‘‘۔ (حوالۂ بالا)

رکن یمانی کے پاس دعا قبول ہوتی ہے

علماء نے مقامات اجابت دعا میں رکن یمانی کو بھی لکھا ہے۔ امام ازرقی نے ایسی روایات نقل کی ہیں جس میں رکن یمانی پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنے سے اس کا قبول ہونا بیان فرمایا گیا ہے، مثلاً:

’’عن مجاہد قال : من وضع یدہ علی الرکن الیمانی ثم دعا استجیب لہ‘‘۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''عن مجاهد قال : ما من انسان يضع يده على الركن اليمانى ويدعو الا استجيب له''۔ (درس ترمذی ص ۱۲۱ ج ۳)

یعنی حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو رکن یمانی پر ہاتھ رکھے، پھر دعا کرے اللہ اس کو قبول فرماتے ہیں۔

رکن یمانی دعا کی خاص جگہ ہے

مکہ مکرمہ کے وہ متبرک مقامات جہاں دعا قبول ہوتی ہے، ان کی تعداد پندرہ سے انتیس تک ہیں، ان میں رکن یمانی بھی ہے، حج کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔

(فضائل حج ص ۱۰۲۔ رفیق حج ص ۷۵۔ معلم الحجاج ص ۳۰۵۔ عمدۃ الفقہ ص ۶۶۲ ج ۴۔ شامی، مطلب فی اجابة الدعاء۔ فتاوی قاضی خان ص ۱۴۱ ج ۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اہل مکہ کے نام ایک گرامی نامہ میں لکھا ہے کہ: مکہ معظّمہ میں پندرہ مواقع میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: مکہ مکرمہ میں قبولیت دعا کے مواقع کی تعداد پندرہ میں منحصر نہیں ہے، رکن یمانی پر اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بھی دعا قبول ہوتی ہے، نیز دار ارقم اور غار ثور اور غار حرا کو بھی اجابت دعا کے مقامات میں شمار کرایا ہے۔

(حصن حصین مع ترجمہ فضل مبین ص ۶۶/۶۸۔ فضائل حج ص ۱۰۲)

مکہ مکرمہ کے قبولیت دعا کے انتیس مقامات

(۱)......مطاف۔

(۲)......ملتزم۔

(۳)......میزاب رحمت کے نیچے۔

(۴)...... بیت اللہ کے اندر۔

(۵)......چاہِ زمزم کے پاس۔

(۶)......مقام ابراہیم کے پاس۔

(۷)......صفا پر۔

(۸)......مروہ پر۔

(۹)......سعی کرنے کی جگہ یعنی صفا مروہ کے درمیان، خاص کر میلین اخضرین کے درمیان۔

(۱۰)......عرفات میں۔

(۱۱)......مزدلفہ میں۔

(۱۲)......منیٰ میں، خصوصاً مسجد خیف کے اندر۔

(۱۳)......جمرۃ العقبیٰ کے پاس۔

(۱۴)......جمرۃ الوسطیٰ کے پاس۔

(۱۵)......جمرۃ الاخریٰ کے پاس۔

(۱۶)...... بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت۔

(۱۷)......رکن یمانی کے پاس۔

(۱۸)......رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان۔

(۱۹)......حطیم کے اندر۔

(۲۰)......حجراسود کے پاس۔

(۲۱)......مستجار کے پاس جوکہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔(دروازہ کی پشت پر تھا)

(۲۲)......نبی ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے پاس۔

(۲۳)......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس۔

(۲۴)......دارارقم میں۔

(۲۵)......غارثور میں۔

(۲۶)......غارحرا میں۔

(۲۷)......باب کعبہ کے سامنے۔

(۲۸)......سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس۔ یہ بیری عرفات میں تھی،لیکن اب اس کی جگہ غیرمعروف ہے۔

(۲۹)......منیٰ میں ہر مہینہ کی چودھویں رات کے نصف میں۔

(ماخوذ از: عمدۃ الفقہ ص۲۶۶ ج۴۔رفیق حج ص۷۵)

رکن یمانی کے استلام کرنے والوں کے لئے جبرئیل علیہ السلام کی دعا

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: آپ بڑی کثرت سے رکن یمانی کا استلام کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جب بھی اس کے پاس پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو موجود پایا، جو استلام کرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت کررہے ہیں۔(جامع اللطیف۔ماخوذ از: تاریخ مکۃ المکرّمہ ص۲۲۷ ج۲)

رکن یمانی جنت کا دروازہ ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: رکن یمانی اور حجر اسود جنت کے دروازے ہیں۔ (ایضاً)

استلامِ رکن یمانی کے مسائل

(مستحبات طواف میں سے) بغیر بوسہ دینے اور پیشانی لگانے کے رکن یمانی کا استلام کرنا ہے۔ (یعنی ہاتھ سے مس کرنا) ہر چکر میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ اور استلام سے مراد یہاں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے یا صرف دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے رکن یمانی کو مس کرے، بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے مس نہ کرے، اس کو بوسہ بھی نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے، یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور جب ہجوم کی وجہ سے اس کو مس کرنے سے عاجز ہو تو اشارہ سے اس کا استلام کرنا اس کا قائم مقام نہیں ہے، اور ہجوم نہ ہونے کی صورت میں اور جب کہ وہ مس کرنے سے عاجز نہ ہوا اشارہ سے استلام کرنا بدرجۂ اولی غیر معتبر ہے، پس بعض جاہل و متکبر لوگ جو ایسا کرتے ہیں ان کے فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ (اور اس بدعت سے بچنا چاہئے)

(عمدۃ الفقہ ص۱۸۴ ج۴ رمستحباتِ طواف)

رکن یمانی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا (مکروہ ہے) لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص۱۹۱ ج۴ رمکروہات طواف)

حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور جگہ کا استلام کرنا (مکروہ ہے) پس دوسرے رکن یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام اور ان کی طرف اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے، بلکہ باتفاق ائمہ اربعہ دونوں امر بدعت مکروہہ ہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکن حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف اشارہ بھی عجز و ہجوم

کے بغیر غیر معتبر ہے۔پس بعض جاہل متکبروں کے اس فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے یعنی عجز وہجوم کے وقت حجر اسود کی طرف اشارہ سے استلام کرنا بالاتفاق جائز بلکہ سنت ہے اور رکن یمانی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق جائز ہے۔(ایضاً)

حج اکبر کی حیثیت

جمعہ کے حج کو ''حج اکبری'' کہنا غلط و بے اصل ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ، اما بعد۔

عوام (بلکہ بعض خواص تک) میں مشہور ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوتو وہ ''حج اکبر'' (یا اکبری حج) ہے۔علماء وارباب فتوی نے اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ عوام کی اس اصطلاح کی کوئی اصل نہیں۔ چند اکابر کی تحریرات درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے، اس کی اصلیت اس کے سوا نہیں کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول کریم ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا ہے اس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا۔ یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے، مگر آیت مذکورہ کے مفہوم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (معارف القرآن ص ۳۱۵ ج ۴)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

حج اکبری کی اصل اس قدر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو حج کیا تھا وہ جمعہ کے دن ہوا تھا، اور اس کے بارہ میں آیت: ﴿ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ﴾ نازل ہوئی۔ باقی ویسے حج اکبر بمقابلہ حج اصغر کے ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے اور ہر ایک حج ' حج اکبر ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص ۵۸۰ ج ٦)

حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

لیکن یاد رہے کہ جمعہ کے حج کو ''حج اکبری'' کہنا معتبر وصحیح نہیں ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۷۴ ج ۲)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جمعہ کے دن کو ''حج اکبر'' کہنا تو عوام کی اصطلاح ہے۔قرآن مجید میں ''حج اکبر'' کا لفظ عمرہ کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۵۵ ج ۴)

ممکن ہے اس شہرت کی حقیقت یہ ہو کہ نبی کریم ﷺ نے جس سال حج فرمایا اس سال وقوف عرفہ یوم جمعہ کو تھا اوراسی کے متعلق قرآن کریم کی آیت مبارکہ ﴿ واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ﴾ (سورۂ توبہ،آیت نمبر:۳) نازل ہوئی،یعنی اور اعلان (کیا جاتا ہے) اللہ اوراس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے لوگوں کے سامنے بڑے حج کے دن۔

اس میں صراحۃً ''حج اکبر'' کا لفظ آیا ہے،مگر مفسرین کے حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں،جن کا خلاصہ یہ ہیں:

(۱)......حج اکبر سے مراد یوم عرفہ ہے،خواہ جمعہ کا دن ہو یا اور کوئی دن۔

(۲)......یوم النحر مراد ہے،یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ۔

(۳)......قربانی کا دوسرا دن مراد ہے،یعنی ۱۱/ذی الحجہ۔

(۴)......منی کے تمام دن مراد ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''نواں مسئلہ ان آیات میں یہ ہے کہ ﴿ يوم الحج الاكبر ﴾ سے کیا مراد ہے؟ اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں،حضرت عبداللہ بن عباس،فاروق اعظم،عبداللہ بن عمر،عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ نے فرمایا کہ: ﴿ يوم الحج الاكبر ﴾ سے مراد یوم عرفہ ہے،کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: الحج العرفة۔(ابوداؤد،ترمذی)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ:اس سے مراد یوم النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے،

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اور بعض دوسرے ائمہ نے ان سب اقوال کو جمع کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ: حج کے پانچوں دن ﴿یوم الحج الاکبر﴾ کا مصداق ہیں، جن میں عرفہ اور یوم النحر دونوں داخل ہیں، اور لفظ ''یوم'' مفرد لانا اس محاورہ کے مطابق ہے جیسے غزوۂ بدر کے چند ایام کو قرآن کریم نے ﴿یوم الفرقان﴾ کے مفرد نام سے تعبیر کیا ہے، اور عرب کی عام جنگوں کو لفظ ''یوم'' ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر چہ ان میں کتنے ہی ایام صرف ہوئے ہوں جیسے ''یوم بعاث'' ''یوم احد'' وغیرہ، اور چونکہ عمرہ کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج کہا جاتا ہے، اس سے ممتاز کرنے کے لئے حج کو حج اکبر کہا گیا۔ (معارف القرآن ص۳۱۴ ج۴)

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بات تحریر فرمائی:

''فی الحقیقت ان اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کا حج دوسرے دنوں کے حج کی بہ نسبت اکبر ہے، اور حج قران حج افراد کی بہ نسبت حج اکبر ہے، اور مطلق حج عمرہ کی بہ نسبت اکبر ہے، اور یہ تمام ہی حج، حج اکبر ہیں، اور ان میں اپنے اپنے مقام کے اعتبار سے فرق ہے، اسی طرح یوم حج اکبر کے بارے میں کہا جائے گا کہ یوم عرفہ حج اکبر یعنی مطلق حج کے حاصل ہونے کا دن ہے، اور قربانی کا دن حج اکبر کی تکمیل اور ایک حد تک احرام سے باہر ہونے کا دن ہے، اور قربانی کا دوسرا دن جو عام طور پر طواف زیارت کا دن ہے احرام سے پوری طرح باہر ہونے کا دن ہے، اور ایام منی میں باقی افعال کی تکمیل ہوتی ہے، اس لئے تمام ایام حج ہی یوم حج اکبر کی تفسیر ہیں، کیونکہ ان سب ہی میں ارکان و واجبات کی تکمیل ہوتی ہے، واللہ اعلم۔ (عمدۃ الفقہ ص۶۲۰ ج۴)

اکثر علماء کی رائے ہے کہ حج اکبر ہر حج پر صادق آتا ہے۔ اکبر کا لفظ اس لئے فرمایا تا کہ حج اصغر یعنی عمرہ سے ممتاز ہو جائے، چونکہ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی، توبہ:۳)

فضیلت حج یوم جمعہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: افضل الایام یوم عرفة اذا وافق یوم جمعة، وهو افضل من سبعين حجة في غير يوم الجمعة۔

(اخرجه رزین فی" تجرید الصحاح " کذا فی " خصائص یوم الجمعة " ص ۸۷، الخصوصية التاسعة والثمانون)

ترجمہ:......تمام دنوں میں افضل عرفہ کا دن ہے، اگر وہ دن جمعہ کو واقع ہو جائے تو غیر جمعہ کے حج پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

تشریح:......اس حدیث کی صحت پر علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے سخت کلام کیا اور تحریر فرمایا: ما استفاض انها تعدل اثنتين وسبعين حجة باطل لا اصل له، كما بينه بعض الحفاظ۔(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص ۳۷ ج ۲، تحت رقم الحدیث:۱۲۴۲)

یعنی یہ جو مشہور ہے کہ جمعہ کا دن یوم عرفہ کا ہو تو اس کی فضیلت بہتر حج کے برابر ہوگی اس بات کی کوئی اصل نہیں، بلکہ باطل ہے، جیسا کہ بعض حفاظ نے بیان کیا ہے۔

البتہ یوم جمعہ کی فضیلت سے کسی کو انکار نہیں۔احادیث میں بے شمار فضائل وخصائص یوم جمعہ کے وارد ہیں۔علامہ سیوطی رحمہ اللہ "خصائص یوم الجمعة" کے نام سے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا، اس میں جمعہ کی ایک سو خصوصیات بیان فرمائی ہیں، اس لئے یوم عرفہ کا جمعہ کے دن واقع ہونا فضیلت سے خالی نہیں، بلکہ علماء نے یوم عرفہ کی یوم جمعہ سے موافقت کو پانچ وجوہ سے افضل ہونا بیان فرمایا ہے:

(۱)......نبی پاک ﷺ کے حج سے موافقت کہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کا وقوف عرفات جمعہ ہی کو واقع تھا۔

(۲)...... جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔
(۳)...... جس طرح مکان کے شرف کی وجہ سے اعمال کو شرف حاصل ہوتا ہے، اس طرح زمانہ کے شرف سے بھی اعمال کو شرف حاصل ہوگا، اور جمعہ کا دن ہفتہ کے دنوں میں سب سے زیادہ افضل ہے، اس لئے اس دن کا وقوف بقیہ دنوں سے افضل ہوگا۔
(۴)...... مذکورہ بالا حدیث میں جمعہ کے وقوف کی فضیلت آئی ہے۔
(۵)...... بعض سلف سے منقول ہے کہ اگر وقوف عرفہ جمعہ کے روز واقع ہو تو اللہ تعالی تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص۲۶۰ ج۴۔ خصائص یوم الجمعۃ ص۸۷)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے پانچویں وجہ کے متعلق لکھا ہے کہ: ان فی الحدیث" اذا کان یوم عرفة یوم الجمعة غفر الله لجميع اهل الموقف"۔ (خصائص یوم الجمعۃ ص۸۷)

اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر وقوف عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو اس روز تمام اہل موقف کی مغفرت کی جاتی ہے، بعض نے اس پر یہ اشکال وارد کیا ہے کہ دوسری حدیثوں میں مطلق طور پر ہر دن کے لئے اہل موقف کی مغفرت وارد ہوئی ہے، تو اس روایت میں جمعہ کے وقوف عرفہ کی تخصیص کیوں ہے؟

اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ: جمعہ کے وقوف عرفہ میں حاجی وغیر حاجی سب اہل موقف کی مغفرت کی جاتی ہے، اور دوسرے دنوں کے وقوف عرفہ میں صرف اہل موقف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ: جمعہ کے وقوف عرفہ میں بلا واسطہ مغفرت کی جاتی ہے، اور دوسرے دنوں کے وقوف عرفہ میں بعض کی مغفرت بعض کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص۲۶۰ ج۴۔ خصائص یوم الجمعۃ ص۸۷)

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کا فتوی

س:......اگر ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن ہو تو حاجیوں کو زائد ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

ج:......فقہاء اس باب میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ اس حج کا ثواب ستر حج سے زائد ہے "بحرالرائق" میں ہے: "وقد قيل اذا وافق يوم عرفة يوم جمعة غفر لاهل كل الموقف ، وانه افضل من سبعين حجة فى غير يوم الجمعة ، كما ورد فى الحديث الشريف "یعنی اور کہا گیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کو پڑے تو ہر موقف کے لوگوں کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ حج ان ستر حجوں سے افضل ہوتا ہے جو جمعہ کے سوا کسی اور دن میں ادا کئے جائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی ص ۴۸۰ ج ۱)

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بے شک جمعہ کے دن حج کی بڑی فضیلت وارد ہے، معتبر کتابوں میں ہے کہ: جمعہ کا حج ستر درجہ افضل ہے "درمختار" میں ہے: لو وقفه الجمعة مزنية سبعين حجة ' و يغفر فيها لكل فرد۔ (درمختار ص ۳۴۸ ج ۲)

وقال بعض السلف : اذا وافق يوم عرفة يوم جمعة ' غفر لكل اهل عرفة ، وهو افضل يوم فى الدنيا ، الخ۔ (احیاء العلوم ص ۲۴۷ ج ۱۔ فتاوی رحیمیہ ص ۴۷ ج ۲)

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جمعہ کے روز وقوف عرفات کا واقع ہونا کسی اور دن کے وقوف عرفات سے ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے، اور اس روز وقوف کرنے والا ہر شخص بلا واسطہ بخش دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے، اور اگر وہ دن جمعہ کو واقع ہو جائے تو غیر جمعہ کے حج پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۶۶۰ ج ۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

باقی رہا یہ کہ جمعہ کے دن جو حج ہو اس کی فضیلت ستر گنا ہے۔ اس قسم کی ایک حدیث بعض کتابوں میں ''طبرانی'' کی روایت سے نقل کی ہے، مجھے اس کی سند کی تحقیق نہیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۵۵ ج ۴)

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا فتوی

س:......حج اکبر اور دوسرے حجوں میں باعتبار ثواب ودرجات کے کیا فرق ہے؟

ج:......علامہ نوح رحمہ اللہ نے حج اکبر کی تحقیق میں لکھا ہے کہ: حج اکبر وہی حج ہے جو حضور ﷺ کا آخری حج یعنی حجۃ الوداع تھا، جس میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، اسی بنا پر وقوف عرفہ یوم جمعہ کو عام طور پر حج اکبر سمجھا جاتا ہے، اور اسی لئے درالمختار میں لکھا ہے کہ:

لو وقفه الجمعة مزية سبعين حجة ' ويغفر فيها لكل فرد بلا واسطة۔ (ص ۳۹۱)

یعنی جو حج جمعہ کے دن ہو اس کو دوسرے حجوں پر ستر گونہ فضیلت ہے، اور ''شامی'' میں شرنبلالیہ عن الزیلعی سے منقول ہے: **افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة ' وهو افضل من سبعين حجة فى غير جمعة ، رواه رزين بن معاوية : فى تجريد الصحابة '' لكن نقل المناوى عن بعض الحفاظ : ان هذا حديث باطل لا اصل له ، نعم ذكر الغزالى فى الاحياء۔**

حضرت ابن عباس وابن عمر وابن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک حج اکبر عرفہ کا دن ہے، چاہے جمعہ میں ہو یا دوسرے دنوں میں۔ مجاہد رحمہ اللہ کے نزدیک قران (حج وعمرہ دونوں کی ساتھ نیت کرنا) حج اکبر ہے، اور افراد یعنی خالی حج کی نیت کرنا یہ حج اصغر ہے، اور زہری وشعبی وعطاء رحمہم اللہ کے نزدیک حج، حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے۔ غرض حج اکبر کی

فضیلت میں محقق طور پر کوئی آیت قرآنی وحدیث نبوی ﷺ صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ زیلعی نے ''تجرید الصحاح'' سے جو حدیث نقل کی اس کو بعض حفاظ حدیث نے باطل و بے اصل لکھا ہے۔ درالمختار میں وقوف عرفہ یوم جمعہ میں ستر حج کی فضیلت و درجات کا ذکر ہے، لیکن اس کو حج اکبر نہیں لکھا۔ باقی ذوق ایمانی کا فتوی یہ ہے کہ حلال کمائی سے اخلاص کے ساتھ جو حج مبرور و مقبول ہو وہی حج اکبر ہے۔ (مرغوب الفتاوی، کتاب الحج۔ غیر مطبوعہ)

سفر حج میں نماز کی اہمیت

حج بیت اللہ کے مبارک سفر میں حجاج کی اکثریت نماز جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی میں غفلت برتتی ہے، اس رسالہ میں ان کی اس عظیم کوتاہی پر تنبیہ کی گئی ہے، اور نماز کی اہمیت پر مختصر انداز میں مفید باتیں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

نوٹ:...... یہ مضمون ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ جنوری، فروری، مارچ ۱۹۹۷ء میں اور ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ میں اور ماہنامہ ''الہلال'' مانچسٹر میں شائع ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ، اما بعد :

ارکان اسلام میں پانچواں رکن حج بیت اللہ ہے۔ یہ رکن عظیم جہاں ایک اہم ترین عبادت ہے وہاں یہ سفر عشق بھی ہے۔ حج بیت اللہ سے بڑے بڑے گناہوں کے معاف ہونے کی امید ہے، وہیں اس بات سے بھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے کہ اس سفر عشق میں معمولی سی کوتاہی بھی حق تعالی کی ناراضگی کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس لئے اس سفر میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ حج کے موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں حج کے آداب مختصرا یا مفصلا ضرور ملیں گے۔

ان آداب میں ایک اہم ادب نمازوں کا اہتمام بھی ہے۔ یوں تو ہر وقت سفر وحضر میں، صحت ومرض میں نماز کا اہتمام ضروری ہے، مگر اس سفر میں اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اسلام میں نماز کا درجہ نہ صرف حج بلکہ تمام ارکان سے زیادہ ہے، لہذا یہ عقل سے بعید ہے کہ حج کی وجہ سے نماز کو برباد کیا جائے، مگر افسوس کہ کثرت سے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ حجاج کی اکثریت دوران سفر نماز جیسے اہم فریضے کی ادائیگی میں بہت ہی لا پرواہی برتتی ہے، اور قضا کر دینے میں کوئی قباحت ہی نہیں سمجھتی، فالی اللہ المشتکی۔

نماز کی اہمیت کا عجیب واقعہ

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جسے علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ: بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی: یا نبی اللہ! مجھ سے کبیرہ گناہ ہو گیا، میں نے توبہ کی ہے، آپ

میرے لئے توبہ فرمائیے کہ میری مغفرت ہو جائے۔آپ نے فرمایا: کونسا گناہ ہوگیا؟ عورت نے کہا: زنا ہوگیا اور اس سے حمل رہ گیا اور بچہ پیدا ہوا، اسے مار ڈالا۔ یہ سن کر حضرت موسی علیہ السلام بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ: یہاں سے نکل جا، تیری نحوست کی وجہ سے آسمان سے آگ نازل ہوکر کہیں ہمیں جلا کر خاک نہ کردے، عورت مایوس ہوکر وہاں سے چلی گئی، حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ: موسی! (علیہ السلام) رب العالمین سوال کرتے ہیں کہ: تمہارے نزدیک اس بدکار عورت سے بڑھ کر کوئی برا اور اس بڑے گناہ سے بڑھ کر کوئی برا کام نہیں؟ فرمایا کہ: اس سے بڑھ کر برا اور کونسا کام ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کردے، وہ اس سے بھی زیادہ منحوس اور گنہگار ہے۔ (زواجر مکی ص ۱۰۸ ج ا۔ فتاوی رحیمیہ ص ۱۴۹ ج ا)

اس واقعہ سے نماز کے ترک کی معصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نماز کو عمدا بغیر عذر کے وقت سے مؤخر کردینے اور بجائے ادا کے قضا کرنے کی بھی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

حاملہ عورت کے لئے بوقت حمل بھی ترک نماز کی گنجائش نہیں

یہاں تک کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ: اگر حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور نماز کا وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اگر وضو کر سکتی ہو تو وضو کرکے ورنہ تیمّم کرکے بچے کا سر ہنڈیا یا گڑھے میں رکھ دے اور نماز بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے ادا کرے، اور اگر رکوع اور سجود کی قدرت نہ ہو تو اشارہ کرکے پڑھے، یعنی عورت بقدر اپنی طاقت کے نماز ادا کرے اور نماز کو نہ چھوڑے، کیونکہ نماز جب تک کہ وہ صاحب نفاس نہ ہو ساقط نہیں ہوتی اور نفاس بچہ کے اکثر حصے اور خون نکلنے سے ثابت ہوتا ہے۔

دریا میں تختہ پر پڑے ہوئے آدمی کے لئے نماز کا حکم

ایسے ہی جو دریا کے اندر تختہ پر گر پڑا، اور نماز کا وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو اعضائے وضو کو وضو کی نیت سے پانی میں داخل کرے، پھر اشارہ سے نماز پڑھ لے اور نماز کو نہ چھوڑے۔

ہاتھ شل ہوئے آدمی کے لئے نماز کا حکم

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ سن ہو گئے ہوں، اور اس کے ساتھ کوئی ایسا نہ ہو جو وضو یا تیمّم کرائے تو وہ اپنا منہ اور ہاتھ تیمّم کی نیت سے دیوار پر ملے اور نماز پڑھے، اور اس کو نماز کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

صاحب مجالس الابرار علامہ شیخ احمد رومی رحمہ اللہ ان مسائل کو بیان فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

''تو کیا عقلمند آدمی کو ان مسائل میں جو فقہاء نے بیان کئے ہیں، غور وفکر کرنے سے سوائے اس صورت کے جس میں بالکل قدرت نہ ہو بلا کوئی عذر چھوڑ دینا تو بڑی بات ہے نماز کو وقت سے مؤخر کر دینا بھی گوارہ ہوگا؟۔ حاصل یہ کہ مکلّف کو نہ نماز ترک کرنے کی گنجائش ہے اور نہ وقت سے تاخیر کرنے کی جبکہ وقت پر ادا کرنا ممکن ہے جس طرح سے ہو۔ (مجالس الابرار اردو ص ۳۶۶ مجلس ۵۱)

رات کے سفر میں تاخیر پر سونے کی ممانعت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ آداب حج کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''نمازوں کا نہایت اہتمام رکھے، بہت سے حاجی سفر کی مشقت اور کاہلی سے اس میں

سستی کردیتے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ: اگر شب کے سفر کی وجہ سے آخری رات ہوجائے تو لیٹ کر نہ سوئے، بلکہ کہنی کھڑی کرکے اس پر ٹیک لگا کر سوجائے، ایسا نہ ہو کہ لیٹ کر سونے سے غفلت کی نیند آجائے، اور صبح کی نماز فوت ہوجائے کہ نماز کی فضیلت حج کی فضیلت سے زیادہ ہے۔(اتحاف)

علماء نے لکھا ہے کہ: حج کے شرائط میں سے ہے کہ نماز کو اپنے اوقات میں ادا کرنے پر راستہ میں قدرت ہو، اگر راستہ ایسا بن جائے کہ نماز کے ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا تو حج کی فرضیت نہیں رہتی۔

جہاد میں ایک نماز فوت ہوجائے تو اس کے کفارہ میں سو جہاد کرے

ابوالقاسم حکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو شخص جہاد میں جائے اور اس کی وجہ سے اس کی ایک نماز فوت ہوجائے تو اس کو اس کے کفارہ میں سو جہاد کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس ایک نماز فوت ہونے کا کفارہ ہوسکے۔

میں نے سات سو کبیرہ گناہ کرڈالے کہ ایک نماز کی جماعت فوت ہوئی

ابوبکر وراق رحمہ اللہ جب حج کے ارادہ سے تشریف لے چلے تو ایک ہی منزل پر پہنچ کر فرمانے لگے کہ: مجھے واپس گھر پہنچاؤ! میں نے ایک ہی منزل میں سات سو کبیرہ گناہ کر ڈالے، علماء کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک منزل چلنے میں اتنے گناہ کبیرہ ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک معمولی فاسق، فاجر سے بھی چند میل میں اتنے گناہ نہیں ہوسکتے، پھر ایک شیخ المشائخ جو اکابر میں ہیں ان سے کیسے صادر ہوئے؟ بعض اکابر نے کہا کہ: ایک نماز کی جماعت فوت ہوگئی تھی، اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ: جس نے جماعت کی نماز ترک کردی اس نے گویا سات سو کبیرہ گناہ کئے ہیں۔(شرح لباب)

ممکن ہے شیخ کو یہ حدیث پہنچی ہو۔معروف کتب حدیث میں بندہ کو یہ حدیث نہیں ملی اور حج بھی غالباً نفلی ہوگا۔(فضائل حج ص۸۶، پانچویں فصل حج کے آداب میں، ادب نمبر:۲۷)

علامہ شیخ احمد رومی رحمہ اللہ نے تو حاجیوں کی بدعات اور خرابیوں کو شمار فرماتے ہوئے سب سے بڑا فتنہ نماز کو ترک کرنا یا قضا کرنا بتلایا ہے۔موصوف رقمطراز ہیں:

سب سے بڑا فتنہ ترک نماز ہے

سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی مصیبت اور سب سے کثیر الوقوع بڑی بلا اکثر نمازوں کا ترک کردینا ہے، اور جو نماز نہیں چھوڑتا وہ وقت کو کھودیتا ہے، اور شریعت کے خلاف جمع کر کے پڑھتا ہے، اور یہ بالاتفاق حرام ہے۔

سفر حج میں ایک نماز فوت ہونے کے یقین پر سفر حرام ہے اور ایک نماز کے ترک کا کفارہ ستر حج سے کم نہیں

اور جو یہ جانتا ہو کہ اگر وہ حج کو جائے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوجائے گی تو اس پر حج حرام ہے، مرد ہو خواہ عورت، کیونکہ ایک نماز چھوڑنے کا کفارہ ستر حج سے کم نہیں، تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص ایک درہم کے لئے ہزار دینار خراب کردے۔

سو جب یہ حالت ہے تو حاجی کے لئے ضروری ہے کہ نمازیں اپنے وقت پر ادا کرتا رہے، بسہولت ہو تو جماعت سے ورنہ دشواری ہو تو اکیلا پڑھ لے۔

(مجالس الابرار اردو ص۱۸۷، مجلس:۲۰)

نماز کے قضا ہونے پر حج، حج مبرور نہیں رہتا

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا ارشاد تو یہاں تک ہے کہ:

حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ: پورے سفر میں حاجی کی کوئی نماز قضا نہیں ہونی چاہئے، اگر کوئی نماز قضا ہوگئی تو نماز قضا کرنے کے گناہ کی وجہ سے اس کا حج، حج مبرور نہیں رہتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی ص۵۲/ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''بہت سے لوگوں کو سفر میں دیکھا کہ نماز بالکل ترک کردیتے ہیں، اور بعض پڑھتے تو ہیں، مگر اہتمام نہیں کرتے، کم ہمتی اور سستی سے کبھی قضا کردیتے ہیں، کبھی مکروہ وقت میں پڑھتے ہیں، ایک فرض ادا کرنے جاتے ہیں اور روزانہ کے پانچ فرض چھوڑ جاتے ہیں۔

نماز کا ترک کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ جو لوگ نماز کا اہتمام نہیں کرتے وہ حج کی برکات سے محروم رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں کا حج مقبول ومبرور نہیں ہوتا۔ حاجی کو تو بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہو رہا ہے، وہاں ایسی حالت میں جانا بڑی بدنصیبی ہے۔ (معلم الحجاج ص۳۴۴/راستہ اور سفر کی غلطیاں۔ رفیق حج ص۱۵۱)

حجاج کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس پورے سفر میں نمازوں کو اپنے اوقات میں ادائیگی کا اہتمام رکھیں۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ زندگی بھر نمازوں کو اپنے اوقات میں بلکہ باجماعت ادا کریں، مگر اس سفر میں اس کی خاص فکر کرنا چاہئے۔

افسوس کہ مسلمان اللہ کے حکم کی ادائیگی اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں عار محسوس کرتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ ہوائی جہاز کا عملہ مذاق اڑائے گا، ایسے وقت پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو سامنے رکھنا چاہئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا نہ کیا تو وہ ذات جو میری مربی، خالق و مالک ہے وہ کیا کہے گی۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ہم جس ذات کے بلاوے پر اس کے گھر کی طرف جا رہے

ہیں اور اسی کے ایک حکم کو ادا کر رہے ہیں، اور اس مبارک سفر میں حج سے افضل واہم کئی فرضوں کو یا تو بالکل ہی ترک کر دیتے ہیں یا قضا کر دیتے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ’’نیکی برباد گناہ لازم‘‘ کا مصداق ہو جائے۔

نماز کا بغیر عذر شرعی عمداً قضا کر دینا گناہ کبیرہ ہے جو کفر کے قریب ہے، اور صرف اس نماز کی قضا پڑھ لینے سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کے بعد سچے دل سے توبہ نہ کرے، لہٰذا فرض ہے کہ اگر نماز قضا کر دی تو اس کی قضا کرے اور صدق دل سے توبہ بھی کرے، تاکہ اس تاخیر کا گناہ معاف ہو جائے۔ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں اور جملہ حجاج کو نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اس معاملہ میں جو کوتاہی اور غفلت ہو رہی ہے اس سے بچنے کی توفیق بخشے، آمین۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود اولین پرسش کہ نماز بود

قیامت کے دن جو کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

شیخ صالح بن غانم السدلان کی ایک تحریر ماہنامہ صراط مستقیم میں اس موضوع پر نظر سے گذری اور پسند آئی، اسے نقل کرنا مناسب سمجھا:

بلاشبہ یہ ایک عظیم غلطی ہے

حج بیت اللہ کی ادائیگی بلاشبہ ایک عظیم عبادت ہے۔ اس غرض سے اکثر حجاج دور دراز ملکوں سے وقت نکال کر اور مال کثیر خرچ کر کے اپنے اہل وعیال سے جدائی برداشت کر کے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں۔ ان تمام مشقتوں کے باوجود مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد بعض حجاج سے ایک عظیم غلطی اکثر سرزد ہوتی رہتی ہے اور وہ اسلام کے عظیم رکن نماز کا ضیاع یا اس میں غفلت شعاری ہے۔

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کو چھوڑ دینا یا اس کے اوقات کی پابندی نہ کرنا مطلقا حرام ہے، اس حرمت اور گناہ میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب کوئی حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور نماز کو ضائع کرتا رہے۔ جس کو یقین ہو کہ وہ حج کے دوران نماز کی ادائیگی سے قاصر رہے گا، اس کے اوقات کی پابندی نہیں کر سکے گا تو چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس پر حج فرض نہیں، مگر معاملہ اس وقت سنگین ہو جاتا ہے جب کہ ایک شخص حج کے دوران نماز کی ادائیگی پر قادر ہے، پھر وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے یا اس کے اوقات میں ادائیگی سے تغافل برتتا ہے۔ اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو اپنے ایک ہاتھ سے عمارت تعمیر کر رہا ہے اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس کو منہدم کرتا جا رہا ہے، ایسا شخص اپنے حج سے سوائے مشقت، تھکن اور مال کے ضیاع کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ: اگر ایک شخص سمندری کشتی کے ذریعہ حج کی ادائیگی کے لئے جاتا ہو، مگر دوران سفر اس کو تنگی کی وجہ سے سجدے کی جگہ میسر نہیں الا یہ کہ وہ اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے تو کیا ایسے شخص کے لئے حج جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: کیا وہ ایسی کشتی میں سفر کرے گا جس میں نماز ادا نہیں کی جاسکتی؟ بربادی ہے اس کے لئے جس نے نماز ترک کردی۔

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ فتوی واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ جو نماز کی ادائیگی شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ کر سکے اس پر حج فرض نہیں ہے۔

ابن امیر الحاج رحمہ اللہ راوی ہیں: حج کے مکلّف کے بارے میں علماء کی یہ رائے ہے کہ جب اس کو علم ہو جائے کہ وہ حج پر جائے گا تو اس کی کم از کم ایک نماز ضائع ہوگی تو حج کی فرضیت اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ (ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم، حج نمبر ص ۳۵)

"العجوة من الجنة"

عجوہ کے خصائص وفضائل

اس مختصر رسالہ میں عجوہ کھجور کی فضیلت، اس کی خصوصیت اور اس کی یہ تاثیر کہ اس میں زہر وسحر سے حفاظت ہے وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عجوہ کھجور حضور ﷺ کی محبوب ترین کھجوروں میں تھی۔ یہ مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالی شرفاً و تعظیماً کی عمدہ ترین، انتہائی لذیذ، مفید سے مفید تر، گراں قیمت اور اعلی قسم کی کھجور ہے۔

حدیث پاک میں اس کے متعلق آیا ہے کہ: یہ جنت کی کھجور ہے۔ اس میں دورانِ سر و دورانِ قلب سے شفا کا ہونا وارد ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: نہار منہ اس کی سات عدد کھانے میں زہر اور سحر سے حفاظت ہوگی۔

علماء نے لکھا ہے کہ: اس کھجور کا درخت آپ ﷺ نے اپنے دست بابرکت سے لگایا۔ اس رسالہ میں اسی بابرکت کھجور کے متعلق چند باتیں جمع کی گئی ہیں۔ حق تعالی اس حقیر کاوش کو مفید و نافع بنائے، اور راقم کے لئے ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۸ / ربیع الاول ۱۴۱۹ھ ۲۳ / جولائی ۱۹۹۸ء

بروز بدھ

عجوہ کھجور کی تاثیر سحر و زہر سے حفاظت

عَن سَعد قَالَ : سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ : مَن تَصَبَّحَ بِسَبعِ تَمَرَاتِ عَجوَۃٍ ، لَم یَضُرُّہُ ذٰلِکَ الیَومِ سَمٌّ وَلَا سِحر۔

(بخاری، کتاب الطب ، باب الدواء بالعجوۃ للسحر۔ مسلم، کتاب الاشربۃ ، باب فضل تمر المدینۃ۔ مشکوۃ، کتاب الاطعمۃ ، الفصل الاول۔ مرقاۃ ص۱۷۴ ج۸)

ترجمہ:...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص صبح کے وقت (کوئی اور چیز کھانے سے پہلے) سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اس کو اس دن کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

تشریح:...... عجوہ مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے، جو صیحانی [۱] سے بڑی اور مائل بہ سیاہی ہوتی ہے۔ یہ قسم مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہے۔

زہر سے مراد وہی زہر ہے جو مشہور ہے (یعنی وہ چیز جس کے کھانے سے آدمی مر جاتا ہے) یا سانپ، بچھو اور ان جیسے دوسرے زہریلے جانوروں کا زہر مراد ہوسکتا ہے۔

مذکورہ خاصیت (یعنی دافع سحر و زہر ہونا) اس کھجور میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے، جیسا کہ قدرت نے از قسم نباتات دوسری چیزوں (جڑی بوٹیوں وغیرہ) میں مختلف اقسام کی خاصیتیں رکھی ہیں۔ یہ بات آنحضرت ﷺ کو بذریعۂ وحی معلوم ہوئی ہوگی کہ عجوہ کھجور میں یہ خاصیت ہے، یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے اس

---

[۱]...... کھجوروں کے اقسام میں سے صیحانی بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک باغ میں حبیب کبریا ﷺ کا گذر ہوا تو اس کھجور کے ایک درخت نے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی دی۔ اس کا پھل صیحانی کہلاتا ہے۔ (تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۷۸)

کھجور میں یہ خاصیت ہے۔ (مظاہر حق جدید ص۹۵ ج۴)

عجوہ کا درخت آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگایا

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: عجوہ صیحانی سے بڑی ہے، اس کا درخت خود نبی کریم ﷺ نے اپنے دست اطہر سے لگایا تھا: **ضرب من التمر اکبر من الصیحانی ' وهو مما غرس المصطفى صلى الله عليه وسلم بيده فى المدينة۔**

(فیض القدیر ص۴۹۵ ج۴ رتحت رقم الحدیث: ۵۶۷۸)

سات عدد کی حکمت

جہاں تک سات عدد کی تخصیص کا سوال ہے تو اس کی وجہ شارع کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، بلکہ اس کا علم توقیفی ہے، یعنی آنحضرت ﷺ سے سماعت پر موقوف ہے کہ آپ ﷺ نے سات ہی کا عدد فرمایا، اور سننے والوں نے اسی کو نقل کیا۔ نہ تو آپ ﷺ نے اس کی تخصیص کی وجہ بیان فرمائی، اور نہ سننے والوں نے دریافت کیا جیسا کہ رکعات وغیرہ کے اعداد کا مسئلہ ہے۔ (مظاہر حق ص۹۵ ج۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: سات ہی کا عدد بہتر اور مناسب ہے، اس کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ (فتح الباری ص۱۹۷ ج۱۰)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ کا کھجور کی تمام اقسام میں سے عجوہ کو خصوصیت دینا اور پھر سات کے عدد کے ساتھ مخصوص فرمانا یہ امور اسرار میں سے ہیں جن کی حکمت ہم تو نہیں سمجھ سکتے، لیکن جو کچھ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، اور یہی اعتقاد رکھنا چاہئے کہ عجوہ ہی کو برتری وفضیلت ہے، اور اس میں بھی کوئی حکمت ہے۔ (مسلم، **كتاب الاشربة ، باب تمر المدينة**)

سات کے عدد کا عجیب نکتہ

بعض اہل علم نے نماز میں سات فرائض کی حکمت یہ لکھی ہے کہ:

انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا ہے:

(۱)......مغز یعنی بھیجا۔

(۲)......رگیں۔

(۳)......گوشت۔

(۴)......پٹھے۔

(۵)......ہڈیاں۔

(۶)......خون۔

(۷)......جلد یعنی کھال۔ یہ سب سات ہوئے، ان ساتوں اجزاء کے شکریہ میں سات فرض رکھے گئے، ہر ایک چیز کا شکریہ ایک فرض۔ (معراج المؤمنین ص۲۲)

کیا بعید ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سات کھجور کھانے کی یہ تاثیر اس لئے بیان فرمائی کہ انسان کا جسم سات اشیاء سے بنا ہے، ہر شئی کے بدلہ میں ایک کھجور، واللہ تعالی اعلم۔

سات کے عدد کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سات کے عدد کی حکمت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

رہی سات کے عدد کی بات تو یہ قدر وشرع ہر لحاظ سے درست ہے، کیونکہ خدا تعالی نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرمائیں، ایام سات ہیں، انسان کی تخلیق سات مرحلوں میں ہوئی، خدا تعالی نے اپنے گھر کا طواف اپنے بندوں کے ذمہ سات مرتبہ مشروع کیا، سعی بین الصفا والمروہ کے چکر بھی سات مرتبہ مشروع کئے، عیدین کی تکبیریں سات

ہیں،سات برس کی عمر میں بچوں کونماز پڑھنے کی ترغیب دلانے کا حکم ہوا۔حدیث میں ہے:
مروھم بِالصَّلوٰۃِ لِسَبع۔یعنی اپنے بچوں کوسات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

پیغمبر خدا ﷺ نے اپنے مرض میں سات مشکیزہ پانی سے غسل کرانے کے لئے فرمایا، خداتعالی نے قوم عاد پرطوفان سات رات تک جاری رکھا،رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ خدائے پاک میری مدد فرما ایسے سات سے جیسے سات حضرت یوسف علیہ السلام کوعطا فرمائے تھے،خدائے پاک نے صدقہ کا ثواب جوصدقہ دینے والوں کو ملے گا سات بالیوں سے(جوایک دانہ سے اگتی ہیں جن میں سوسودانے ہوں)تشبیہ دی،اوروہ خواب جوحضرت یوسف علیہ السلام کے آقا نے دیکھا اس میں سات بالیاں ہی نظر آئی تھیں،اورجن سالوں میں کاشت نہایت عمدہ ہوئی وہ سات سال تھے،اورصدقہ کا اجر سات سوگنا تک،اوراس سے بھی زائد سات کے ضرب کے ساتھ ملے گا،اورامت کے بلاحساب جنت میں جانے والے سات ہزارافراد ہوں گے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ سات کے عدد میں ایسی خاصیت ہے جودوسرے عدد کوحاصل نہیں،اس عدد میں ساری خصوصیات مجتمع ہیں،اطباء کوسات کے عدد سے خاص ربط ہے، خصوصیت سے ایام بحران میں،بقراط کا مقولہ ہے کہ:دنیا کی ہر چیز سات اجزاء پرمشتمل ہے،ستارے سات،ایام سات،بچہ کی طفولیت کی عمر سات،خدائے پاک ہی کواس عدد کے مقرر کرنے کی حکمت معلوم ہے۔

اوراللہ تعالی اس عدد کی تخصیص کے سبب میں اپنی حکمت سے خوب واقف ہے،اگر بقراط اورجالینوس یادوسرا کوئی طبیب اس علاقہ میں اس شہر میں اس عدد کے متعلق بتادیتا کہ کھجوروں کی یہ تعداد سحر اورزہر میں نافع ہے تو اطباء فوراً پورے یقین وایمان سے قبول کر

لیتے، حالانکہ ان میں غلطی کا احتمال بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ ان کا قول محض ظنی ہے، اور آنخضرت ﷺ کا جملہ یقینی ہے، اس لئے کہ وحی پر مبنی ہے۔

(طب نبوی ص ۱۹۹۔ زادالمعاد ص ۳۳۶ ج ۳)

عجوہ میں شفا ہے

عَن عَائِشَةَ : اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ : اِنَّ فِی عَجوَةِ العَالِیَةِ شِفَاءٌ ' وَاِنَّھَا تِریَاقٌ اَوَّلَ البکُرَةِ ۔ (مسلم، کتاب الاشربة ، باب فضل تمر المدینة)

ترجمہ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عالیہ کی عجوہ (کھجوروں) میں شفا ہے، اور وہ (زہر وغیرہ کے لئے) تریاق کی خاصیت رکھتی ہے، جبکہ اس کو دن کے ابتدائی حصہ میں (یعنی نہار منھ کھایا جائے)۔

تشریح:...... مدینہ منورہ میں قبا کی جانب جو علاقہ بلندی پر واقع ہے وہ ''عالیہ'' یا ''عوالی'' کہلاتا ہے، اسی مناسبت سے ان اطراف میں جتنے گاؤں اور دیہات ہیں ان سب کو ''عالیہ'' یا ''عوالی'' کہتے ہیں، اسی سمت میں نجد کا علاقہ ہے، اور اس کے بالمقابل سمت میں جو علاقہ ہے وہ نشیبی ہے اور اس کو ''سافلہ'' کہا جاتا ہے، اس سمت میں ''تہامہ'' کا علاقہ ہے، اس زمانہ میں عالیہ یا عوالی کا سب سے نزدیک والا گاؤں مدینہ سے تین یا چار میل اور سب سے دور والا گاؤں سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔

''عالیہ کی عجوہ میں شفا ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ دوسری جگہوں کی عجوہ کھجوروں کی بہ نسبت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں زیادہ شفا ہے یا اس سے سابق حدیث کے مطلق مفہوم کی تقیید مراد ہے، یعنی پچھلی حدیث میں مطلق عجوہ کھجور کی جو تاثیر وخاصیت بیان کی گئی ہے اس کو اس حدیث کے ذریعہ واضح فرما دیا گیا کہ مذکورہ تاثیر وخاصیت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں

ہوتی ہے۔ ''تریاق'' ت کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ آتا ہے، وہ مشہور دوا ہے جو دافع زہر وغیرہ ہوتی ہے۔ (مظاہر حق ص ۹۶ ج ۴۔ مرقات ص ۱۷۵ ج ۸)

عجوہ میں دورانِ سر سے شفا ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عجوہ کھجوروں کو دورانِ سر (جو بہت مشہور مرض ہے) کے لئے استعمال کرنے کا حکم فرمایا کرتی تھیں۔

(جذب القلوب ص ۲۹ / بحوالہ: تاریخ المدینۃ المنورہ ص ۷۷)

عجوہ کی خصوصیت دائمی ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عجوہ کی خصوصیت صرف نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ کے ساتھ مقید نہیں، بلکہ عمومی اور دائمی ہیں۔ (فتح الباری ص ۱۹۷ ج ۱۰)

قلب کے مرض کی شفا عجوہ کے ذریعہ

عَن سَعَدٍ قَالَ : مَرِضتُ مَرضاً اَتَانِی النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم یَعُودُنِی فَوَضَعَ یَدَهُ بَینَ ثَدیَیَّ حَتّٰی وَجَدتُّ بَردَهَا فِی علی فُؤادِی ، وَقَالَ : اِنَّکَ رَجُلٌ مَفؤُدٌ اِئتِ الحَارِثَ بنَ کِلدَةَ اَخَا ثَقِیفٍ ، فَاِنَّهُ رَجُلٌ یَتَطَیّبُ فَلیَأخُذ سَبعَ تَمَرَاتٍ مِن عَجوَةِ المَدِینَةِ فَلیَجأهُنَّ بِنَواهُنَّ ثُمَّ لیَلدُکَ بِهِنَّ۔

(ابوداؤد، کتاب الطب ، باب تمرۃ العجوۃ۔ ترجمان السنۃ ص ۱۳۵ ج ۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں شدید بیمار پڑا، آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا، اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپ ﷺ کے دست

مبارک کی خنکی (ٹھنڈک) محسوس کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم کو قلب کی شکایت ہے، جاؤ بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جا کر اپنا علاج کراؤ، وہ علاج کرتا ہے، پس اسے چاہیئے کہ مدینہ طیبہ کی سات کھجوریں لے کر اور ان کو گٹھلیوں سمیت پیس لے، اور ان کا مالیدہ سا بنا کر تمہارے منھ میں ڈالے۔

عجوہ میں جنون سے شفا ہے

قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : اَلعَجوَۃُ مِنَ الجَنَّۃِ ' وَھِیَ شِفَاءٌ مِنَ الجِنَّۃِ۔

(ابن ماجہ، ابواب الطب ، باب الکمأۃ والعجوۃ)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: عجوہ جنت سے ہے، اور اس میں جنون سے شفا ہے۔

عجوہ جنت کی کھجور ہے

عَن اَبِی ھُرَیرَۃ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اَلعَجوَۃُ مِنَ الجَنَّۃِ ' وَمَا فِیھَا شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ ، وَالکُمأَۃُ مِنَ المَنِّ ' وَمَاءُ ھَا شِفَاءٌ لِلعَینِ ۔

(مشکوۃ، کتاب الاطعمۃ ، آخر حدیث من فصل الثانی۔ترمذی، کتاب الطب ، باب ما جاء فی الکمأۃ والعجوۃ)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عجوہ جنت کی (کھجور) ہے، اور اس میں زہر سے شفا ہے، اور کمأۃ (کھنبی) من (کی ایک قسم) ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔

نوٹ:...... کمأۃ: کی تفصیل دیکھنی ہو ''مظاہر حق'' ص۹۲ ج ۴/اور ص ۲۸۶ ج ۴/دیکھئے، اور طب نبوی ص ۶۵۵ میں خوب تفصیل ہے۔

تشریح:...... ''عجوہ جنت کی کھجور ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ عجوہ کی اصل جنت سے آئی

ہے یا یہ کہ جنت میں جو کھجور ہوگی وہ عجوہ ہے، یا یہ کہ عجوہ ایسی سودمند اور راحت بخش کھجور ہے گویا جنت کا میوہ ہے۔زیادہ صحیح مطلب پہلا ہی ہے۔(مظاہر حق ص ۱۱۶ ج ۴)

عجوہ جنت کا میوہ ہے

ایک روایت میں ہے کہ: العجوۃ من فاکھۃ الجنۃ ۔یعنی عجوہ جنت کا میوہ ہے۔

ان روایات میں عجوہ کی برکت اور اس کی منفعت میں مبالغہ مقصود ہے کہ جنت کا میوہ ہے اور جنت کا کھانا تعب وتکلیف کو دور کرتا ہے۔(مرقاۃ ص ۱۶۹)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس عجوہ سے مراد مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور ہے جو وہاں کی کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے، حجازی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور مفید ترین کھجور ہے، یہ کھجور کی اعلیٰ قسم ہے، انتہائی لذیذ اور مزیدار ہوتی ہے، جسم اور قوت کے لئے موزوں ہے، تمام کھجوروں سے زیادہ رس دار لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے۔(طب نبوی، ص ۶۲۵)

زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

لَیسَ مِنَ الجَنَّةِ فِی الاَرضِ شَئیٌ اِلَّا ثَلَاثَةَ اَشیَاءَ : غَرسُ العَجوَةِ ، والحَجَرُ ، واَوَاقٍ تَنزِلُ فِی الفُرَاتِ کُلَّ یَومٍ بَرکَةً مِنَ الجَنَّةِ۔

(کنز العمال ص ۲۱۶ ج ۱۲، رقم الحدیث :۳۴۷۳۶۔فیض القدیر ص ۴۸۵ ج ۵/ رقم الحدیث : ۷۶۶۸)

زمین پر جنت کی چیزوں میں سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں: عجوہ کھجور کا پودا (درخت)، حجر اسود، اور وہ برکت کی مقدار کثیر جو روزانہ جنت سے دریائے فرات پر اترتی

ہے۔

''عجوہ جنت کا میوہ ہے'' یہ مضمون مختلف روایتوں میں آیا ہے۔ایک روایت میں ہے:

العَجوَۃُ مِن فَاکِھَۃِ الجَنَّۃِ۔(فیض القدیر ص۴۹۵ ج۴،رقم الحدیث:۵۶۷۸)

یعنی عجوہ جنت کا میوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے:

العَجوَۃُ والصَّخرَۃُ وَالشَّجَرَۃُ مِنَ الجَنَّۃِ ۔(فیض القدیر ج۴، رقم الحدیث :۵۶۷۹)

یعنی عجوہ اور(بیت المقدس کا) پتھر(چٹان) اور(بیعت رضوان والا) درخت' جنت سے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ عجوہ شکل وصورت و نام میں جنت کے عجوہ کے مشابہ ہے،لذت اور مزہ میں مشابہ نہیں،اس لئے کہ جنت کا کھانا دنیوی کھانے کے مشابہ نہیں ہے۔

عجوہ آپ ﷺ کو محبوب تھی

عَن اِبنِ عَبَاسٍ : کَانَ اَحَبُّ التَّمَرِ اِلٰی رَسُولِ الله صلی الله علیه وسلم العَجوَۃَ۔

(فیض القدیر ص۱۰۵ ج۵، رقم الحدیث:۶۵۰۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:تمر کی تمام قسموں میں محبوب ترین رسول اللہ ﷺ کے نزدیک عجوہ تھی۔

بقیع غرقد وجنت المعلی

اس مختصر رسالہ میں مدینہ منورہ کا بابرکت قبرستان بقیع غرقد اور مکہ مکرمہ کا مشہور وقدیم قبرستان جنت المعلی کے فضائل میں چند احادیث نقل کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم الله الرحمن الرحیم

بقیع غرقد مدینہ منورہ کا وہ بابرکت قبرستان ہے جس میں ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اور لا تعداد حضرات تابعین وتبع تابعین اور اولیاء امت رحمہم اللہ آرام فرما ہیں۔

احادیث میں اس کے فضائل وارد ہیں، دنیا کے تمام قبرستانوں پر اس کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ اس جگہ پہلے غرقد کے درخت ہوا کرتے تھے اس لئے اسے ''بقیع الغرقد'' بھی کہا جاتا ہے ''غرقد'' عربی میں جھاڑیوں کی زمین کو کہتے تھے۔ 'القاموس الوحید' میں ''غرقد'' کا معنی کیا ہے: ایک کانٹے دار جھاڑی۔

اسی قبرستان میں شہید مظلوم حضرت عثمان، ازواج مطہرات (سوائے حضرت خدیجہ و حضرت میمونہ کے) اور آپ ﷺ کی بنات طاہرات، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباس، حضرت حسن بن علی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اسد بن زرارہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت انس بن مالک، حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد، آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن حارث اور آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہم مدفون ہیں،

حافظ محبّ الدین طبری نے مدینہ منورہ میں وفات پانے والوں کی حروف تہجی کے اعتبار ایک مختصر فہرست نقل کی ہے، ان میں نہ معلوم کتنے بقیع میں ہیں؟ ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت زید بن ارقم، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اسید بن حضیر، حضرت بشر بن ارطاۃ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جبار بن صخر، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت حارث بن خزیمہ انصاری، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، حضرت حسن

بن علی، حضرت حکیم بن حزام، حضرت حویطب بن عبد العزی، حضرت خباب، حضرت رکانہ بن عبد یزید، حضرت زید بن ثابت، حضرت زید بن سہل، حضرت سعد بن مالک، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعید بن زید، حضرت سہل بن وہب، حضرت سہل بن سعد الساعدی، حضرت صہیب بن سنان، حضرت عبد اللہ بن عثمان (حضرت ابو بکر) حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبد اللہ بن صخر (حضرت ابو ہریرہ) حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت عبد اللہ بن انیس، حضرت عبد اللہ بن سلام، حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد، حضرت عبد اللہ بن عتیک، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن قیس (حضرت ابن ام مکتوم) حضرت عبد اللہ بن کعب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت عمرو بن امیۃ الضمر ی، حضرت عمرو بن حزام، حضرت عویمر بن ساعدہ، حضرت قتادہ بن نعمان، حضرت کعب بن عجر ہ، حضرت کعب بن عمرو ابو الیسر، حضرت کتوم بن المہدم، حضرت کماز بن الحصین ابو مرثد الغنوی، حضرت مالک بن اوس، حضرت مالک بن تیہان، حضرت مالک بن ربیعہ، حضرت محمد بن سلمہ، حضرت مخرمہ بن نوفل، حضرت مسطح، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت معاذ بن جبل، حضرت نوفل بن حارث، حضرت معاذ بن عفراء، حضرت نوفل بن عروہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (القِری لقاصد ام القری ص ٦٨٥، ذکر ما جاء فی البقیع)

ان کے علاوہ نہ جانے کتنے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں مدفون ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مقولہ تو مشہور ہے کہ: اس قبرستان میں (تقریبا) دس ہزار حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مزارات مقدسہ موجود ہیں۔ (زرقانی۔فضائل حج ص ۱۵۹)

اس مختصر رسالہ میں اس قبرستان کے متعلق چند احادیث نقل کی گئی ہیں، اللہ تعالی جس خوش نصیب کو وہاں کی مٹی نصیب فرمادیں، یہ یقیناً ہزاروں سلطنتوں سے اعلی و افضل ہے۔

آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی موت محبوب تھی

(۱)......عن یحی بن سعید قال : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم جالسا و قبر یُحفَر فی المدینة ، فاطّلع رجل فی القبر ' فقال بئس مضجع المؤمن ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بئس ' ما قلت؟ ، فقال الرجل : انّی لم اُرِدْ هذا یا رسول الله ! انّما أردتُ القتل فی سبیل الله ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا مثل للقتل فی سبیل الله ، ما علی الارض بقعة هی أحب الیَّ أن یکون قبری بها منها ، ثلاث مرّات یعنی المدینة۔

(مؤطاامام مالک (مترجم) ص۱۷۱ج۲، باب الشهداء فی سبیل الله ، کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۱۴۰۲)

ترجمہ:......حضرت یحی بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مدینہ منورہ میں ایک قبر کھودی جارہی تھی اور رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما تھے، ایک صاحب قبر کو دیکھ کر بولے: یہ قبر مؤمن کے لئے کیسی بری جگہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے بہت بری بات کہی، ان صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا مقصد یہ نہیں تھا، میری بات کا منشاء یہ تھا کہ اگر آدمی اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کیا جائے تو بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالی کے راستہ میں شہید ہونے سے اچھی کوئی بات نہیں، لیکن زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں میں اپنی قبر ہونا پسند کروں سوائے مدینہ منورہ کے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کی وفات کی دعا فرمانا

خود حضور پاک ﷺ بارگاہ خداوندی میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ: الٰہی مجھے مدینہ طیبہ

کی موت نصیب فرمانا، مکہ مکرمہ میں میری روح قبض نہ فرمانا۔ (تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۶۱)

قیامت کے دن مجھے بقیع والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا

(۲)......قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اذا حشر الناس یوم القیامۃ بُعِثْتُ فی أھل البقیع۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۵۸۰ ج ۳، باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث: ۶۷۳۶)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو مجھے بقیع والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

جو مدینہ منورہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہاں مرے

(۳)......عن ابن عمر قال : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : مَنِ استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمُتْ بھا فانِّی أشفع لمن یموتُ بھا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی فضل المدینۃ ، ابواب المناقب ، رقم الحدیث: ۳۹۱۷۔

ابن ماجہ، باب فی فضل المدینۃ ، ابواب المناسک ومتعلقاتھا ، رقم الحدیث: ۳۱۱۲)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مدینہ منورہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہاں مرے، اس لئے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں وفات پائے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں موت کی دعا مانگنا

(۴)......عن عمر رضی اللہ عنہ قال : اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک ، واجعل

موتی فی بلد رسولک صلی اللہ علیه وسلم۔

(بخاری، باب ، کتاب فضائل المدینة ، رقم الحدیث:۱۸۹۰)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرمائیے، اور اپنے رسول ﷺ کے شہر مبارک میں مجھے موت عطا فرمائیے۔

آپ ﷺ کی دعا: اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما

(۵)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم ... یقول :...اللهم ! اغفر لاهل بقیع الغرقد ، الخ۔

(مسلم، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۹۷۴)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔

قیامت کے دن آپ ﷺ کا بقیع والوں کو ساتھ لینا

(٦)......عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلی الله علیه و سلم : انا أول من تنشق عنه الارض ، ثم ابو بکر ، ثم عمر ، ثم آتی اهل البقیع فیحشرون معی ، ثم انتظر أهل مکة حتی یحشروا بین الحرمین۔

(القِری لقاصد ام القری ص۶۸۵، ذکر ما جاء فی البقیع)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں اس سے باہر آؤں گا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قبر سے اٹھیں گے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس کے بعد میں جنت البقیع میں جاؤں گا (حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی ساتھ ہوں گے) اور وہاں جتنے مدفون ہیں ان سب کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ

کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا، وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آ کر مجھ سے ملیں گے۔

اہل بقیع کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۷)......**یحشر من هذا المقبرة سبعون الفا یدخلون الجنة بغير حساب ، و كان وجوههم القمر ليلة البدر۔**

(وفاء الوفاء ص۹۷ ج۲، من فضل البقيع ، الفصل الخامس فی فضل مقابرها)

ترجمہ:...... اس قبرستان سے قیامت کے دن ستر ہزار افراد اٹھیں گے جن کے چہرے چودہویں کی چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، وہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

اہل بقیع بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے

''طبرانی'' کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

(۸)......**يبعث من هذا المقبرة سبعون الفا على صورة القمر ليلة البدر ' يدخلون الجنة بغير حساب۔**

(طبرانی کبیر ص۱۸۱/۱۸۲ ج۲۵، نافع مولى حمنة بنت شجاع عن ام قيس ، رقم الحديث:۴۴۵۔
مجمع الزوائد ص۵۱۵ ج۳، باب مقبرة المدينة ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۵۹۰۸)

اہل بقیع قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ ہوں گے

(۹)......ایک حدیث میں ہے: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قبرستانوں میں سے کسی ایک

میں جسے دفن ہونا نصیب ہوگیا وہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جو قیامت کی ہولناکیوں سے مامون ومحفوظ ہوں گے۔

آسمان والوں کے لئے بقیع کی روشنی کی مثال

(۸)......عن أبی عبد الملک یرفعه قال : مقبرتان یضیآن لأهل السماء کما تضیء الشمس والقمر لأهل الدنیا ، مقبرتنا بالبقیع بقیع المدینة ' و مقبرة بعسقلان۔

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو ایسے قبرستان ہیں جن کی روشنی آسمان والوں کے لئے بالکل ایسی ہی ہے جیسے زمین والوں کے لئے سورج اور چاند منور ہیں: ایک مدینہ منورہ کا قبرستان اور دوسرا: عسقلان کا۔

(وفاءالوفاء ص۸۱ ج۲، من فضل البقیع ، الفصل الخامس فی فضل مقابرها)

تورات میں بقیع کے فضائل: فرشتے اہل بقیع کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں

یہ اس قدر مبارک قبرستان ہے جس کے تذکرہ سے ''تورات'' بھی خالی نہیں ہے۔

حضرت کعب الاحبار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: تورات میں جنت البقیع کے اوصاف یوں مذکور ہیں:

(۸)...... کفتة محفوفة بالنخیل و موکل بها الملا ئکة ، کلما امتلأت أخذوا بأطرافها فکفؤوها فی الجنة۔

ترجمہ:...... جنت البقیع پر اللہ تعالی نے ملائکہ مقرر فرما رکھے ہیں، جب یہ پُر ہوجاتا ہے تو فرشتے اسے اٹھا کر جنت میں جھاڑ دیتے ہیں۔

(وفاءالوفاء ص۸۱ ج۲، من فضل البقیع ، الفصل الخامس فی فضل مقابرها)

بقیع سے ستر ہزار افراد چودہویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے اٹھیں گے

(۱۲)......مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں ابن راس جالوت کے ساتھ بقیع کے قبرستان کے قریب گذرا، جب کہ ہم دونوں حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد زیارت مدینہ منورہ کے لئے آئے تھے، ابن راس جالوت کی نظر جب بقیع پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے: ''انما لھی'' بیشک یہی ہے۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''وما ھی ؟'' اور یہی کیا چیز ہے؟ ابن راس جالوت نے کہا:

''انا نجد فی کتاب اللہ صفة مقبرة ' فی شرقیّھا نخل ' و فی غربیِّھا بیوت ، یبعث منھا سبعون الفا ' کلّھم علی سورة القمر لیلة البدر ''۔

(وفاء الوفاء ص۸۱ ج۲، من فضل البقیع ، الفصل الخامس فی فضل مقابرھا)

ہم اس کے اوصاف اللہ تعالی کی کتاب (تورات) میں پاتے ہیں کہ اس قبرستان کے مشرق میں کھجوروں کے باغات ہوں گے اور مغرب میں مکانات ہوں گے، قیامت کے دن یہاں سے ستر ہزار آدمی اٹھیں گے' جن کی صورتیں چودہویں کے چاند کی طرح جگمگا رہی ہوں گی۔ (معالم دار الہجرۃ ص۱۲۴۔ وفاء الوفاء ص۸۲ ج۲۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۳۵۴)

جنت المعلی

یہ مقبرہ مکہ مکرمہ کے تاریخی مقامات میں سے ایک ہے، اور یہ بھی بقیع کے علاوہ دنیا کے دوسرے مقبروں کی بنسبت فضیلت کا حامل ہے۔ فاکہی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں کا طبعی رخ ٹھیک قبلہ کی طرف نہیں ہے سوائے مقبرۃ المعلاۃ کی اس گھاٹی کے کہ اس کا رخ خط مستقیم سے قبلہ کی طرف ہے۔

اس مقبرہ میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات اکابر اولیاء و علماء رحمہم اللہ کی بڑی تعداد اس میں آرام فرما ہے۔

قبرستان معلیٰ کیا ہی اچھا ہے

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : ...قال النبی صلی الله علیه وسلم : نعم المقبرة هذه۔

(مسند احمد ص ۴۲۸ ج ۵، تتمة : مسند عبد الله بن عباس رضی الله عنهما ، رقم الحدیث:۳۴۷۲۔

مجمع الزوائد ص ۴۸۱ ج ۳، باب فی مقبرة مكة ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۵۷۷۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:....نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ قبرستان (معلیٰ) کیا ہی اچھا ہے۔

(۲)......عن یحی بن عبد الله بن صیفی قال : یبعث من مات و دُفن فی تلک القبرة امنا یوم القیامة ، قال : و کنت اسمع قبل ذلک انه من مات فی الحرم فان ذلک له۔

ترجمہ:......حضرت یحی بن عبداللہ صیفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص انتقال کر جائے اور

اس قبرستان میں دفن ہوتو اسے قیامت کے دن امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

راوی فرماتے ہیں کہ: میں اس سے پہلے یہ بات سن چکا ہوں کہ جو شخص حرم کی حدود میں مرے گا اسے بھی یہ نعمت حاصل ہوگی۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۷۸ ج۳، باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۶۷۳۱)

حرمین شریفین میں مدفون قیامت کے دن امن کی حالت میں اٹھے گا

(۳)......عن ابن عمر انه قال : من قُبِر بمكةُ مسلما ' بُعِث آمنا يوم القيامة۔

(القِرى لقاصد ام القرى ص۶۵۴، ذكر مقبرة الحرم)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جس مسلمان کی قبر مکہ مکرمہ میں بنی وہ قیامت کے دن امن کی حالت میں اٹھے گا۔

(۴)......عن حاطب بن ابی بلتعة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال :...... من مات باحد الحرمين ' بُعث من الآمنين يوم القيامة۔

(سنن دارقطنی ص۲۴۴ ج۲، باب المواقيت ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۲۶۶۸)

ترجمہ:......حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو دونوں حرمین شریفین میں کہیں وفات پائے تو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔

مرغوب احمد لاجپوری

۷ر شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق: ۱۹ر مئی ۲۰۲۱

بروز بدھ

مسجد قباء

اس مختصر رسالہ میں مسجد قباء کے فضائل مثلا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر، اور غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، مسجد قباء کی نماز بیت المقدس کی نماز سے زیادہ محبوب ہے، مسجد قباء میں خیر کثیر ہے، مسجد قباء دور ہوتی تو بھی اونٹوں کے جگر فنا کر کے پہنچتے، مسجد تقوی سے مراد مسجد قباء اور مسجد نبوی ﷺ بھی ہے، آپ ﷺ ہر سنیچر کو مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، وغیرہ امور با حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

مسجد تقویٰ سے مراد مسجد قباء بھی ہے

(۱)......لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ط فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۔(پ:۱۱،سورہ توبہ،آیت نمبر:۱۰۸)

ترجمہ:......البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔

تفسیر:......اس سے مراد مسجد قباء بھی ہے...اور مسجد نبوی ﷺ بھی اس کے مصداق میں داخل ہے، دونوں ہی کی بنیاد تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر تھی۔(آسان ترجمہ ملخص)

اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مسجد کی فضیلت کا اصل مدار اس پر ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے لئے بنائی گئی ہو، جس میں ریا اور نام ونمود یا کسی فاسد غرض کا کوئی دخل نہ ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازیوں کے نیک، صالح، عالم وعابد ہونے سے بھی مسجد کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔(تفسیر ہدایت القرآن ص۳۸۲ ج۳)

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله : ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی﴾ یعنی مسجد قباء۔(الدرّ المنثور فی التفسیر بالمأثور ص۵۲۹ ج۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔

(۲)......عن الضحاک رحمه الله فی قوله : ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی﴾ قال : هو مسجد قباء۔(الدرّ المنثور فی التفسیر بالمأثور ص۵۲۹ ج۷)

ترجمہ:......حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔

(۳)......عن ابن عمار الدُّهنی رحمه الله قال : دخلت مسجد قباءٍ اُصلی فيه ، فأبُصَرنی ابو سلمة فقال : أحببتَ ان تصلی فی مسجد اُسِّسَ علی التقوی من اول یومٍ ؟ فأخبرنی أن مابين الصومعة الی القبلة زيادةٌ زادها عثمان رضی الله عنه۔

(الدّرّ المنثور فی التفسیر بالمأثور ص۵۲۹ ج ۷)

ترجمہ:......حضرت ابن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں مسجد قباء میں داخل ہوا تا کہ اس میں نماز پڑھوں، تو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ اس مسجد میں نماز پڑھنا پسند کریں گے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی تھی؟ پس انہوں نے مجھے خبر دی کہ صومعہ کے درمیان قبلہ تک وہ تعمیر میں اضافہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑھایا تھا۔

مسجد تقوی سے مراد مسجد نبوی ﷺ بھی ہے

نوٹ:......بعض احادیث میں آیا ہے کہ: اس آیت سے مراد مسجد نبوی ﷺ ہے، اس لئے علماء نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ: آیت مذکورہ میں دونوں ہی مساجد شامل ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اور بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے وہ اس کے منافی نہیں، کیونکہ مسجد نبوی جس کی بنیاد وحی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی، ظاہر ہے کہ اس کی بنیاد تقوی پر ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مطہر کون ہوسکتا ہے، اس لئے وہ بھی اس کی مصداق ضرور ہے۔ (معارف القرآن ص۴۶۴ ج ۴)

آپ ﷺ ہر سنیچر کو مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے

(۱)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : كان النبی صلی الله علیه وسلم یأتی مسجدَ قُباء كُلَّ سَبْتٍ ماشیا و راكبا ، وكان عبد الله رضی الله عنهما یفعله ، وفی روایة : زاد ابن نمیر قال حدثنا عبید الله عن نافع : فیصلی ركعتین۔

(بخاری، باب من أتی مسجد قباء كل سبت ، كتاب فضل الصلوة فی مسجد مكة والمدینة ، رقم الحدیث:۱۱۹۳/۱۱۹۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ ہر سنیچر کو مسجد قباء (کبھی) پیدل اور (کبھی) سوار ہو کر تشریف لایا کرتے تھے۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اور دوسری روایت میں راوی حدیث حضرت ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا کہ: ہمیں حضرت عبید اللہ نے یہ حدیث حضرت نافع رحمہ اللہ سے بیان کی کہ: (آپ ﷺ مسجد قباء میں تشریف لاکر) دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

سنیچر کو مسجد قباء تشریف لانے کی حکمتیں

تشریح:......ہفتہ کے دن کی خصوصیت اور حکمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(پہلی وجہ یہ ہے کہ:)......ابتدائے ہجرت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے مسجد قباء بنائی، پھر اس کے بعد مسجد مدینہ بنائی، اور اسی میں آپ ﷺ جمعہ کی نماز ادا فرماتے تھے، اور اہل قباء اور مدینہ منورہ کے بالائی علاقہ کے حضرات مدینہ منورہ کی مسجد میں آکر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، اور مسجد قباء میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تھی اور وہ بالکل معطل ہو جاتی تھی،

اس کی تلافی اور تدارک کے لئے آپ ﷺ ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لاتے تھے۔
(دوسری وجہ یہ ہے کہ:)...... ہفتہ کے دن آپ ﷺ فارغ ہوتے تھے، اس لئے اپنے احباب سے ملاقات کے لئے قباء تشریف لے جاتے تھے۔
(تیسری وجہ یہ ہے کہ:)......اکثر اہل قباء جمعہ کے دن مدینہ منورہ چلے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوتے تھے، مگر بعض حضرات کسی عذر کی وجہ سے مدینہ منورہ نہیں جاسکتے تھے، اور وہ من وجہ آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہتے تھے، اس لئے آپ ﷺ بنفس نفیس قباء تشریف لے جاتے تھے تاکہ وہ حضرات آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرسکیں۔

’’فان قلت : ما الحكمة فى تخصيص زيارته يوم السبت ؟ قلت : قيل : يحتمل ان يقال : لما كان هو أول مسجد أسسه فى اول الهجرة ، ثم أسس مسجد المدينة بعده ، وصار مسجد المدينة هو الذى يجمع فيه يوم الجمعة وتنزل أهل قباء وأهل العوالى الى المدينة لصلوة الجمعة ، ويتعطل مسجد قباء عن الصلوة فيه وقت الجمعة ، ناسب أن يعقب يوم الجمعة بإتيان مسجد قباء يوم السبت والصلوة فيه لما فاته من الصلوة فيه يوم الجمعة ، وكان صلى الله عليه وسلم حسن العهد ، وقال : حسن العهد من الايمان ، ويحتمل انه لما كان أهل مسجد قباء ينزلون الى المدينة يوم الجمعة و يحضرون الصلوة معه صلى الله عليه وسلم ، أراد مكافأتهم بان يذهب الى مسجدهم فى اليوم الذى يليه ، وكان يحب مكافأة اصحابه حتى كان يخدمهم بنفسه ، ويقول : انهم كانوا لأصحابى مكرمين فأنا أحب أن أكافئهم ، ويحتمل انه كان يوم السبت فارغا لنفسه ، فكان يشتغل فى بقية الجمعة بمصالح

الـخـلـق من أول يوم الاحد على القول بأنه أول أيام الأسبوع ' و يشتغل يوم الجمعة بـالـتـجـميـع بـالـنـاس ' و يتـفـرغ يـوم السبـت لزيارة أصحابه و المشاهد الشريفة ، ويـحتـمـل أنـه لـمـا كـان ينزل الى الجمعة بعض أهل قباء و يتخلف بعضهم ممن لا يـجـب عـلـيـه أو يـعـذر ' فيـفـوت من لم يحضر منهم يوم الجمعة رؤيته و مشاهدته ' تـدارک ذلک بـاِتيانه مسجد قباء ليجتمعوا اليه هنالک' فيحصل لهم من الغائبين يوم الجمعة نصيبهم منه يوم السبت ''۔(عمدۃ القاری ص ۳۷۷ ج ۷)

نوٹ:......ایک روایت میں پیر اور منگل کے دن مسجد قباء میں نماز کی فضیلت بھی آئی ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے

(۲)......اُسَیـد بـنَ ظُهَیـر الانصاری رضی الله عنه – و کان من اصحاب النبی صلی الـلـه عـليه وسلم – يُحدِّث عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : الصلوة فی مسجد قُباءٍ کعُمرةٍ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الصلوة مسجد قُباء ، ابواب الصلوة ، رقم الحديث:۳۲۴)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت اُسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔

(۳)......قـال سهـل بن حُنيف رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : من تطهّر فی بيته ثم أتی مسجدَ قُباءٍ فصلّی فيه صلوةً ' کان له کأجرِ عمرةٍ۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوة مسجد قباء ، کتاب اقامة الصلوة و السنة فيها ، رقم الحديث: ۱۴۱۲)

ترجمہ:......حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جس نے اپنے گھر میں خوب طہارت حاصل کی (یعنی وضو کیا) پھر مسجد قباء آیا اور وہاں نماز پڑھی تو اس کو عمرہ کے برابر اجر ملے گا۔

(۴)......عن سهل بن حنيف رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من توضأ فاحسن وضوءه ‘ ثم جاء مسجد قباء ‘ فركع فيه اربع ركعات ‘ كان ذلك عدل عمرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۱ ج۵، فی الصلوة فی مسجد قباء ، رقم الحدیث:۷۶۱۱)

ترجمہ:......حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے احسن اور کامل وضو کیا، پھر مسجد قباء آیا، اور اس میں چار رکعت نماز پڑھی، یہ اجر میں عمرہ کے برابر ہے۔

(۵)......عن ظهير بن رافع الحارثى ‘ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : من صلى فى مسجد قباءٍ يوم الاثنين والخميس ‘ انقلب بأجر عُمرة۔

(الدرّ المنثور فی التفسیر بالمأثور ص:۵۲۹ ج۷، سورة التوبة ، تحت رقم الآية :۱۰۸)

ترجمہ:......حضرت ظہیر بن رافع الحارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد قباء میں پیر اور جمعرات کو نماز پڑھی تو اس کو عمرہ کا اجر حاصل ہوگا۔

(۶)......عن كعب بن عجرة رضى الله عنه : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : من توضأ فاسبغ الوضوء ‘ ثم عمد الى مسجد قباء لا يريد غيره ‘ ولم يحمله على الغدو الا الصلوة فى مسجد قباء ‘ فصلى فيه أربع ركعات ‘ يقرأ فى كل ركعة بام القرآن كان له كأجر المعتمر الى بيت الله۔

ترجمہ:......حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے (اچھی طرح) کامل وضو کیا، پھر مسجد قباء (میں نماز) کا قصد کیا، (اور مسجد قباء کی حاضری) کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی مقصد نہ ہو، اور مسجد قباء میں صبح کے وقت نماز ہی کے لئے گیا ہو، پھر مسجد قباء میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے تو اس کو بیت اللہ کا عمرہ کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔

(معجم کبیر طبرانی ص۱۴۶ ج۱۹، اسحاق بن کعب بن عجرة عن أبيه ، رقم الحديث:۳۱۹۔
مجمع الزوائد ص۵۱۳ ج۳، باب في مسجد قباء ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۵۹۰۰)

(۷)......ابن عمر رضی الله عنه يقول : من خرج يريد قباء لا يريد غيره يصلي فيه ' كانت كعمرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۱ ج۵، في الصلوة في مسجد قباء ، رقم الحديث:۷۶۱۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو مسجد قباء کی نیت سے نکلے، اور کوئی اس کی غرض (اور نیت نہ ہو) اور اس میں نماز پڑھے تو یہ (ثواب میں) عمرہ کے برابر ہے۔

مسجد قباء میں چار رکعات کا اجر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے

(۸)......عن سهل بن حنيف رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من توضأ فاحسن وضوء ہ ' ثم دخل مسجد قباء ' فركع فيه أربع ركعات ' كان ذلک عِدْلَ رَقَبة۔

(معجم طبرانی ص۵۷ ج۶، ما أسند سهل بن حنيف ، رقم الحديث:۵۵۶۰)

ترجمہ:......حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر مسجد قباء میں داخل ہوا، اور اس میں چار رکعت نماز پڑھی، تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

چار مساجد میں نماز پڑھنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے

(۹)......عن عاصم رحمه الله قال : أخبرنا انه من صلى فى المساجد الاربعة غفرله' قال ابو ايوب : يابن أخى ! أدلّک على ما هو أيسر من ذلک ؟ انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من توضأ كما اُمر وصلى كما اُمر غفر له ما تقدم من ذنبه ،

المساجد الاربعة : المسجد الحرام ' ومسجد المدينة ' ومسجد الاقصى' ومسجد قباء۔ (القرى لقاصد ام القرى ص۶۸۹، ذكر فضل مسجد قباء)

ترجمہ:......حضرت عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی گئی ہے کہ: جو چار مساجد میں نماز پڑھے اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ حضرت ابوایوب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا: اے بھتیجے! میں اس سے بھی آسان روایت نہ بتاؤں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: جو ایسا وضو کرے جیسا حکم دیا گیا ہے، اور اس طرح نماز پڑھے جیسا حکم دیا گیا ہے (یعنی کامل وضو کرے اور کامل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

وہ چار مساجد یہ ہیں: مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ، مسجد اقصی اور مسجد قباء۔

مسجد قباء کی نماز بیت المقدس کی نماز سے زیادہ محبوب

(۱۰)......عن عائشة ابنة سعد رضى الله عنه قالت : سمعت أبى يقول : لأن اُصَلِّيَ فى مسجد قُباءٍ اَحبُّ اِلَيَّ مِن ان اصلى فى بيت المُقَدَّس۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ بنت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں مسجد قباء میں نماز پڑھوں یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں نماز ادا کروں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۷۱ج۵، فی الصلوة فی مسجد قباء، رقم الحدیث:۷۶۱۴)

(۱۱)......عن عائشة بنت سعد رضی الله عنه عن ابیها قالت : والله لأن أُصَلِّيَ فی مسجد قُبَاءٍ ركعتين اَحبُّ اِلَيَّ مِن ان آتی بیت المُقَدَّس مرتین ، ولو یعلمون ما فیه لضربوا الیه أكباد الابل۔ (القری لقاصد ام القری ص۶۸۸، ذكر فضل مسجد قباء)

ترجمہ:......حضرت عائشہ بنت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ: اللہ کی قسم! میں مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھوں یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں دو مرتبہ حاضری دوں، اگر لوگ جان لیتے کہ اس مسجد کے کیا فضائل ہیں تو اونٹوں کے جگر فنا کر کے وہاں تک پہنچتے۔

مسجد قباء میں خیر کثیر ہے

(۱۲)......عن أبی سعید الخُدری رضی الله عنه قال : اِمْتَری رجل من بنی خُدرةَ و رجل من بنی عمرو بن عوف فی المسجد الذی اُسِّس علی التقوی ' فقال الخُدری : هو مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم ، وقال الاخر : هو مسجد قباء ، فأتیا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ذلک ، فقال : هو هذا ، یعنی مسجده ، وفی ذلک خیر کثیر۔

(ترمذی، باب ما جاء فی المسجد الذی اسس علی التقوی ، ابواب الصلوة ، رقم الحدیث: ۳۲۳)

ترجمہ:......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بنی خدرہ کے ایک شخص کا اور بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص سے اس میں اختلاف ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی تھی وہ کون سی مسجد ہے؟ بنو خدرہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے کہا کہ وہ: مسجد رسول اللہ ﷺ ہے، اور بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھنے والے شخص نے کہا: وہ مسجد قباء ہے، پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا: آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ مسجد ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی مسجد، اور فرمایا: اس (مسجد قباء) میں خیر کثیر ہے۔

مسجد قباء دور ہوتی تب بھی اونٹوں کے جگر فنا کر کے وہاں تک پہنچتے

(۱۳)......جاء عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال :لو كان مسجدَ قُباءٍ ، فی اُفُقٍ من الافاق ضرَبْنا اليه أكْبَادَ المطیّ۔

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اگر مسجد قباء دنیا کے کسی دور دراز ملک میں ہوتی تب بھی ہم اس (کی زیارت کے لئے) اونٹوں کے جگر فنا کر دیتے۔ (یعنی ضرور وہاں تک پہنچتے)۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۳۳ ج۵، باب ما تشد اليه الرحال ، والصلوة فی مسجد قباء ، رقم الحديث:۹۱۶۳)

(۱۴)......عن أبی غَزِية رحمه الله قال : كان عمر بن الخطاب رضی الله عنه يأتی قباء يوم الاثنين و يوم الخميس ، فجاء يوما فلم يجد احدا من أهله ' فقال : والذی نفسی بيده لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبابكر فی أصحابه ' ينقُلُون حجارته على بطونهم ' يؤسسه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ' وجبريل عليه

السلام يؤم به البيت ، ومحلوف عمر بالله لو كان مسجدنا هذا بطرف من الاطراف لضربنا اليه أَكْبَادَ الابل ۔(القریٰ لقاصدام القریٰ ص ۶۸۸، ذکر فضل مسجد قباء)

ترجمہ:……حضرت ابوغزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کو مسجد قباء تشریف لایا کرتے تھے، پس ایک دن آپ تشریف لائے تو اہل قباء میں سے کسی کو وہاں موجود نہیں پایا، تو آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم (مسجد کی تعمیر کے لئے) پتھر اپنے پیٹوں سے اٹھا کر لا رہے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اس کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت اللہ کی نشاندہی کررہے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا: اگر یہ مسجد ہم سے اطراف عالم میں دور ہوتی تب بھی ہم اپنے اونٹوں کے جگر فنا کر دیتے (یعنی ضرور وہاں تک پہنچتے)۔

اونٹنی کے گھومنے کے گرد مسجد قباء بناؤ، کیونکہ یہ اونٹنیماً مورہ ہے

(۱۵)……عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال : لما سأل اهل قباء النبى صلى الله عليه وسلم أن يبنى لهم مسجداً ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لِيقوم بعضُكم فيَرْكَبَ الناقةَ ، فقام ابو بكر رضى الله عنه فركبها فحركها فلم تنبعث ، فرجع فقعد ، فقام عمر رضى الله عنه فركبها فحركها فلم تنبعث ، فرجع فقعد ، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحابه : لِيقوم بعضُكم فيركب النّاقة ، فقام على رضى الله عنه ، فلما وضع رِجْله فى غرز الركاب ، وثبت به ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا على ! اِرْخ زَمامَها وَابْنُوا على مَدارِها ، فانّها مأمورة۔

ترجمہ:......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب اہل قباء نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ: ان کے لئے مسجد بنائی جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو اور اونٹنی پر سوار ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر اس کو اٹھانا چاہا وہ نہیں اٹھی، پھر وہ آ کر بیٹھ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر اس کو چلانا چاہا، وہ نہیں چلی، وہ بھی واپس آ کر بیٹھ گئے، نبی کریم ﷺ نے پھر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ کھڑے ہوں اور اس اونٹنی پر سوار ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس کی رکاب میں پیر رکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو، اور اس کے گھومنے کے گرد مسجد بناؤ، کیونکہ یہ اونٹنی (اللہ تعالی کے حکم کی) پابند ہے۔

(معجم کبیر طبرانی ص۲۴۶ ج۲، ناصح ابو عبد الله عن سماک ، رقم الحديث:۲۰۳۳۔مجمع الزوائد ص۵۱۲ ج۳، باب في مسجد قباء ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۵۸۹۷)

مسجد قباء کی تعمیر میں آپ ﷺ کا پتھر اٹھانا

(۱۶)......عن الشَّموس بنت النعمان رضى الله عنها قالت : نظرتُ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قدم و نزل ' وأسس هذا المسجد مسجد قباء ' فرأيته يأخذ الحجر ' أو الصخرة ' حتى يهصره الحجر ' وأنظر الى بياض التراب على بطنه أو سرته ' فيأتى الرجل من اصحابه ' ويقول : بأبى و امى يا رسول الله ! اعطنى أكفك ' فيقول : لا خذ حجرا مثله ، حتى أسسه و يقول : ان جبريل عليه السلام هو يؤم الكعبة ، قالت فكان يقال : انه أقوم مسجد قبله۔

ترجمہ:......حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ

کی (پہلی مرتبہ) زیارت اس وقت کی جب آپ ﷺ (ہجرت کے وقت) قباء تشریف لائے اور وہاں نزول (اور قیام) فرمایا، اور اس مسجد یعنی مسجد قباء کی بنیاد رکھی، میں دیکھ رہی تھی آپ ﷺ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے ہیں جس سے آپ ﷺ کی کمر مبارک جھک جاتی ہے، اور مجھے مٹی کی سفیدی آپ ﷺ کے پیٹ یا ناف مبارک پر لگی نظر آرہی تھی، اور آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان! مجھے دے دیجئے میں آپ کی طرف سے اس کام کے لئے کافی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تم دوسرا پتھر اس جیسا اٹھالو، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تعمیر مکمل فرمالی، اور فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کا قبلہ درست کرلیا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد قبلہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ درست ہے۔

(معجم کبیر طبرانی ص۳۱۸ ج۲۴، شموس بنت النعمان بن عامر بن مجمع الانصارية ، رقم الحديث: ۸۰۲۔ مجمع الزوائد ص۵۱۲ ج۳، باب فی مسجد قباء ، کتاب الحج ، رقم الحديث:۵۸۹۸)

جبل احد کے فضائل

اور شہدائے احد کی زیارت

اس مختصر رسالہ میں: جبل احد کے فضائل، مثلاً: آپ ﷺ کا اس پر تشریف لے جانا، اس سے محبت فرمانا، احد جنت کا پہاڑ، جنت کا ٹیلہ اور رکن ہونا، حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا مدفن ہونا' وغیرہ اور شہدائے احد کی زیارت کرنا وغیرہ امور کو بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم الله الرحمن الرحیم

آپ ﷺ کا احد پہاڑ پر تشریف لے جانا

(۱)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال :صعد النّبی صلی الله علیه وسلم اُحُدٍ ومعه ابو بکرٍ و عمرُ و عثمانُ ' فَرَجَفَ بهم ' فضربه برجله وقال : اُثْبُتْ اُحُداً ' فما علیک الا نبیّ او صِدِّیقٌ او شهیدان۔

(بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی الله عنه ، کتاب فضائل الصحابة ، رقم الحدیث:۳٦۸٦)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ: حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، وہ پہاڑ ان کے ساتھ لرزنے لگا، تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا: اے احد! پرسکون رہ، (حرکت نہ کر) تجھ پر (اس وقت صرف) نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں۔

احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

(۲)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه و سلم : اِنَّ اُحُدًا جبلٌ یُحِبُّنا و نُحِبُّه۔

(مسلم، باب فضل احد ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۳۹۳۔بخاری، باب ، کتاب احادیث الانبیاء ، رقم الحدیث:۳۳٦۷)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جبل احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

احد جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے

(۳)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال : اِنَّ اُحُدًا جبلٌ یُحِبُّنا و نُحِبُّہ ، وھو علی تُرْعَةٍ من تُرَع الجنة ، الخ۔

(ابن ماجہ، باب فضل المدینة ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۳۱۱۵)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جبل احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اور وہ جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے۔

احد جنت کا ایک رکن ہے

(۴)......عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : اُحُدٌ رُکُن من أرکان الجنة۔

(مجمع الزوائد ص ج۱۵۵ ج۳، باب فی جبل احد و غیرہ من الجبال و غیرھا ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۵۹۱۱۔ کنز العمال ، جبل احد ، الفضائل ، رقم الحدیث:۳۴۹۸۸)

ترجمہ:......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احد (پہاڑ) جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

احد کے پاس سے گذرو تو اس کے درختوں میں سے کچھ کھاؤ

(۵)......عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : اُحد جبل یُحِبُّنا و نُحِبُّہ ، فاذا جِئتموہ فکلوا من شجرہ ، ولو من عضاھہ۔

(معجم طبرانی اوسط ص۲۵۵ ج۲، رقم الحدیث:۱۹۰۵)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جبل احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، جب تم احد پہاڑ کے پاس آؤ تو اس کے درختوں میں سے کھاؤ، اور (اگر کچھ نہ ملے تو اس کے) جنگل کی گھاس ہی استعمال کرلو۔

احد جاؤ تو میرے لئے وہاں سے نباتات اور گھاس تحفةً لے آنا

(۶)......عن زينب بنت نبيط ' وكانت تحت انس بن مالك رضى الله عنه انها كانت ترسل ولائدها فتقول : اذهبوا على احد فأتونى من نباته ' فان لم تجدن الا عضاها فأتنى به ، الخ ۔

(وفاء الوفاء ص ج ۱۰۷ ج ۳، الباب الخامس، الفصل السابع فى فضل احد والشهداء به)

ترجمہ:......حضرت زینب بنت نبط زوجہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما اپنی اولاد کو (خصوصی فرمائش کرکے) بھیجا کرتی تھیں کہ: تم احد کی زیارت کو جاؤ اور میرے لئے وہاں سے نباتات لیاؤ، اگر نباتات نہ ملے تو گھاس ہی لیتے آنا۔

چار پہاڑ، چار لڑائیاں اور چار نہریں جنت میں سے ہیں

(۷)......عن عمرو بن عوف رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : أربعة أجبال من أجبال الجنة ' وأربعة أنهار من أنهار الجنّة ، وأربعة ملاحم من ملاحم الجنة ، قيل : فما الأجبال ؟ قال : أحد يُحبّنا و نُحبّه ' جبل من جبال الجنة ' والطور جبل من جبال الجنّة ، ولبنان جبل من جبال الجنة ' والأنهار الأربعة النيل ' والفرات ' وسيحان ' و جيحان ' والملاحم : بدر ' واحد ' والخندق ' وحنين ۔

(مجمع الزوائد ص ج ۵۱۶ ج ۳، باب فى جبل احد و غيره من الجبال و غيرها ، كتاب الحج ، رقم الحديث: ۵۹۱۴)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں، اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں، اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں۔عرض کیا گیا: وہ کون کون سے پہاڑ ہیں؟ فرمایا: احد ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم احد کو محبوب رکھتے ہیں، (احد) جنت کے پہاڑوں میں سے ہے، اور طور جنت کے پہاڑوں میں سے ہے، اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔اور چار نہریں: نیل، فرات، سیحون اور جیحون (جنت کی نہروں میں سے ہیں) اور لڑائیاں: بدر، احد، خندق اور حنین (جنت کے غزوات میں سے ہیں)۔

تجلی رب کے وقت طور کے ٹکڑوں کا ایک کا حصہ احد ہے

(۸)......عن انس رضی الله عنه : ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : لمّا تجلی الله عز وجل لجبل طور سیناء ، فصار لعظمة الله تعالی ستة أجبل ، فوقعت ثلاثة بالمدینة : احد و ورقان و رضوی ، ووقعت ثلاثة بمکة : ثور و ثبیر و حراء۔

(البحر العمیق فی مناسک المتعمر والحاج الی البیت العتیق ص ج۳ ۲۷۴۳، ذکر جبل احد الشهداء عنده ، الباب العشرون : فی تاریخ المدینة وما یتعلق بمسجدها النبوی) درمنثور ۱۱۹ ج۳

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر اپنی تجلی فرمائی تو عظمت خداوندی سے (اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے) اور چھ پہاڑ بن گئے، (جو دور دور جا پڑے) جن میں سے تین مدینہ منورہ میں ہیں: احد، ورقان اور رضوی ہیں، اور تین مکہ مکرمہ میں ہیں: ثور، ثبیر اور حراء۔

کعبۃ اللہ کی بنیاد احد پہاڑ کے پتھروں سے رکھی گئی

(۹)......نقل الحافظ ابن حجر اختلاف الروایات فی الاجبل التی بنی منها البیت

الحرام ' وفی بعضها أنه أسس من ستة أجبل : أبی قبیس ' والطور ' وقدس ' وورقان ' ورضوی ' واحد۔

(وفاءالوفاء ص ج ۱۰۷ ج ۳، الباب الخامس، الفصل السابع فی فضل احد والشهداء به)

ترجمہ:......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیت اللہ کی تعمیر میں جن پہاڑوں سے کی گئی' ان میں سے بعض روایات میں ہے: بیت اللہ کی بنیاد چھ پہاڑوں کے پتھروں سے رکھی گئی تھی: ابو قبیس' طور' قدس' ورقان' رضوی اور احد۔

حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا مدفن احد ہے

(۱۰)......عن جابر بن عتیک عن أبیه قال : قال رسول الله صلی الله علیه و سلم : خرج موسی و هارون علیهما السلام حاجین معتمرین ' فلما کانا بالمدینة مرض هارون علیه السلام فثقل ' فخاف علیه موسی علیه السلام الیهود ' فدخل به اُحدا ' فمات فدفنه فیه۔

(البحر العمیق فی مناسک المتعمر والحاج الی البیت العتیق ص ج ۲۷۳۳، ذکر جبل احد الشهداء عنده ، الباب العشرون : فی تاریخ المدینة وما یتعلق بمسجدها النبوی)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عتیک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: رسول اللہ نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام حج وعمرہ کو تشریف لائے (تو واپسی پر جب) مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام بیمار ہوگئے، اور بیماری زیادہ ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو (ان کے بارے میں) یہودی سے ڈر لگا تو آپ ان کو لے کر احد تشریف لے گئے، اور وہیں ان کا وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

احد پرآپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے اورآپ نے آرام فرمایا

(۱۱)...... جنگ احد کے موقعہ پراسی پہاڑ پرآپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے،اوراسی جنگ میں آپ ﷺ کوزخم بھی آیا تھا،زخمی ہونے کے بعداحد کی جڑ میں منتقل ہوئے،وہاں آپ ﷺ کے زخموں کی مرہم پٹی کی گئی۔

اس جگہ ایک غار ہے جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے ہیں کہ: مرہم پٹی کے بعدآپ ﷺ نے یہاں آرام فرمایا تھا،اس غار پرسفیدی کی ہوئی ہے۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ ص ۳۵۱)

(۱)......عن سَهلٍ رضی الله عنه قال : لمّا كُسِرَتْ بَيضةُ النّبى صلى الله عليه وسلم على رأسه ، واُدْمِیَ وجهُه و كُسِرَتْ رَباعِيته ، و كان على يختلف بالماء فى المِجَنّ ، و كانت فاطمة تَغسِلُه رأت الدّمَ يزيدُ على الماء كثرةً عمدَتْ اِلى حَصِيرٍ فأحرقَتْها وألصقَتْها على جُرْحِه فرقا الدّم۔

(بخاری، باب المِجَن ومن يتّرس بتُرُس صاحبه ، كتاب الجهاد ، رقم الحديث:۲۹۰۳)

ترجمہ:......حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب نبی کریم ﷺ کے سرمبارک پر آپ کا خود ٹوٹ گیا اورآپ کا چہرہ خون آلود ہوگیا اورآپ کے سامنے کے دانت شہید ہوگئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر بار بار لا رہے تھے اورسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا زخم دھورہی تھیں، پس جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اوراس (کی راکھ) کوآپ کے زخم پررکھ دیا جس سے خون رک گیا۔

شہدائے احد کی زیارت

غزوہ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر ہے، جن میں سید الشہداء آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، ان شہداء کی تدفین بھی احد میں عمل میں لائی گئی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر تو معروف ہے، مگر دیگر شہداء کی قبور کی صحیح تعیین نہیں ہے، ان کی قبر کی غربی جانب ایک احاطہ بنا ہوا ہے، اور اس احاطے کو چار دیواری سے گھیر دیا گیا ہے، اور جالی دار دیواروں کی وجہ سے قبریں اچھی طرح نظر آتی ہیں، مگر اس میں استراحت فرمانے والے شہداء کی صحیح تعداد اور ناموں کا علم نہیں ہے، وقت کی نزاکت اور دشمن کے حملوں کا خطرہ درپیش ہونے کے باعث ایک ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء دفن کئے گئے تھے۔

امام ابن نجار (المتوفی :۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء) اور امام مراغی (المتوفی :۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) لکھتے ہیں۔ زمانہ کے تغیرات کے باعث حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر کے علاوہ دوسری قبور کے آثار مٹ چکے ہیں۔ ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء میں خلیفہ ناصرلدین اللہ کی والدہ محترمہ نے قبر پر قبہ بنوایا، بقیہ شہداء کی قبور پر رکھے ہوئے پتھروں سے بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں شہید کی قبر ہے۔

امام مراغی لکھتے ہیں:

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے شمال میں پتھروں کی معمولی سی دیوار بنی ہوئی ہے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ: امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہونے والے بعض حضرات کی اس احاطہ کے اندر قبریں بنائی گئی تھیں۔ بعد میں لوگوں

نے انہیں شہداء کی قبریں قرار دیا ہے۔لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں۔

اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی طرف پائی جانے والی قبر ترکی کے ایک شخص سنقر کی ہے، جو شہداء کی قبور کی نگرانی کرتا تھا۔علاوہ ازیں چار دیواری کے دروازہ کے اندر مدینہ منورہ کے بعض امراء کی قبریں بھی ہیں، مگر انہیں شہداء کی قبریں نہ سمجھا جائے۔

(تاریخ مدینۃ المنورہ ص ۱۷۷۔عمدۃ المناسک ۲۱ے)

آپ ﷺ ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے، اور ان کو اس طرح سلام پیش فرماتے: ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار''۔

یہی معمول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا تھا۔

پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور میں حج کو تشریف لائے اور زیارت مدینہ منورہ کے وقت شہدائے احد کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور اس طرح سلام پیش فرمایا: ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو شہدائے احد میں سے ہیں ان کی قبر پر آپ ﷺ تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه﴾۔

اور ارشاد فرمایا کہ: تم شہداء کی زیارت کو آؤ تو سلام پیش کرو۔

(تاریخ مدینۃ المنورۃ ص ۱۷۶/۱۸۰ ج ۷۔وفاء الوفاء باخبار المصطفیٰ ص ۱۱۲ ج ۲۔جذب القوب ص ۱۹۴۔عمدۃ المناسک ص ۲۴ے)

مسئلہ:...... مستحب یہ ہے کہ جبل احد و شہدائے احد اور مساجد احد کی زیارت کے لئے

جمعرات کے روز پاک وصاف ہوکر فجر کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد سویرے سویرے جائے تا کہ واپس آ کر ظہر کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں جماعت کے ساتھ پڑھ سکے (آجکل تو موٹریں اور سواریاں کثرت سے ملتی ہیں اور جلد ہی واپسی ہوجاتی ہے) چونکہ بقیع شریف کی زیارت جمعہ کے روز اور مسجد قباء کی زیارت سنیچر (ہفتہ) کے روز افضل ہے، اور زیارت قبور کے لئے پیر و جمعرات اور جمعہ و ہفتہ کے دن افضل ہیں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے، اس لئے شرع شریف نے احد کی زیارت کے لئے جمعرات کے دن کو افضل قرار دیا، واللہ اعلم۔

مسئلہ:...... جب احد پر پہنچ جائے تو پہلے مسجد حمزہ میں دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد اولی یہ ہے کہ سب سے پہلے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے، اور نہایت خشوع وخضوع سکون و وقار اور ادب و اجلال کا پورا خیال رکھتے ہوئے سلام عرض کرے، آداب زیارت کا پورا پورا لحاظ رکھے۔

مسئلہ:...... حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما بھی مدفون ہیں، ان پر بھی سلام عرض کرے۔

نوٹ:...... حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور صاحبزادے ہیں جو کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں، اس لئے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے اور بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جو کہ امہات المؤمنین میں سے تھیں۔

روایت ہے کہ: یہ دونوں صحابہ کرام یعنی حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہی قبر میں مدفون ہیں۔

مسئلہ:......پھر باقی شہدائے احد پر سلام پڑھے۔

نوٹ:......شہدائے احد میں سے ایک حضرت سہل بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں۔کہا گیا ہے کہ ان کی قبر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی پشت کی طرف یعنی شمال میں جبل احد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہکے درمیان ہے۔

مسئلہ:......شہدائے احد میں حضرات: عبد اللہ، وعمرو، وعبد اللہ بن حسحاس، وابوایمن، وخلاد، و خارجہ، وسعد، ونعمان رضی اللہ عنہم ہیں۔یہ آٹھ حضرات، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے تقریبا پانچ سو گز کے فاصلہ پر مغرب کی جانب جاری چشمہ کے قریب بلند کنارہ پر مدفون ہیں۔ان آٹھ حضرات پر بھی سلام پڑھے۔

نوٹ:...... باقی جو شہدائے احد ہیں ان کی قبریں معلوم نہیں ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرات بھی چشمہ کے قریب اسی بند جگہ پر ان آٹھ حضرات کے قرب میں مدفون ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ وہاں ستر شہداء آرام فرما ہیں، جن میں چار مہاجر اور باقی انصار ہیں۔

ایک قبر جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نزدیک ہے یہ شہدائے احد میں سے کسی کی نہیں ہے، بلکہ یہ اسفر نامی ایک شخص کی ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی تعمیر کے لئے بھیجے گئے تھے۔

اسی طرح جو قبر مسجد کے صحن میں ہے وہ بھی شہدائے احد میں سے کسی کی نہیں ہے، بلکہ وہ اشراف میں سے کسی امیر مدینہ کی قبر ہے۔

مسئلہ:......احد کی مسجدوں میں سے ایک ''مسجد الفسح'' ہے جو شعب مہراس کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف جبل احد سے متصل ہے، اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں درج ذیل آیت مبارکہ نازل ہوئی: ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ

فَافۡسَحُوۡا یَفۡسَحِ اللّٰهُ لَكُمۡ ﴾۔(پ:۲۸/سورۂ مجادلہ،آیت نمبر:۱۱)

ترجمہ:......اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں دوسروں کے لئے گنجائش پیدا کرو،تو گنجائش پیدا کر دیا کروالله تعالیٰ تمہارے لئے وسعت پیدا کریں گے۔

اور کہتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے احد کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد ظہر وعصر کی نمازیں یہاں پڑھی تھیں۔(عمدۃ الفقہ ص۷۰۴ ج۴،زیارت شہدائے احد)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرنا

(۱)......عن جعفر بن محمد عن ابيه قال : كانت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تزور قبر حمزة كل جمعة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۷۲ ج۳، باب في زيارة القبور ، رقم الحديث:۶۷۱۳)

ترجمہ:......حضرت جعفر بن محمد رحمہما اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:رسول الله ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔

(۲)......عن الاصبغ بن نُباتة ' انّ فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت تأتى قبر حمزة ' و كانت قد وضعت عليه علما ' لو يعرفه و ذكر ان قبر النبى صلى الله عليه و سلم و ابى بكر و عمر كان عليهم النقل يعنى حجارة صغارا۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۷۴ ج۳، باب في زيارة القبور ، رقم الحديث:۶۷۱۷)

ترجمہ:......حضرت اصبغ بن نباتہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:رسول الله ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے آتی تھیں،اوراس پر پہچان کے لئے نشان لگایا تھا۔اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ: نبی کریم

ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر چھوٹے پتھر تھے۔

(۳)......**عن ابی جعفر قال : کانت فاطمة تأتی قبر حمزة ، ترمه و تصلحه ۔**

(الطبقات الکبری لابن سعد ص۱۳ج۳، طبقات البدریین من المھاجرین ، ذکر الطبقة الاولی :

حمزة بن عبد المطلب)

ترجمہ:......حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں، (اور قبر پر) مٹی ڈالتی تھیں اور اس کی اصلاح فرماتی تھیں۔

(۴)......**ان فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم کانت تزور قبر عمها حمزة کل جمعة ، فتصلی و تبکی عنده۔**

(مستدرک حاکم ص۳۷۷ج۱۔بذل المجھود ص۵۲۷ ج۱۰، تحت : رقم الحدیث :۳۲۳۶)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں، وہاں نماز پڑھتی اور روتی تھیں۔

شہدائے احد قیامت تک زائرین کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے

(۱)......آپ ﷺ نے ایک دن شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کی اور فرمایا: اے وہ ذات جو عبادت کی لائق ہیں! آپ کا یہ بندہ اور رسول گواہی دیتا ہے کہ: یہ جماعت آپ کی رضا کی طلب میں شہید ہوئی، پھر فرمایا: جو ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام پہنچاتا ہے تو یہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں۔اور ایسا قیامت تک ہوتا رہے گا۔

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا سلام کا جواب سننا

(۲)......حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک دن میں جبل احد سے

گذری تو میں نے کہا: السلام علیکم یا عم رسول الله ! ،تو میں نے آواز سنی: وعلیکم السلام ورحمة الله و بركاته۔

شہدائے احد کا ایک زائرہ کے لئے جواب کہ: ہم تجھے پہچانتے ہیں

(۳)......عطاف بن خالد مخزومی اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں شہدائے احد کی زیارت کے لئے گئی اور میرے ساتھ سوائے میرے دو غلاموں کے جو میری حفاظت کرتے تھے اور کوئی نہ تھا، میں نے سنا ہوا تھا کہ: آپ ﷺ فرماتے تھے: ان کو سلام کیا کرو، اس لئے کہ وہ زندہ ہیں، میں نے سلام کیا اور جواب بھی سنا، اور یہ بھی سنا کہ: تحقیق کہ ہم تجھے پہچانتے ہیں، پس میرے جسم پر ہیئت کی وجہ سے لرزہ طاری ہو گیا، اور میں سوار ہو کر روانہ ہو گئی۔

۴۶؍سال کے بعد بھی شہدائے احد تر و تازہ تھے

(۴)...... چھیالیس (۴۶) سال کے بعد بعض شہدائے احد کی قبروں کو کھولا گیا تو وہ اپنے کفنوں کے ساتھ بالکل اسی طرح تر و تازہ تھے جیسے پھولوں کے غنچے ہوتے ہیں، گویا کہ وہ اسی روز دفن کئے گئے تھے۔ اور ان میں سے بعض دیکھے گئے کہ اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، اور جب زخموں پر سے ان کے ہاتھ ہٹائے جاتے تو تازہ خون بہنے لگتا تھا اور جب جب ہاتھوں کو چھوڑ دیا جاتا تو واپس اپنے زخموں پر وہ ہاتھ رکھ لیتے تھے۔

(مدارج النبوة ص۱۹۳؍۱۹۴ ج ۲، شہدائے احد کے فضائل)

جبل احد کے حدود کی تفصیل

جبل احد مدینہ منورہ کی حدود میں شمالی جانب واقع ہے۔اس کی لمبائی مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔اس کی مختلف چوٹیاں ہیں۔مزید معلومات درج ذیل ہیں:

مسجد نبوی سے فاصلہ	لمبائی	چوڑائی	محیط	سطح زمین سے اس کی اعلی چوٹی	سطح سمندر سے اس کی اعلی چوٹی
۴رکیلومیٹر	۴،۴روے ر کیلومیٹر	۴،۱رو۳ر کیلومیٹر	۱۹رکیلومیٹر	۳۰۰رمیٹر	ارکیلومیٹر

(تاریخ مدینہ منورہ مصورص ۸۶۔از ڈاکٹر:محمد الیاس عبدالغنی صاحب)

حج وعمرہ کی منقول دعائیں

تلبیہ، بیت اللہ شریف کو دیکھ کر پڑھنے، حجر اسود کے استلام کی، طواف کی، طواف کی دو رکعت کے بعد کی، رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان پڑھنے کی، زمزم، حطیم اور میزاب رحمت کے نیچے پڑھنے کی، صفا اور مروہ کی، میلین اخضرین کے درمیان پڑھنے کی، عرفات کی، رمی جمار کی، مزدلفہ کی، یوم نحر کی، بیت اللہ سے رخصتی کے وقت کی منقول ومسنون دعائیں، مع مکمل حوالوں کے اس مختصر رسالہ میں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو الفاظ منقول ہیں ان کی تاثیر اور ان کے انوار سے کون انکار کرسکتا ہے؟ اور خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا کہ میرے الفاظ میں تبدیلی نہ ہو۔

(ترمذی ص۱۷۵ ج۲، باب ما جاء فی الدعاء اذا أوی الی فراشه ، کتاب الدعوات عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث:۳۳۹۴)

دعاء کی بعض کتابوں میں بکثرت دعائیں وہ بھی ہیں جن کا احادیث مبارکہ سے ثبوت مشکل ہے، اور بعض دعائیں بزرگوں سے منقول ہیں۔ راقم نے دعا پر چند مختصر رسالے مرتب کئے ہیں، اور اس کا اہتمام کیا کہ صرف احادیث کی دعائیں جمع کی جائیں، اور ان کے مکمل حوالجات کا بھی اہتمام کیا، اور کوشش کی کہ اصل کتابوں سے مراجعت کے بعد ان دعاؤں کو کتاب میں جمع کروں۔ الحمد للہ اب تک بارہ (۱۲) رسائل مکمل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ناظرین کو ان دعاؤں کے اہتمام کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۹/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق: ۷/جنوری ۲۰۱۸ء

بروز اتوار

مکہ مکرمہ میں داخلہ کی دعا

(۱)......اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُنَايَانَا بِهَا حَتّٰى تَخْرُجَنَا مِنْهَا۔

(مسند احمد ص۱۲۵ ج ۲، مسند عبد الله بن عمر، رقم الحديث:۴۷۷۸۔ كتاب الدعا للطبرانی ص ۲۶۸، باب القول عند دخول مكة، جامع ابواب الحج، رقم الحديث:۸۵۳)

بیت اللہ شریف کو دیکھ کر پڑھے

(۲)......اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَکَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَ تَعْظِيْمًا وَ تَكْرِيْمًا وَبِرًّا وَ مَهَابَةً، وَ زِدْ مَنْ شَرَّفَهُ وَ عَظَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهُ وَاعْتَمَرَهُ تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَ بِرًّا وَ مَهَابَةً۔

(كتاب الدعا للطبرانی ص۲۶۸، باب الدعاء عند رؤية الكعبة، جامع ابواب الحج، رقم الحديث:۸۵۴۔ مجمع الزوائد ص۴۰۲ ج ۳، باب ما يقول اذا نظر الى البيت، رقم الحديث: ۵۴۶۲۔ واخرج الطبرانی فی الاوسط، رقم الحديث:۶۱۳۲)

(۳)......اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۵۷ ج ۸، باب الرجل اذا دخل المسجد الحرام ما يقول؟ كتاب الحج رقم الحديث:۱۵۹۹۸۔و رواه الشافعی فی "مسنده" ص۳۳۸ ج ۱، رقم الحديث:۸۸۳۔ سنن کبریٰ بیہقی ص۵۲۴ ج۹، باب القول عند رؤية البيت، كتاب الحج، رقم الحديث:۹۲۸۷/ ۹۲۸۸/۹۲۸۹)

(۴)......اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الدَّيْنِ وَ الْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔(بنایہ ص۶۷ ج ۵، باب الاحرام، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ)

تلبیہ

(۵)......لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ

وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ، لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

(۶)......لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ، لَا شَرِیْکَ لَکَ ، لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ ، وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ ، لَبَّیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ۔

(۷)......لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ ، لَبَّیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ۔

(مسلم، باب التلبية وصفتها ووقتها ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۱۸۴۔ص۳۹۵، باب حجة النبی صلی الله عليه وسلم ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۲۱۸)

(۸)......لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ۔(بخاری، باب التلبية ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۵۵۰)

(۹)......لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ، اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَةِ۔

(كنز العمال ، الحج والعمرة ، فی الاحرام والتلبية وما يتعلق بهما ، رقم الحديث:۱۱۹۱۰)

(۱۰)......لَبَّیْکَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ۔(حوالہ بالا، رقم الحديث:۱۱۹۰۹/۱۱۹۱۹)

(۱۱)......لَبَّیْکَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَ رِقًّا۔(حوالہ بالا، رقم الحديث:۱۱۹۲۱)

حجر اسود کے استلام کی دعا

(۱۲)......اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِکَ [اَللّٰهُمَّ اِیْفَاءً بِعَهْدِکَ] وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ ، وَاِتِّبَاعَ سُنَّةِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(مجمع الزوائد ص۲۰۴ ج۳، باب فی الطواف والرمل والاستلام ،كتاب الحج ، رقم الحديث: ۵۴۷۰/۵۴۷۱۔ واخرج الطبرانی فی الاوسط ، رقم الحديث:۵۴۸۶)

(۱۳)......بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(سنن کبری بیہقی ص۵۴۵ ج۹، باب ما یقال عند استلام الرکن ، کتاب الحج ، رقم الحدیث : ۹۳۲۳۔مصنف عبدالرزاق ص۳۳ ج۵، باب القول عند استلامه ، رقم الحدیث:۸۸۹۴)

(۱۴)......اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَ مَوَاقِفِ الذُّلِّ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۳ ج۵، باب القول عند استلامه ، رقم الحدیث:۸۸۹۶)

(۱۵)......لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰـهُ اَکْبَرُ ' اَللّٰهُمَّ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ ' وسُنَّةِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۳ ج۵، باب القول عنداستلامه ، رقم الحدیث:۸۸۹۷)

(۱۶)......آمَنْتُ بِاللّٰہِ ' وَکَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۹ ج۱۵، ما یقول الرجل اذا استلم الحجر ، کتاب الدعاء ، رقم الحدیث : ۳۰۲۴۴/۱۶۰۴۴)

طواف کی دعا

(۱۷)......سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔(ابن ماجہ، باب فضل الطواف ، ابواب المناسک ، رقم الحدیث:۲۹۵۷)

(۱۸)......لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ ' لَا شَرِیْکَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۶۸، باب القول فی الطواف جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث : ۸۵۶)

(۱۹)......اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ خَطَایَایَ وَ عَمَدِیْ وَ اِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ ' اِنَّکَ اِنْ لَا تَغْفِرْلِیْ تُھْلِکْنِیْ۔

(کنز العمال ، الحج والعمرة ، ادعية الطواف ، رقم الحديث:۱۲۰۳۳)

(۲۰)......اَللّٰھُمَّ اِنْ کَتَبْتَنِیْ فِی السَّعَادَۃِ فَاَثْبِتْنِیْ فِیْھَا ' وَاِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِی الشَّقَاوَۃِ فَامْحُنِیْ مِنْھَا وَاَثْبِتْنِیْ فِی السَّعَادَۃِ ' فَاِنَّکَ تَمْحُوْ مَا تَشَآءُ وَ تُثْبِتُ وَ عِنْدَکَ اُمُّ الْکِتَابِ۔

(حیاۃ الصحابہ ص۹۷ ج۴، دعوات عمر رضی الله عنه ، الباب الخامس عشر : باب كيف كان النبی صلی الله عليه وسلم واصحابه يعُجُّون الى الله بالدعوات۔ حیاۃ الصحابہ (مترجم) ص۵۶۹ ج۲، بعنوان: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعائیں)

(۲۱)......اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ۔

(حیاۃ الصحابہ ص۱۰۰ ج۴، دعاء عبد الرحمن بن عوف رضی الله عنه ، الباب الخامس عشر : باب كيف كان النبی صلی الله عليه وسلم واصحابه يعُجُّون الى الله بالدعوات۔
حیاۃ الصحابہ (مترجم) ص۲۷۵ ج۳، بعنوان: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعائیں)

طواف کی دورکعت کے بعد کی دعا

(۲۲)......اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ ' وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَأَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ ' وَ تَعْلَمُ مَا عِنْدِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ ' اَسْأَلُکَ اِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبَ لِیْ وَ رَضِیْنِیْ بِقَضَاءِ کَ۔(کنز العمال ، الحج والعمرة ، ادعية الطواف ، رقم الحديث:۱۲۰۳۴)

(۲۳)......اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَلَدُکَ وَ بَیْتُکَ الْحَرَامُ وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ، وَاَنَا

عَبۡدُکَ وَابۡنُ عَبۡدِکَ وَابۡنُ اَمَتِکَ ، اَتَیۡتُکَ بِذُنُوۡبٍ کَثِیۡرَۃٍ وَخَطَایَا جُمَّۃٍ وَاَعۡمَالٍ سَیِّئَۃٍ ، وَ ھٰذَا مَقَامُ الۡعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ فَاغۡفِرۡلِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ دَعَوۡتَ عِبَادَکَ اِلٰی بَیۡتِکَ وَقَدۡ جِئۡتُ طَالِبًا رَحۡمَتَکَ وَ مُبۡتَغِیًا رِضۡوَانَکَ وَاَنۡتَ مَنَنۡتَ عَلَیَّ بِذٰلِکَ ، فَاغۡفِرۡلِیۡ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَکَانِیۡ وَ تَسۡمَعُ دُعَائِیۡ وَ نِدَائِیۡ وَلَا یَخۡفٰی عَلَیۡکَ شَیۡءٌ مِنۡ اَمۡرِیۡ ، ھٰذَا مَقَامُ الۡعَائِذِ الۡبَائِسِ الۡفَقِیۡرِ الۡمُسۡتَغِیۡثِ الۡمُقِرِّ بَخَطِیۡئَۃِ الۡمُعۡتَرِفِ بِذَنۡبِہٖ التَّائِبِ اِلٰی رَبِّہٖ فَلَا تَقۡطَعۡ رَجَائِیۡ وَلَا تُخَیِّبۡ اَمَلِیۡ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ۔

(الفتوحات ص۳۹۰ ج۴، فصل فی اذکار الطواف ، کتاب اذکار الحج ، کتاب المناسک)

رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان پڑھنے کی دعا

(۲۴)......رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(ابوداؤد، باب الدعاء فی الطواف ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۱۸۹۲)

(۲۵)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ' رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(ابن ماجہ، باب فضل الطواف ، ابواب المناسک ، رقم الحدیث:۲۹۵۷)

(۲۶)......رَبِّ قَنِّعۡنِیۡ بِمَا رَزَقۡتَنِیۡ ' وَبَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ ' وَاخۡلُفۡ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِیۡ بِخَیۡرٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۸۷ ج۸، ما یدعو بہ الرجل بین الرکن والمقام ، رقم الحدیث:۱۶۰۶۴ اور:ص۳۲۰ ج۱۵، ما یدعو بہ الرجل بین الرکن والمقام ، رقم الحدیث:۳۰۲۴۹)

زمزم پینے کی دعا

(۲۷)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا ، وَ رِزْقًا وَاسِعًا ، وَ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔(سنن دارقطنی ص۲۵۳ج۲، باب المواقیت ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۲۷۱۲)

(۲۸)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْرِبُہٗ لِظَمَأِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

(سنن دارقطنی ص۲۵۳ج۲، باب المواقیت ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۲۷۱۲)

حطیم اور میزاب رحمت کے نیچے پڑھنے کی دعا

(۲۹)......یَا رَبِّ اَتَیْتُکَ مِنْ شُقَّۃٍ بَعِیْدَۃٍ مُؤَمِّلًا مَعْرُوْفَکَ فَانِلْنِیْ مَعْرُوْفًا مِنْ مَعْرُوْفِکَ تُغْنِیْنِیْ بِہٖ عَنْ مَعْرُوْفٍ مَنْ سِوَاکَ یَا مَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ۔

(الاذکار من کلام سید الابرار (للنووی) ص۲۰۸، فصل فی الدعاء فی الحِجْر ، کتاب اذکار الحج ، قبل رقم الحدیث:۴۸۹)

صفا اور مروہ کی دعا

(۳۰)......﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ﴾ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ ، لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ ، وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔(یہ دعا تین مرتبہ پڑھے)

(مسلم، باب حجّۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۲۱۸)

(۳۱)......اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔(تین مرتبہ، پھر نمبر:۳۲/والی دعا پڑھے،اسی طرح سات مرتبہ کرے، مجموعی طور پر سات مرتبہ دعا اور اکیس مرتبہ تکبیر ہوں گی۔سعی میں بیت اللہ کو دیکھ کر

بھی اسی طرح پڑھے)

(سنن کبریٰ بیہقی ص۵۹۱ ج۹، باب الخروج الی الصفا والسعی بینهما والذکر علیهما ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۹۴۰۹۔اورص۵۹۵، رقم الحدیث:۹۴۱۸)

(۳۲)...... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ' لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ۔(یہ دعا تین مرتبہ پڑھے)

(نسائی، الذکر والدعاء علی الصفا ، کتاب مناسک الحج ، رقم الحدیث:۲۹۷۷)

(۳۳)......اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ: ﴿ اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ وَاِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ، وَاِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهٗ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ وَاَنَامُسْلِمٌ۔

(سنن کبریٰ بیہقی ص۵۹۵ ج۹، باب الخروج الی الصفا والسعی بینهما والذکر علیهما ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۹۴۱۹)

(۳۴)......اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ عَلٰى سُنَّةِ نَبِيِّكَ وَ تَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَ اَعِذْنِيْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔

(سنن کبریٰ بیہقی ص۵۹۷ ج۹، باب الخروج الی الصفا والسعی بینهما والذکر علیهما ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۹۴۲۳)

(۳۵)...... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ' لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ بِدِيْنِكَ وَ طَوَاعِيَتِكَ وَ طَوَاعِيَةِ نَبِيِّكَ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِيْ حُدُوْدَكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يُحِبُّكَ وَ يُحِبُّ

مَلائِکَتِکَ وَاَنْبِیَاءِ کَ وَ رُسُلِکَ وَ یُحِبُّ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ یَسِّرْنِیْ لِلْیُسْرٰی وَ جَنِّبْنِی الْعُسْرٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْآخِرَۃِ وَ الْاُوْلٰی ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَئِمَّۃِ الْمُتَّقِیْنَ وَمِنْ وَرَثَۃِ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ، اَللّٰھُمَّ لَا تَقْدِمْنِیْ لِتَعْذِیْبٍ وَلَا تُؤَخِّرْنِیْ لِسَیِّئِ الْفِتَنِ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

(الفتوحات ص۴۰۰ ج ۴۔الدعاء المسنون ص۳۹۱،صفااور مروہ کے درمیان سعی کی دعائیں)

میلین اخضرین کے درمیان پڑھے

(۳۶)......اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ۔

(کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۷۱، باب القول فی السعی بین الصفا والمروۃ ، جامع ابواب الحج رقم الحدیث:۸۶۹)

(۳۷)......رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ' اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۴۷ ج۸، ما یقول الرجل فی المسعی ، رقم الحدیث:۱۵۸۰۷/۱۵۸۰۹، اورص۳۲۴ ج۱۵، ما یدعوا بہ الرجل وھو یسعی بین الصفا والمروۃ ، کتاب الدعاء ، رقم الحدیث:۳۰۲۶۳)

(۳۸)......اَللّٰھُمَّ : ء اِنَّ ھٰذَا وَاحِدٌ اِنْ تَمَّا اَتَمَّہُ اللّٰہُ ' وَقَدْ أَتِمَّا

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۴۷ ج۸، باب ما یقول الرجل فی المسعی ، رقم الحدیث:۱۵۸۱۰۔ اورص۳۲۴ ج۱۵، مایدعوا بہ الرجل وھو یسعی بین الصفا والمروۃ ، رقم الحدیث:۱۵۸۱۰)

عرفات کی دعا

(۳۹)...... لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ' لَا شَرِیْکَ لَہٗ ' لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ '

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(ترمذی، باب فی دعاء یوم عرفة ، ابواب شتی من ابواب الدعوات ، رقم الحدیث:۳۵۸۵)

(۴۰)......سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهُ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقُبُوْرِ قَضَاءُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْهَوَاءِ رُوْحُهُ ' سُبْحَانَ الَّذِی رَفَعَ السَّمَاءَ ' سُبْحَانَ الَّذِی وَضَعَ الْاَرْضَ ' سُبْحَانَ الَّذِی لَا مَنْجَأَ مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ۔ (جو شخص عرفات کی شام ان دس کلمات کو ہزار مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالی سے جو مانگے اسے وہ ملے گا)

(معجم کبیر طبرانی ص۲۸۰ ج۱۰، رقم الحدیث:۱۰۵۵۴۔ و اخرجه ابو یعلی فی مسنده برقم: ۵۳۶۴۔و ابن حجر فی المطالب العالیة ' برقم:۱۱۶۹۔مجمع الزوائد ص۴۲۱ ج۳، باب الخروج الی منی و عرفة ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۵۵۴۸)

(۴۱)......اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ ' اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهِ ' اَسْاَلُکَ مَسْاَلَةَ الْمِسْکِیْنِ ' وَاَبْتَهِلُ اِلَیْکَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ ' مَنْ خَشَعَتْ لَکَ رَقَبَتُهُ ' وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنَاهُ ' وَذَلَّ لَکَ جَسَدُهُ ' وَ رَغِمَ لَکَ اَنْفُهُ ' اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِیًّا وَکُنْ بِیْ رَؤُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْؤُوْلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔

(معجم کبیر طبرانی ص۱۷۴ ج۱۱، رقم الحدیث:۸۷۵/۸۷۴۔مجمع الزوائد ص۴۲۲ ج۳، باب الخروج الی منی و عرفة ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۵۵۴۹)

(۴۲)...... لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ ' لَا شَـرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' وَهُـوَ عَـلٰـى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا بِالْهُدٰى ' وَزَيِّنَّا بِالتَّقْوٰى ' وَاغْفِرْلَنَا فِی الْآخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ' اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَ عَطَائِكَ رِزْقًا طَيِّبًا اَللّٰهُـمَّ اِنَّكَ اَمَـرْتَ بِالدُّعَاءِ وَ قَضَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ بِالْاِسْتِجَابَةِ وَاَنْتَ لَا تُـخْلِفُ وَعْدَكَ وَلَا تَكْذِبُ عَهْدَكَ ' اَللّٰهُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَبِّبْهُ اِلَيْنَا وَ يَسِّـرْهُ لَـنَـا ' وَمَـا كَـرِهْـتَ مِـنْ شَیْءٍ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا ' وَجَنِّبْنَاهُ وَلَا تَنْزِعْ عَنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ اَعْطَيْتَنَا۔

(كتاب الدعا للطبرانی ص۲۷۵، باب الدعاء بعرفات ، جامع ابواب الحج ، رقم الحديث: ۸۷۸)

(۴۳)......اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ تَقُوْلُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُوْلُ ' اَللّٰهُمَّ لَكَ صَـلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ ' وَ اِلَيْكَ مَآبِیْ ' وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِیْ ' اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ' وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ ' وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ ' اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِهِ الرِّيْحُ۔

(ترمذی، باب [دعاء عرفة " اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ" ، كتاب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث:۳۵۲۰)

(۴۴)......لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْـخَيْـرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا ' وَفِیْ صَدْرِیْ نُـوْرًا ' وَفِـیْ سَـمْـعِـیْ نُوْرًا ' وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا ، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ يَسِّـرْلِـیْ اَمْـرِیْ ' وَاَعُـوْذُبِكَ مِنْ وَسْوَاسِ الصَّدْرِ ' وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ ' وَفِتْنَةِ

الْقَبْرِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ ، وَ مِنْ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

(سنن کبری بیہقی ص۱۷۲ ج۱۰، باب افضل الدعاء دعاء یوم عرفة ، کتاب الحج ، رقم الحدیث: ۹۵۴۹)

(۴۵)......اَللّٰهُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَ هَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ یَتَجَهَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی قَرِیْبٍ مَلَّکْتَهُ اَمْرِیْ اِنْ لَمْ تَکُنْ سَاخِطًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ اَضَاءَ تْ لَهُ السَّمٰوَاتُ وَاَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ اَنْ تَحِلَّ عَلَیَّ غَضَبُکَ ، اَوْ تَنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطُکَ وَلَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ۔ (کنزالعمال ، جوامع الادعیة ، رقم الحدیث:۳۶۱۳)

(۴۶)......لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔(سومرتبہ)۔

(۴۷)......قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔(سومرتبہ)

(۴۸)......اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ۔(سومرتبہ)

(۴۹)......سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔(سومرتبہ)

(۵۰)......اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔(سومرتبہ)

(کنزالعمال ، ادعیة یوم عرفة ، رقم الحدیث:۱۲۱۱۰)

مزدلفہ کی دعا

(۵۱)...... رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(کتاب الدعا للطبرانی ص۲۷۵، باب الدعاء بالمزدلفة ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث: ۸۷۹)

یوم نحر کی دعا

(۵۲)......یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ، فَاَکْفِنِیْ شَانِیْ کُلَّهٗ ، وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ۔(کتاب الدعا للطبرانی ص۲۷۵، باب الدعاء بالمزدلفة ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث:۸۸۰)

رمی جمار کی دعا

(۵۳)......اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۳ ج۸، ما یقول الرجل اذا رمی الجمرة ،کتاب الحج ، رقم الحدیث: ۱۴۲۱۴۔مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۲۵ ج۱۵، ما یدعوا بہ اذا رمی الجمرة ، کتاب الدعاء ، رقم الحدیث:۳۰۲۶۶/۳۰۲۶۷/۳۰۲۶۸۔کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۷۶، باب القول عند رمی الجمار ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث:۸۸۱۔

بیت اللہ سے رخصتی کے وقت کی دعا

(۵۴)......اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَةٍ لِیْ بِخَیْرٍ ۔(کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۷۶، باب الدعاء بالمزدلفة ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث:۸۸۲)

حج میں جانے والے کو یہ دعا دے

(۵۵)......زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی ، وَ وَجَّھَکَ فِی الْخَیْرِ ، وَ کَفَاکَ الْھَمِّ۔

(اخرجه الطبرانی فی " الاوسط " ص۲۷۶، رقم الحدیث:۴۵۴۸۔مجمع الزوائد ص۳۶۲ ج۳، باب ما یقال للحاج عند الوداع والرجوع ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۵۲۸۵۔کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۶۲، باب ما یقال للحاج اذا قدم ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث:۸۲۹)

حج سے واپس آنے والے کو یہ دعا دے

(۵۶)......قَبِلَ اللّٰہُ حَجَّکَ ، وَ غَفَرَ ذَنْبَکَ ، وَ أَخْلَفَ نَفَقَتَکَ۔

(اخرجه الطبرانی فی " الاوسط " ص۲۷۶،رقم الحدیث:۴۵۴۸۔مجمع الزوائد ص۳۶۲ ج۳، باب ما یقال للحاج عند الوداع والرجوع ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۵۲۸۵۔کتاب الدعاء للطبرانی ص۲۶۲، باب ما یقال للحاج اذا قدم ، جامع ابواب الحج ، رقم الحدیث:۸۲۹)

عمرہ سے واپس آنے والے کو یہ دعا دے

(۵۷)...... بَرِّ الْعَمَلَ ، بَرِّ الْعَمَلَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۲۷ ج۸، ما یقال اذا رجع من العمرۃ ، رقم الحدیث:۱۶۰۶۰)

(۵۸)...... بَرِّ نُسُکَکَ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۸۲۴ ج۸، ما یقال اذا رجع من العمرۃ ، رقم الحدیث:۱۶۰۶۱)

حج اور عمرہ کے سفر سے واپسی کی دعا

(۵۹)......اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔(تین مرتبہ)

لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْـدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی

كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

(مسلم، باب ما يقول اذا رجع من سفر الحج و غيره ، كتاب الحج ، رقم الحديث:۱۳۴۲)

صفامروہ، عرفات ومزدلفہ، اورمنیٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک جامع دعا

(۶۰)......اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ بِدِيْنِكَ وَ طَوَاعِيَتِكَ وَ طَوَاعِيَةِ رَسُوْلِكَ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِيْ حُدُوْدَكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يُحِبُّكَ وَ يُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَيُحِبُّ رُسُلَكَ وَيُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِيْ اِلَيْكَ وَاِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَاِلٰى رُسُلِكَ وَاِلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنِيْ لِلْيُسْرٰى وَجَنِّبْنِي الْعُسْرٰى وَاغْفِرْلِيْ فِي الْآخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ، وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ، وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ، اَللّٰهُمَّ اِذْ هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ فَلَا تَنْزِعْنِيْ مِنْهُ وَلَا تَنْزِعْهُ مِنِّيْ حَتّٰى تَقْبِضَنِيْ وَاَنَا عَلَيْهِ۔

(حياة الصحابہ ص ۱۰۶ ج ۴، دعوات عبد الله بن عمر رضى الله عنهما ، الباب الخامس عشر : باب كيف كان النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه يعُجُّون الى الله بالدعوات۔

حیاۃ الصحابہ (مترجم) ص ۵۸۰ ج ۲، بعنوان: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعائیں)

آپ ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام

(۶۱)......اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ، اَلسَّلَامُ

عَلَیْکَ یَا عُمَرُ۔

(سنن کبری بیہقی ص۵۰۴ ج۱۰، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۰۳۶۶۔مصنف عبدالرزاق ص۵۷۶ ج۳، باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۶۷۲۴)

(۶۲)......اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ۔

(وفاءالوفاء۱۴۱۰ ج۲، الفصل الثانی فی بقیة ادلة الزیارة وان لم تتضمن لفظ الزیارة نصا۔عمدة المناسک ص۶۹۱)

(۶۳)......اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبَا بَکْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عُمَرُ۔

(وفاءالوفاء ص۱۴۱۰ ج۲، الفصل الثانی فی بقیة ادلة الزیارة و ان لم تتضمن لفظ الزیارة نصا)

احرام میں کعب سے مراد

اس مختصر رسالہ میں: محرم کو خفین پہننے اور کاٹنے کے بارے میں چند روایات، حالت احرام میں دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے، کعب سے مراد اور چند مسائل، کعب کی تفسیر میں فقہاء کی رائیں اور عبارات، صاحب نعمۃ الباری کی ایک تحقیق وغیرہ امور جمع کئے گئے ہیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالت احرام میں چپل پہننے کا مسئلہ ایک مشہور مسئلہ ہے، اس میں ''کعب'' سے مراد کیا ہے؟ اور کون سا ٹخنہ کھلا رکھنا ضروری ہے؟ بعض فتاوی میں صرف پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی کا کھلا رکھنا ضروری لکھا ہے، اور بعض حضرات اس کے علاوہ وضو میں جس ہڈی کو دھونا ضروری ہے ان کا کھلا رکھنا بھی ضروری بتلاتے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں مسئلہ مذکورہ پر اکابر کی تحریرات کو جمع کیا گیا ہے۔

اس جزئیہ کے بارے میں چند احادیث اور اس کے بارے میں چند مسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ آخر میں ''خاتمہ'' کے عنوان سے مکتب بریلوی کے ایک مشہور عالم اور ''بخاری'' و''مسلم'' کے شارح اور ''تبیان القرآن'' کے مصنف مولانا غلام رسول سعیدی کی ایک تحقیق بھی پیش کی گئی ہے، مقصد یہ ہے کہ اہل علم اس مسئلہ پر دونوں طرف کی تحریریں پڑھیں اور دونوں طرف کی آراء ان کے پیش نظر رہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۳ / جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ، مطابق: ۶ / جنوری ۲۰۲۲ء

جمعرات

محرم کو خفین پہننے اور کاٹنے کے بارے میں چند روایات

(۱)......ابن عباس رضی الله عنهما قال : سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یخطُب بعرفات : من لم یجدِ النّعلین فَلْیَلْبَسِ الخُفّین ، و من لم یجد اِزاراً فلْیلبس سّراویل للمحرم۔

(بخاری، باب لُبسِ الخفین للمحرم اذا لم یجد النعلین ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث: ۱۸۴۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ: جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے، یہ حکم محرم کے لئے ہے۔

(۲)......عن سالم ، عن أبیه عبد الله رضی الله عنه : سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یلبس المحرم من الثِّیاب ؟ فقال : لا یَلْبَسِ القمیصَ ، ولا العمائمَ ، ولا السّراویلات ولا البُرْنُسَ ولا ثوبا مسّه زعفران ولا وَرْسٌ ، وان لم یَجِدْ نعلین فَلْیَلْبَسِ الخُفّین وَلْیَقْطَعْهُما حتّی یکونا أسفل من الکعبین۔

(بخاری، باب لُبسِ الخفین للمحرم اذا لم یجد النعلین ، کتاب جزاء الصید ، رقم الحدیث: ۱۸۴۲)

ترجمہ:......حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور لمبی ٹوپی (جو کان کو ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا

ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتی کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

(۳)......عن هشام بن عروة ، عن أبيه قال : اذا اضطر المحرم الى الخُفّين خرق ظهورهما وترک فیهما ما يتمسک رجلاه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۵۰ ج۸، فی المحرم يُضطرُّ الى الخُفين ، كتاب المناسک ، رقم الحديث:۱۴۸۵۵)

ترجمہ:......حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: محرم اگر موزے پہننے پر مجبور ہو تو وہ موزوں کے اوپر والے حصہ کو پھاڑ دے اور ان میں اتنی جگہ چھوڑ دے جو اس کے پاؤں کو روک سکے۔

حالت احرام میں دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے

(۱)......حالت احرام میں دونوں ٹخنے - یعنی جہاں وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے، اور پاؤں کی وہ ابھری ہوئی ہڈی جہاں بال اگتے ہیں اور جوتے کا تسمہ باندھا جاتا ہے- کھلا رکھنا ضروری ہے۔ (تحفۃ القاری ص۴۴۳ ج۱۔ کتاب العلم، حدیث نمبر:۱۳۴ر کے تحت)

(۲)......مرد کے پیر کی بیچ کی ہڈی اور دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۳۷۵ر۳۷۷ ج۳)

(۳)......اگر جوتا نہ ہو تو موزہ کو وسط قدم پر سے کاٹ کر پہنے۔ (زبدۃ) اس طرح پر کہ پیر کی پشت کی ہڈی کھلی رہے مع اوپر کے دونوں ٹخنوں کے۔ (ناقل)۔

(زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ص۱۰۳ر۱۰۴، جو کام احرام میں کرنے منع ہیں ان کا بیان)

کعب سے مراد اور چند مسائل

مسئلہ:......ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ: یہاں کعب سے مراد معقد الشراک ہے، یعنی وہ ہڈی جو وسط قدم میں ابھری ہوئی ہے، جہاں تسمہ باندھتے ہیں، بخلاف وضو کے کہ وضو کے اعضاء میں کعب سے مراد وہ ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو قدم کے دونوں طرف ہوتی ہیں اور جنہیں ٹخنے کہا جاتا ہے۔ (ہدایہ ص ۲۱۹ ج ۱۔ فتح القدیر ص ۳۴۶ ج ۲)

مسئلہ:......شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''ابن ابی شیبہ'' کی روایت سے حنفیہ کا یہ مسلک صریحا ثابت ہوتا ہے: جب محرم موزے پہننے پر مجبور ہو تو انہیں اوپر سے پھاڑ ڈالے اور صرف اس قدر رہنے دے جس سے پاؤں موزوں کو تھامے رہیں۔ (بغیۃ السالک ص ۴۹۹)

مسئلہ:......احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کعبین سے نیچے کٹے ہوئے موزے کا پہننا محرم کے لئے اس وقت جائز ہوگا جبکہ اسے چپل میسر نہ ہو، موزے کاٹنے کا حکم مجبوری کی صورت میں ہے۔ (فتح القدیر ص ۳۴۶ ج ۲)

مسئلہ:......جس شخص کو چپل (یا ایسا جوتا جس میں پاؤں کی پشت کی ہڈی کھلی رہے) میسر ہو تو وہ موزے نہ کاٹے، کیونکہ اب ایسا کرنا بلاضرورت مال کا ضائع کرنا ہے۔

(بحر الرائق ص ۳۲۴ ج ۲)

مسئلہ:......طبرانی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ: جب محرم چپل پہننے پر قادر ہو تو اسے موزے پہننا جائز نہیں، اگرچہ انہیں کعبین کے نیچے سے کاٹ دیا ہو۔

(شرح اللباب ص ۳۱۰، باب الجنایات)

مسئلہ:......احرام کی حالت میں پاؤں میں ہر اس جوتے کا پہننا جائز ہے، جس سے وسط

قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کھلی رہے، خواہ وہ چپل ہو یا سلیپر ہو یا ہندوستانی و پاکستانی دیسی جوتا اور نیوکٹ وغیرہ ہو۔ (بحرالرائق ص ۳۲۴ ج ۲۔ عمدۃ الفقہ ص ۱۴۰ ج ۴۔ عمدۃ المناسک ص ۲۱۴)

حالت احرام میں موزے پہننا منع ہے

مسئلہ:......حالت احرام میں موزے پہننا منع ہے، لہذا اگر کوئی محرم حالت احرام میں ایک دن اس طرح موزے پہنے رہا کہ اس کو قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹا نہیں تھا تو دم واجب ہوگا۔ (مستفاد: کتاب النوازل ص ۳۷۳ ج ۷، جنایات احرام)

''ولو لبس الخفين قبل القطع يوما فعليه دم''۔ (غنیۃ الناسک ص ۲۵۴)

''وان لبسهما بعد القطع اسفل من موضع الشراک فلا شیء عليه''۔

(غنیۃ الناسک ص ۲۵۴، مطلب في لبس الخفين ، الفصل الثاني في لبس المخيط)

''فتاوی قاسمیہ'' کا فتوی

مسئلہ:......حالت احرام میں پیر کی جس ہڈی کو ڈھانکنے کی ممانعت ہے، اس سے مراد پنجہ کی وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جو پیر کی انگلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہوتی ہے جو عام طور پر ہوائی چپل وغیرہ پہننے کی حالت میں چپلوں کے تسمہ کے ذریعہ سے وہاں تک نہیں ڈھکتا۔ اور اس جگہ بال اگ جاتے ہیں۔ (فتاوی قاسمیہ ص ۲۰۴ ج ۱۲، سوال نمبر: ۵۰۲، باب المیقات والاحرام)

''فتاوی دارالعلوم زکریا'' کا فتوی

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم: سوال ''حالت احرام میں مرد کے لئے پیر کا کون سا حصہ کھلا رکھنا ضروری ہے''؟ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......صورت مسئولہ میں مرد کے پیر کی بیچ کی ہڈی اور دونوں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری

ہے۔.....

کعب کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

''لسان العرب''میں ہے:

''وكعب الانسان : ما أشرف فوق رسغه عند قدمه ، وقيل : هو العظم الناشز فوق قدمه ، وقيل : هو العظم الناشز عند ملتقى الساق والقدم ، وقيل : الكعبان من الانسان : العظمان الناشزان من جانبي القدم ، وقال ابن الاثير : الكعبان العظمان الناشزان عند مفصل الساق والقدم''۔

(لسان العرب ص۷۱۸ ج۱۔تاج العروس ص۴۵۶ ج۱)

''معجم مقاییس اللغۃ''میں ہے:

'' كعب الرجل : وهو عظم طرفي الساق عند ملتقى القدم و الساق ''۔

(معجم مقاییس اللغۃ ص۱۸۶ ج۵)

''القاموس الفقہی''میں ہے:

''العظم الناشز عند ملتقى الساق والقدم ، المفصل بين الساق والقدم ، وعند الجعفرية : هو العظم المرتفع في ظهر القدم الواقع فيما بين المفصل والمشط ، ونسبه بعضهم الى محمد بن الحسن رحمه الله وحكاه الرافعي وجهاً للشافعية ''۔

(القاموس الفقہی ص۳۱۹)

مذکورہ بالا کتب لغات سے کعب کے دو معنی معلوم ہوتے ہیں:(۱): پشت قدم پر ابھری ہوئی ہڈی، (۲): ٹخنہ ، وہ اٹھی ہوئی ہڈی ہے جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر ہے دونوں جانب۔ پس ہر پاؤں میں دو ٹخنے ہیں،لہذا حالت احرام میں دونوں کو کھلا رکھنا ضروری

ہے۔

شراح حدیث کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ ''عمدۃ القاری'' میں فرماتے ہیں:

''قوله : وليقطعهما أسفل من الكعبين ، كشف الكعبين فى الاحرام وهما العظمان الناتئان عند مفصل الساق والقدم ، و يؤيده ما رواه ابن ابى شيبة : عن جرير عن هشام ابن عروة عن أبيه قال : اذا اضطر المحرم الى الخفين خرق ظهورهما و ترک فيهما قدر ما يستمسک رجلاه ، وقال بعضهم : وقال محمد بن الحسن رحمه الله ومن تبعه من الحنفية : الكعب هنا هو العظم الذى فى وسط القدم عند مقعد الشراک ، وقيل : ان ذلک لا يعرف عند أهل اللغة ، قلت : الذى قال : لايعرف عند أهل اللغة ، هو ابن بطال ' والذى قاله هو لا يعرف ، وكيف والامام محمد بن الحسن رحمه الله امام فى اللغة والعربية ؟''۔

(عمدۃ القاری ص۵۸ ج۶ ۱۵۴۲/، باب ما لا يلبس المحرم من الثياب، ملتان۔ وکذا فی فتح الباری ص۴۰۳ ج۳)

حضرت شیخ ''اوجز المسالک'' میں فرماتے ہیں:

'' قوله : وليقطعهما من الكعبين المراد بهما ههنا عندنا معشر الحنفية مقعد الشراک وهو المفصل الذى فى وسط القدم بخلاف المراد فى الوضوء.....وقال المجد : الكعب كل مفصل للعظام والعظم الناشز فوق القدم والناشزان من جانبيهما ،

قال الحافظ : وهما العظمان الناتئان عند مفصل الساق والقدم ، و يؤيده ما رواه

ابن أبی شیبة : عن جریر عن هشام ابن عروة عن أبیه قال : اذا اضطر المحرم الی الخفین خرق ظهورهما و ترک فیهما قدر ما یستمسک رجلاه ، انتهی ،

قلت : ولیت شعری کیف أید الحافظ کلامه بهذا الأثر ' فانه صریح فی أن المراد منه مفصل القدم ' لانه ورد فی روایات کثیرة انه صلی الله علیه وسلم کان یمسح علی ظهور الخفین ولم یقل احد : ان محل المسح هو العظم الناتئ عند مفصل الساق والقدم ، وأیضاً قوله : وترک فیهما قدر ما یستمسک رجلاه ، یومی الی قول الحنفیة ، کما لا یخفی ، وما حکاه الحافظ : وقیل : ان ذلک لا یعرف عند اهل اللغة ، تعقبه العینی وقال : محمد امام فی اللغة والعربیة ، وقال الرازی فی تفسیره : کان الاصمعی یختار هذا القول''۔

(اوجزالمسالک ص۳۶۸ج۶، باب ما ینهی عنه من لبس فی الاحرام ، دار القلم ، دمشق)

نیز کتب فقہ کے حوالجات ملاحظہ فرمائیں:غنیۃ الناسک :۴۵،کراچی۔شامی۲/۴۹۰، والدر المختار مع حاشیۃ الطحطاوی :۱/۴۹۴۔ وارشادالساری الی مناسک الملاعلی القاری مع شرح اللباب :۱۳۱، بیروت۔معلم الحجاج ص۲۳۶۔ زبدۃ المناسک مع عمدۃ الناسک ص۱۰۴۔عمدۃ الفقہ ص۱۴۰ج۴۔کتاب المناسک،امدادیہ۔

اکثرعوام وخواص میں یہ مشہور ہے کہ فقط پیر کی بیچ کی ہڈی کھلی رکھنا ضروری ہے، یہ بالکل غلط ہے، بلکہ جانبین کے دونوں ٹخنے جو وضومیں دھوئے جاتے ہیں ان کا کھلا رکھنا بھی ضروری ہے۔(فتاوی دارالعلوم زکریاص۳۷۵/۳۷۷ج۳)

حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق

حضرت مولانا شیر محمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ:......اگر جوتا نہ ہوتو موزہ کو وسط قدم پر سے کاٹ کر پہنے۔(زبدۃ) اس طرح پر کہ پیر کی پشت کی ہڈی کھلی رہے مع اوپر کے دونوں ٹخنوں کے۔(ناقل)۔

مسئلہ:......احرام والے کو موزہ اور جراب پہننا جائز نہیں اگر چہ ایک پیر میں پہنے، اسی طرح ہر وہ مخیط (سلی ہوئی) چیز جو پیر میں ساق سے لے کر پیر کے نصف میں اوپر ابھری ہوئی ہڈی تک چھپ جائے تو ناجائز ہے، کیونکہ پیر کا ساق سے لے کر بیچ کی ہڈی سے نیچے تک مخیط کپڑے یا چمڑے وغیرہ سے کھلا رکھنا واجب ہے، بخلاف غیر مخیط کے مثل رومال وغیرہ سے ڈھانکنا جائز ہے۔(ناقل)

ضروری انتباہ:......اکثر عوام وخواص میں یہ مشہور ہے کہ فقط پیر کی بیچ کی ہڈی کھلی رکھنا ضروری ہے، یہ بالکل غلط ہے، مگر وضو میں جو دو کعبین دھونے واجب ہیں ان کے اوپر سے لے کر پیر کی بیچ کی ہڈی سے بھی کچھ نیچے تک کاٹنا چاہیئے کہ اچھی طرح پیر کی ہڈی سے نیچے اوپر دونوں ٹخنوں تک مع اطراف پیر اور ایڑی کے موزہ وغیرہ سے خالی رہے اور مثل جوتی کے رہ جائے۔(ناقل)

(زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ص۱۰۳/۱۰۴، جو کام احرام میں کرنا منع ہیں ان کا بیان)

خاتمہ......''الکعبین'' کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے

''الکعبین'' کے متعلق علامہ بدرالدین محمود بن العینی المتوفی:۸۵۵ھ نے صحیح البخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ''کعب'' کا تثنیہ ہے اور یہاں اس سے مراد وسط قدم کی وہ جگہ (ہڈی یا جوڑ) ہے جہاں جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں نہ کہ وہ ابھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے، کیونکہ ''کعب'' سے مراد وہ ابھری ہوئی ہڈی وضو کے باب میں ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ص ۳۳۵ ج ۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت:۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی رحمہ اللہ کی تفسیر پر مصنف (صاحب نعمۃ الباری) کا تبصرہ

پنڈلی کے جوڑ پر جو ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے اس کو عرف عام میں ٹخنہ کہتے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ حج میں ''کعب'' سے مراد ٹخنہ نہیں ہے، بلکہ اس سے وسط قدم مراد ہے یعنی موزوں کو وسط قدم تک کاٹا جائے نہ کہ صرف ٹخنوں تک لیکن اس پر قوی اشکال یہ ہے کہ حدیث میں ''کعبین'' کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: دو ہڈیاں اور وسط قدم میں تو صرف ایک ہڈی ہے اس پر ''کعبین'' کا لفظ صادق نہیں آئے گا ''کعبین'' کا لفظ تو صرف ٹخنوں پر صادق آئے گا جو ہر پیر میں دو ہوتے ہیں اس پر دوسرا قوی اشکال یہ ہے کہ موزوں کو ''کعبین'' تک کاٹنے کا مقصد تو یہ ہے کہ جوتوں کی بجائے ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا جائے اگر ''کعبین'' سے مراد ٹخنے لئے جائیں تو پھر ٹخنوں تک موزوں کو کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہن کر چلا جا سکتا ہے لیکن اگر ''کعبین'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی لی جائے اور وہاں تک موزوں کو کاٹ دیا جائے تو ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا نہیں جا سکتا کیونکہ اب ان موزوں کے ٹھہرنے اور ٹکنے کی کوئی

صورت نہیں ہوگی اور محرم کی عجیب صورت حال ہوگی اس کا آدھا پیر تو موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو اس مضحکہ خیز صورت حال پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

ابن حجر کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت سے رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ متوفی :۸۵۲ھ اس حدیث (۱۵۴۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اور فقہاء احناف رحمہم اللہ میں سے ان کے متبعین نے کہا ہے کہ: ''کعب'' سے مراد یہاں وہ ہڈی ہے جو قدم کے وسط میں ہوتی ہے جس جگہ جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ''کعب'' کا یہ معنی اہل لغت کے نزدیک معروف نہیں ہے، اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول ثابت نہیں ہے، اور اس قول کو ان سے نقل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہشام بن عبید اللہ الرازی نے محرم کے مسئلہ میں ان سے یہ سنا کہ محرم کو جب جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو کاٹ لے، پھر امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا اور اس کو ہشام نے وضو میں پیر دھونے کی طرف نقل کر دیا، اسی وجہ سے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ اور دوسرے ان علماء پر رد کیا گیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ معین ہڈی ہے جو قدم کی پشت پر ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''کعب'' کا یہ معنی امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے، اور اگر بالفرض یہ نقل صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہو۔ اور اصمعی نے امامیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''کعب'' وہ گول ہڈی ہے جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر ہوتی ہے، اور جمہور اہل لغت نے یہ

کہا ہے کہ: ہر قدم میں دو ''کعب'' ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۹، دار المعرفہ، بیروت: ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے ''ہدایہ'' میں لکھا: ''الکعب'' سے مراد وہ ابھری ہوئی بلند ہڈی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''الکعب'' وہ ہڈی ہے جو قدم کے جوڑ میں ہوتی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر بلند ہوتی ہے (یعنی ٹخنے) اور الاصمعی نے ان لوگوں کے قول کا انکار کیا ہے جنہوں نے کہا: یہ ہڈی قدم کی پشت پر ہوتی ہے، انہوں نے جوہری سے یہ نقل کیا ہے کہ زجاج نے کہا کہ ''الکعبان'' دو بلند ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے آخر میں قدم کے ساتھ ہوتی ہیں (یعنی ٹخنے) اور ہڈیوں کا ہر جوڑ ''کعب'' ہے مگر یہ دونوں ''کعب' دائیں اور بائیں قدم میں ظاہر ہوتے ہیں، اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ کہا جائے دو ''کعب'' وہ ہیں جن کی یہ اور یہ صفت ہے۔ (الصحاح للجوہری ج ۱ ص ۲۱۳، دار العلم للملایین، بیروت: ۱۳۶۷ھ)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس عبارت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ: ''کعب'' سے مراد وہ ہڈی لینا جو قدم کی پشت پر ہوتی ہے، یہ شیعہ کا قول ہے، اور اصمعی نے اس قول کا رد کیا ہے۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۴۵۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابن اثیر الجزری متوفی: ۶۰۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(النہایہ ج ۴ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۱۸ھ)

علامہ طاہر پٹنی گجراتی متوفی: ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۱۶، مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ: ۱۴۱۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور ''المختصر'' میں لکھا ہوا ہے: ہر پیر میں دو ''کعب'' ٹخنے ہوتے ہیں اور پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر دو طرفوں کی ہڈیاں ہوتی ہیں۔

(مختصر القدوری ص ۳۰، ادارۃ القرآن: ۱۴۲۲ھ)

ابن جنی نے کہا: ابوکبیر کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ''الکعبین'' وہ بلند ہڈیاں ہیں جو ہر پنڈلی کے نیچے اس کی کروٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ معین ہڈی' جو قدم کی پشت میں ہوتی ہے وہ کعب نہیں ہے، اور الازہری نے ''التہذیب'' میں ثعلب سے نقل کیا ہے کہ 'الکعبان' دو بلند ہڈیاں ہیں، انہوں نے کہا: یہ ابوعمرو بن العلاء اور الاصمعی کا قول ہے اور ''کتاب المنتہی'' اور جامع القراز'' میں مذکور ہے: ''الکعب'' وہ بلند ہڈی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر ہوتی ہے اور ہر پیر میں دو کعب (ٹخنے) ہوتے ہیں اور اس کی جمع ''کعوب'' اور ''کعاب'' ہے۔

امامیہ اور تمام وہ لوگ جو پیروں پر مسح کے قائل ہیں' انہوں نے کہا: یہ گول ہڈی ہے جیسی بکریوں اور گایوں کی ہڈی ہوتی ہے جو پنڈلی کے نیچے وہاں رکھی ہوئی ہے' جہاں پنڈلی اور قدم کا جوڑ ہے' جو تسمہ باندھنے کی جگہ ہے، اور فخر الدین ابن الخطیب نے کہا: الاصمعی نے ''الکعب'' میں امامیہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا: دو بلند طرفوں کو ''نجمان'' کہا جاتا ہے، اور یہ نقل اس کے خلاف ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور اگر ''کعب'' وہ ہوتا جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے تو ہر پیر میں ایک ''کعب'' ہوتا، پھر مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ پیروں کو ''کعاب'' تک دھویا جائے' کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی خلقت میں جو عضو واحد ہے' اس کا تثنیہ جمع کے صیغہ سے آتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾۔ (التحریم: ۴)

پس بے شک تم دونوں کے دل راہ اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالی نے ''الی الکعبین '' کی جگہ'' الی الکعاب '' کیوں نہیں فرمایا، اور ''کعب '' سے قدم کے پشت کی ہڈی کو مراد لینا ایک مخفی چیز ہے جس کو شارحین کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ہم نے جو''کعبین '' کا معنی ذکر کیا ہے (یعنی ٹخنے) یہ معنی ہر ایک کو معلوم ہے اور مکلّف کرنے کا مدار ظاہر معنی پر ہوتا ہے نہ کہ مخفی معنی پر، نیز حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے دائیں پیر کو''الکعبین'' تک دھویا، پھر اسی طرح بائیں پیر کو دھویا۔

(صحیح البخاری:۱۵۹۔صحیح مسلم:۲۲۶،الرقم المسلسل:۵۲۷۔سنن ابوداؤد:۱۰۶۔سنن نسائی:۸۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر پیر میں دو''کعب'' (ٹخنے) ہیں' اور اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا رکھو، اللہ کی قسم! تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کردے گا، حضرت نعمان (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے کے ساتھ چمٹاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے''کعب'' کو اس کے''کعب' کے ساتھ۔(ابوداؤد:۶۶۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص اپنے''کعب'' کو اپنے صاحب کے'کعب' کے ساتھ چمٹاتا تھا اگر''کعب'' کا معنی وسط قدم کی ہڈی ہو تو پھر کوئی شخص اپنے''کعب'' کو نماز میں اپنے صاحب کے''کعب '' کے ساتھ نہیں ملاسکتا' یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ''کعب '' کا معنی ٹخنے ہو۔

درج ذیل حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ''کعب '' کا معنی وسط قدم کی ہڈی نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا معنی ٹخنہ ہی ہوسکتا ہے۔

حضرت طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا آپ کے اوپر سرخ جبہ تھا اور آپ فرمارہے تھے: اے لوگو! کہو: لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) تم فلاح پالو گے، اور ایک آدمی آپ کے پیچھے آپ کو پتھر مار رہا تھا اور آپ کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) اور آپ کے ''کعبین'' (ٹخنوں) سے خون بہ رہا تھا اور وہ آدمی یہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ بہت بڑا جھوٹا ہے، میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ عبدالمطلب کے بیٹے (پوتے) ہیں' پھر میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے جوان کا پیچھا کررہا ہے اوران کو پتھر ماررہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عبدالعزی ابولہب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۴ص ۳۰۰، ادارۃ القرآن:۱۴۰۶ھ۔صحیح ابن حبان:۶۵۶۲،مؤسسۃ الرسالۃ ،بیروت:۱۴۱۴ھ۔سنن دارقطنی:۲۹۴۴/ج۳ص۴۴،دارالمعرفہ،بیروت:۱۴۲۲ھ۔المستدرک: ۴۲۱۹/ج۲ص۶۱۲۔ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔مکتبہ نزار مصطفیٰ:۱۴۲۰ھ جمع الجوامع للسیوطی: ۱۱۴۵۱۔سنن بیہقی ج۱ص۷۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ بلند ابھری ہوئی ہڈی ہے جو قدم کی جانب میں ہوتی ہے یعنی ٹخنہ جب کوئی شخص کسی چلنے والے کو پیچھے سے پتھر مارے گا تو وہ اس کے وسط قدم کی پشت پر نہیں لگے گا وہ اس کے ٹخنے پر ہی لگ سکتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا: ''کعب'' کا یہی معنی صحیح ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: صاحب

ہدایہ نے اس قول کو صحیح کہہ کر ہشام بن عبداللہ رازی کی روایت سے احتراز کیا ہے کہ 'کعب' قدم کی پشت پر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ ہشام کو امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ نے محرم کے مسئلہ میں یہ کہا ہے کہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ''کعبین'' (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ لے اور امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا، پس ہشام نے اس قول کو ''باب طہارت'' میں نقل کردیا۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ''کعب'' وہ ہڈی ہے جو قدم کی پشت میں ابھری ہوئی ہوتی ہے، اور اس پر اعتراض کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو کہا ہے اس کو اہل لغت نہیں پہچانتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حجر کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب سے جہالت ہے، کیونکہ ابن حجر نے جو نقل کیا ہے وہ امام ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے اور نہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے کسی نے اس قول کو نقل کیا ہے، پس اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ نے ایسے ایسے کہا ہے اور یہ ان کی ائمہ کے خلاف بہت بڑی جرأت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج اص ۶۹ / ۱۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان: ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر صاحب نعمۃ الباری کا محاکمہ

دراصل علامہ عینی خود بھول گئے کہ وہ 'عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں کیا لکھ چکے ہیں، انہوں نے وہاں لکھا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی وہ ہڈی ہے جس پر جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں' نہ کہ وہ ابھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۵)

اور علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو یہ عتاب کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ

نے کہا ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور یہ اہل لغت کے نزدیک ثابت نہیں، سو یہ بھی علامہ عینی کا بے جا عتاب ہے، علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے نہ کہ امام محمد کا، ہم علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن حجر کی روح سے معذرت خواہ ہیں اور ہم اس پر شرمندہ ہیں کہ ہمارے بہت بڑے حنفی عالم نے علامہ ابن حجر کی شان میں نازیبا کلمات کہے جب کہ وہ ان کلمات کے مصداق نہیں ہیں اور جو کچھ علامہ عینی نے ان کے خلاف کہا، وہ ان سے بری ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں محققین پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ان کے درجات بلند کرے، بے شک علامہ ابن حجر نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی نہیں ہے، بلکہ ٹخنے کی ہڈی ہے، لیکن انہوں نے صرف اہل لغت کے مبہم اقوال سے استدلال کیا ہے، اس پر انہوں نے ایک بھی حدیث نہیں پیش کی، جبکہ علامہ عینی نے اس پر متعدد کتب لغت کے حوالے دیئے ہیں، نحوی قواعد سے استدلال کیا ہے اور حضرت عثمان، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت طارق بن عبد اللہ محاربی رضی اللہ عنہم کی صحیح اور صریح احادیث سے استدلال کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن حجر کی بہ نسبت علامہ عینی کی احادیث پر بہت گہری نظر ہے اور علم میں ان کا مرتبہ حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ ہے، لیکن انسانی کمزوریوں سے کوئی بشر خالی نہیں ہے، اور معاصرانہ تعصب بھی انسانی کمزوری ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی: ۹۷۰ھ نے علامہ عینی کی طرف سے لکھا ہے،

وہ لکھتے ہیں:

ہشام نے جو امام محمد سے روایت کی ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے، یہ ان کا سہو ہے، کیونکہ انسان کے جن اعضاء کا تثنیہ (دو دو) لکھنا ہو تو ان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسے: ﴿ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾۔ (التحریم:۴) میں ہے،

یعنی: تم دونوں کے دل قدرے کج ہو گئے۔

اور اگر ہشام کی روایت صحیح ہوتی تو قرآن مجید میں ''الی الکعبین'' کی بجائے ''الی الکعاب'' ہوتا جیسے ''الی المرافق'' ہے، اسی طرح ''المبسوط'' میں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روایت پر لغت اور سنت سے رد کیا جائے۔

رہی لغت تو صحاح میں یہ تصریح ہے کہ ''کعب'' ابھری ہوئی بلند ہڈی کو کہتے ہیں، اور الاصمعی نے اس قول کو رد کر دیا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے، انہوں نے کہا کہ ''کعب'' کلام عرب میں علو (بلندی) سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے ''کعبۃ'' کہتے ہیں، کیونکہ وہ بلند ہے۔

اور رہی سنت تو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو، ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے سے ملاتا اور اپنے ''کعب'' کو اپنے صاحب کے ''کعب'' سے ملاتا (اور یہ اسی وقت ہوگا جب ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہو نہ کہ وسط قدم کی پشت کی ہڈی)۔

(البحر الرائق ج۱ص۱۳،۱۴، المکتبۃ الماجدیہ، کوئٹہ)

علامہ سید امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی: ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

''کعبین''قدم کی دونوں جانبوں میں دوا بھری ہوئی ہڈیاں ہیں (یعنی ٹخنے) پھر انہوں نے''البحر الرائق'' کے دلائل کے حوالے سے ہشام کی اس روایت کا رد کیا ہے کہ' الکعب ' وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

''کعب'' کی تفسیر میں ''صحیح البخاری'' کے دیو بندی شارحین کی لغزش

''صحیح بخاری'' کے دیو بندی شارحین اس تحقیق پر مطلع نہیں ہو سکے اور انہوں نے زیر بحث حدیث البخاری:۱۳۴ر کی شرح میں لکھا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

اگر جوتے کو اوپر سے اس طرح چاروں طرف سے کاٹ دیا جائے کہ پاؤں کا اوپر کا حصہ اور بیچ کی ہڈی کھلی رہی تو وہ بھی جائز ہے۔

(انوار الباری ج ٦ ص ۳۱۲،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث میں تو جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا حکم ہے، اور انہوں نے اس کی شرح میں جوتے کو چاروں طرف سے کاٹنے کو لکھا ہے۔

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''کعبین'' سے وسط قدم کی ہڈی مراد ہے، یعنی اس طرح کاٹ لیں کہ اس سے نیچے ہو جائیں۔(انعام الباری ج ۲ ص ۲۲٦، مکتبۃ الحراء، کراچی)

''کعب'' سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وضو کی بحث میں ''کعب'' سے مراد ٹخنہ ہے اور محرم کی بحث میں ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی ہے، سو یہ قول بالکل غلط ہے، کیونکہ جب کتب

لغت، نحوی قواعد اور احادیث سے ثابت ہوگیا کہ ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہے تو اس کو محرم کی بحث میں وسط قدم کی ہڈی پر محمول کرنے کا کیا جواز ہے؟ نیز نبی کریم ﷺ نے محرم کے متعلق ہی فرمایا ہے کہ: وہ موزے کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ لے اور ''کعبین'' تثنیہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: دو ''کعب'' اور ہر پیر میں دو کعب ٹخنے ہی ہوتے ہیں، وسط قدم کی ہڈی تو ایک ہے دو نہیں ہے، اس پر ''کعبین'' کا اطلاق کیسے درست ہوگا؟ دوسرے یہ کہ اگر موزے کو وسط قدم سے کاٹ دیا جائے تو آدھا پیر موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا، اور آدھے پیر کا موزہ پہن کر نہ صرف یہ کہ چلنا بہت مشکل ہوگا بلکہ یہ صورت انتہائی مضحکہ خیز ہوگی، اور حدیث رسول کو ایسے مضحکہ خیز معنی پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ اور امام محمد ''کعب'' کے اس معنی سے بری ہیں۔

امام محمد کی ''المبسوط'' میں ہشام کی عبارت کی تحقیق

ہم نے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لئے امام محمد کی ''المبسوط'' (کتاب الاصل) کا مطالعہ کیا، اس میں امام محمد کی یہ عبارت نہیں جس کو فقہاء احناف نے نقل کیا ہے، البتہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی: ۴۸۳ھ نے اس طرح لکھا ہے:

ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ: جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ دے تا کہ وہ موزے جوتوں کے حکم میں ہو جائیں، اور ہشام نے امام محمد کی طرف سے یہ تفسیر کی ہے کہ اس جگہ ''کعب'' سے مراد وہ جوڑ ہے جو وسط قدم میں تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے ہمارے متأخرین مشائخ نے کہا ہے کہ محرم کے ''المشک'' پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ ''کعب'' کو نہیں چھپاتا تو وہ جوتوں کے حکم میں ہے۔ (المبسوط ج۴ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۱ھ)

ہشام کی یہ تفسیر اس لئے غلط ہے کہ وسط قدم میں کوئی جوڑ نہیں ہے، انسان کے قدم یا پیر کا عضو ایک سیدھا اور سپاٹ جسم ہے، اس میں کوئی جوڑ نہیں ہے، جوڑ صرف پیر کی دونوں جانبوں میں ہے جہاں پنڈلی ختم ہوتی ہے، اور اس کی دونوں جانبوں میں ٹخنے ہیں، اور یہی ’’کعبین‘‘ کا مصداق ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شمس الائمہ سرخسی کا جو قدیم نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں ہشام کی منقولہ عبارت نہیں ہے، اس کی عبارت اس طرح ہے:

امام محمد نے کہا: محرم نہ قباء (اچکن) پہنے نہ قمیص نہ شلوار نہ ٹوپی، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ: محرم نہ قباء پہنے نہ قمیص نہ شلوار اور نہ ٹوپی اور نہ موزے، البتہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ’کعبین‘‘ (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ دے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۷، دار المعرفہ، بیروت: ۱۳۹۸ھ)

محرم کے لئے چمڑے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز

ہم اس مسئلہ کی گہرائی اور گیرائی میں اس لئے گئے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ناواقف عوام میں یہ مسئلہ مشہور ہوگیا ہے کہ محرم کے لئے اسفنج یا ربڑ کی ایسی چپل پہننا ضروری ہے جس میں پیر کی پوری پشت کھلی رہتی ہے، اور چمڑے یا ریگزین کی ایسی چپل یا ایسا جوتا پہننا جائز نہیں ہے جس میں پیر کی پشت ڈھکی ہوئی ہو خواہ ٹخنے کھلے ہوئے ہوں جبکہ ایسی چپل یا ایسے جوتے پہننا بالکل جائز ہیں، جیسا کہ ہماری تفصیل اور تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

(نعمۃ الباری ص ۴۹۴ تا ۵۰۰ ج ۱/ کتاب العلم، حدیث نمبر: ۱۳۴/ کے تحت)

صاحب نعمۃ الباری کی تحریر پر راقم کا مختصر تبصرہ

مولانا نے اپنی تحقیق میں علماء دیوبند کی غلطی کا اظہار کیا، حالانکہ مکتب بریلوی کے علماء کی تحقیق بھی ایسی ہے، مکتب بریلوی کی مشہور اور معتمد کتاب ''بہار شریعت'' میں ہے:

(۳۱)......موزے یا جرابیں وغیرہ جو وسط قدم کو چھپائے، (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا، اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔

(بہار شریعت تخریج شدہ ص ۱۰۷۸ حصہ ششم:۶، وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں)

پھر یہ صرف علماء دیوبند کی تحقیق نہیں ہے، بلکہ اکابر فقہاء اور کتب فقہیہ میں اس کی صراحت ہے: چند حوالے نقل کرتا ہوں:

(۱)......وان لبسهما بعد القطع اسفل من موضع الشراک فلا شیء علیه۔

(غنیۃ الناسک ص ۲۵۴، مطلب فی لبس الخفین ، الفصل الثانی فی لبس المخیط)

(۲)......وتفسیر الکعب هنا : العظم المرتفع فی وسط القدم عند معقد الشراک۔

(تاتارخانیہ ص ۵۷۴ ج ۱، الفصل :۵/ لبس المخیط ، کتاب الحج ، رقم :۵۰۵۵۔

اللباب فی شرح الکتاب ص ۱۸۲ ج ۱، کتاب الحج ، ط : المکتبة العلمیة ، بیروت)

(۳)......والکعب هنا المفصل الذی فی وسط القدم عند معقد الشراک۔

(فتاوی عالمگیری ص ۲۲۴ ج ۱، الباب الرابع فیما یفعله المحرم بعد الاحرام ، کتاب المناسک ۔

اللباب فی شرح الکتاب ص ۱۸۲ ج ۱، کتاب الحج ، ط : المکتبة العلمیة ، بیروت)

(۴)......وقد فسر الجمهور الکعب الذی یقطع الخف أسفل منه بانهما العظمان الناتئان عند مفصل الساق والقدم ، وفسره الحنفیة بالمفصل الذی فی وسط القدم عند معقد الشراک ، ووجهه انه : لما کان الکعب یطلق علیه وعلی الناتیء حمل

علیه احتیاطا۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ص۱۵۳ ج ۲،عنوان: احرام)

ترجمہ:......جس کعب کے نیچے سے ''خف'' کو کاٹا جائے گا اس کی تشریح جمہور فقہاء نے ان دو ابھری ہوئی ہڈیوں سے کی ہے جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے پاس ہیں (یعنی ٹخنے) اور حنفیہ نے اس کی تشریح اس جوڑ سے کی ہے جو قدم کے وسط میں تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہے، حنفیہ نے اس تشریح کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ: چونکہ لغت میں کعب کا اطلاق دونوں معنوں پر ہوتا ہے، اس لئے ہم نے احتیاطا دوسرا معنی مراد لیا۔

(موسوعہ فقہیہ مترجم ص۲۴۲ ج ۲،عنوان: احرام)

تبصرہ: از: ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی

تحفۂ حرم

مولانا مرغوب احمد لاجپوری: صفحات: ۲۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: بیت العلم ٹرسٹ st 9e: بلاک۔۸/ گلشن اقبال، کراچی۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری مدظلہ کے مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض ماہنامہ ’’بینات‘‘ میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کتاب میں: ۸/ رسائل ہیں، جو حرم اور حج وعمرہ کے متعلق مختلف علمی موضوعات پر لکھے گئے ہیں: جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱):...... ماءزم زم کے خصائص وفضائل، اس کے اسماء، پینے کے آداب، دعا اور اس سے شفا پانے والوں کے واقعات۔

(۲):...... حجر اسود کے فضائل و خصائص، اس کے تقبیل و استلام کے احکام و مسائل، اور مسلمانوں پر اس اعتراض کا جواب کہ مسلمان حجر اسود کی عبادت کرتے ہیں۔

(۳):...... مقام ابراہیم کی وجہ تسمیہ، اس کی تنصیب کی جگہ، فضائل واحکام اور دعا کی قبولیت وغیرہ۔

(۴):...... ملتزم کی وجہ تسمیہ، معنی، ملتزم سے چمٹنا، اس کے پاس نماز پڑھنا، دعا کرنا اور گناہوں کا معاف ہونا وغیرہ۔

(۵):...... رکن یمانی کے فضائل، اس کے استلام کے احکام، حجر اسود اور رکن یمانی کے حکم میں فرق وغیرہ۔

(۶):...... حج اکبر کی حیثیت۔

(۷):......عجوہ کے خصائل وفضائل۔

(۸):......سفر حج میں نماز کی اہمیت۔

بہر حال کتاب ہر اعتبار سے قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔امید ہے کہ اہل ذوق اس کی پذیرائی میں مسابقت سے کام لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی۔ربیع الثانی:۱۴۲۸ھ مطابق مئی:۲۰۰۷ء)

....

تبصرہ:از:ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی

نام کتاب......تحفۂ حرم۔

نام مؤلف......مولانا مرغوب احمد لاجپوری۔

ضخامت......۲۷۸ر صفحات۔مناسب طابعت۔عام قیمت:۱۴۰ر روپے۔

ناشر......بیت العلم ٹرسٹ:st 9e: بلاک۔۸ر گلشن اقبال، کراچی۔

اس کتاب میں حرمین شریفین سے متعلق مولانا مرغوب احمد لاجپوری زید مجدہم کے درج ذیل آٹھ رسائل یکجا کر دیئے ہیں:

(۱): ماءزم زم، (۲): حجر اسود، (۳): مقام ابراہیم، (۴): ملتزم، (۵) رکن یمانی، (۶): حج اکبر کی حیثیت، (۷): عجوہ کے خصائل وفضائل، (۸)......سفر حج میں نماز کی اہمیت۔

حج وعمرہ کرنے والے قارئین کے لئے یہ مجموعہ بہت مفید ہے۔

ابو معاذ

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی۔ربیع الثانی رجمادی الاولی:۱۴۲۹ھ مطابق مئی:۲۰۰۸ء)

تأثراز: حضرت مولانا محمد حنیف عبدالمجید صاحب مدظلہ

نحمده و نصلی علی رسله الکریم ، اما بعد

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب مدظلہ ہمارے مخلص دوست ہیں، آج کل ان کی رہائش انگلینڈ- ڈیوزبری- میں ہے۔ برادر عزیزم حضرت مولانا محمد رفیق صاحب کے واسطے حضرت کا تعارف ہوا۔

الحمدللہ! مولانا موصوف نے اس سے قبل بھی ہمیں اپنی کتاب چھاپنے کے لئے عنایت فرمائی تھی، اور وہ ''مبادیات حدیث'' کے نام سے منظر عام پر آکر طلباء کرام اور علماء عظام سے داد تحسین حاصل کرچکی ہے۔

اب ان کی ''تحفۂ حرم'' جو دراصل آٹھ رسائل کا مجموعہ ہے اور حج پر جانے والوں کے لئے بہترین توشہ ہے، بلکہ حج سے واپس آکر بھی یہ کتاب گھر میں رکھیں تو وہاں کے انوارات اور مقامات گویا نگاہوں کے سامنے رہیں گے۔

غرض عوام الناس کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفتیان عظام کے لئے حج کے موضوع پر تحقیقی مواد کا خزانہ ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبولیت عامہ نصیب فرمائیں اور مؤلف ومعاونین اور ناشر کے لئے صدقہ جاریہ وذخیرۂ آخرت بنائیں، آمین۔

اصلاح ودعا کا طالب

محمد حنیف عبدالمجید عفا اللہ عنہ ولوادیہ

۵/ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ